مناقب الحبیب
اردو
مفصل سوانح عمری حضور سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ
تالیف لطیف
حضرت خواجہ حاجی محمد نجم الدین سلیمانی چشتی الفاروقی
خلیفۂ اعظم
شہباز طریقت غوث زماں شاہ محمد سلیمان صاحب تونسوی رح
مترجم
مرتبہ جدید ایڈیشن
پیر غلام جیلانی نجمی سلیمانی الفاروقی فتح پوری

ابتدا اللہ کے نام سے جو نہایت رحم والا اور بڑا مہربان ہے
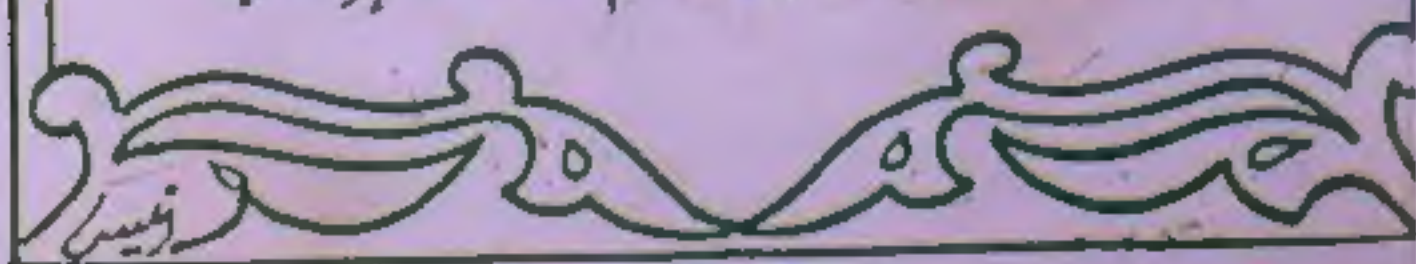
وما ارسلنك الا رحمة للعلمين

لا اله الا الله

بعون خالق کون و مکان و بفضل مالک زمین و زماں

ترجمۂ اردو

کتاب مستطاب فوائد العجیب و محامد الغریب الموسوم بہ

مناقبُ الحبیبُ

یعنی مفصل سوانح حیات و ملفوظات و احوال اولاد امجاد جناب سلطان العارفین حبیبِ ربُّ العالمین خواجہ معین الدین حسن سنجری چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ

من تصنیف منیف

زبدۃ الاولیا عمدۃ الاصفیا رئیس العاشقین حضرت خواجہ حاجی نجم الدین سلیمانی

خلیفۂ اعظم

شہباز طریقت حضرت غوث زماں خواجہ محمد سلیمان صاحب تونسوی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

علامہ مولانا مولوی محمد رمضان صاحب فاروقی فرزند چہارم مصنف کتاب ہذا

مرتبہ

پیر غلام جیلانی نجمی فاروقی سلیمانی بن حضرت غلام سرور صاحبؒ سجادہ نشین خانقاہ خواجہ حاجی محمد نجم الدین صاحب سلیمانی چشتی فتح پور شیخاوائی۔ راجستھان

نام کتاب	مناقب الحبیب
تعداد	ایک ہزار
سن تحریر کتاب	بزبان فارسی ۱۲۷۷ھ ہجری
سن اشاعت دوم	بزبان اردو ۱۳۳۲ھ ہجری
سن اشاعت سوم (جدید ایڈیشن)	بزبان اردو ۱۴۱۹ھ ہجری
مرتبہ	پیر غلام جیلانی نجمی فاروقی
زیر اہتمام	پیر محمد عارف صاحب عارف نجمی فتح پوری
کتابت	عبدالمنان بستوی (یوپی)
قیمت	ایک سو بیس روپے
مطبوعہ	خواجہ پریس دہلی

ملنے کا پتہ
خواجہ سرور کتاب گھر فتح پور شیخاواٹی
ضلع سیکر — راجستھان

فہرست مضامین

مناقب الحبیب جدید اردو ایڈیشن

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ

شانِ اولیاء

اولیاء راہست قدرت از الٰہ　　تیر جستہ باز گرداند ز راہ

اولیاء کو اللہ نے ایسی قوت و طاقت بخشی ہے　　کہ کمان سے نکلا ہوا تیر واپس لوٹا لیتے ہیں

محمد جلال الدین مولانا روم
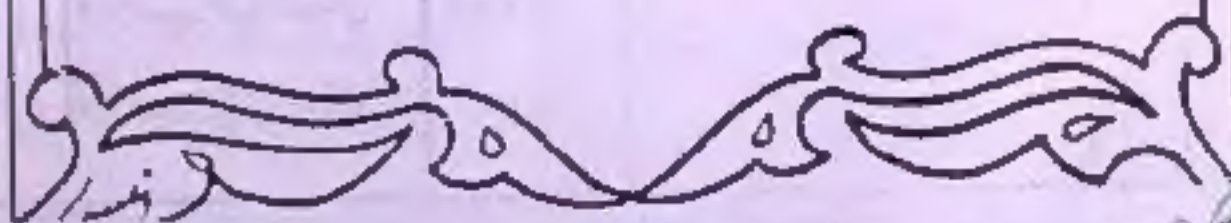
مثنوی

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا　　او نشیند در حضور اولیا

جو شخص خدا کے ساتھ بیٹھنا چاہتا ہے (تو اسے چاہیے) اولیاء اللہ کے پاس بیٹھے

چوں شوی دور از حضور اولیا　　در حقیقت گشتۂ دور از خدا

جب تو اولیاء اللہ سے دور ہوتا ہے　　حقیقتاً تو خدا سے دور ہوتا ہے

محمد جلال الدین مولانا رومؒ
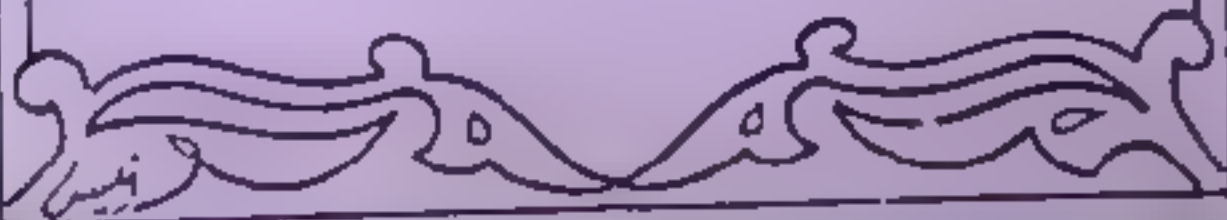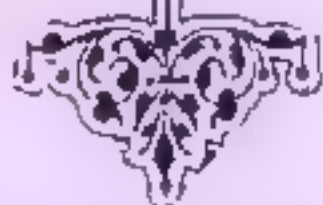
رباعی

ای قبلهٔ دیں کعبهٔ ایماں مددے — وے بحر محیط فیض رحماں مددے

اے دین کے قبلہ اور ایمان کے کعبہ مدد فرمایئے — اے فیض الٰہی کے اتھاہ سمندر مدد فرمایئے

شد تیرہ دل از خیرگیٔ نفس و حوادث — اے فخر جہاں نورِ سلیماں مددے

میرا دل نفس کی اور حوادث کی چمک دمک سے سیاہ ہو گیا — خدارا اے فخر جہاں اور نورِ سلیمان مدد فرمایئے

حضرت خواجہ محمد نجم الدین سلیمانی چشتی الفاروقی

رباعی

در میکدۂ وحدت ہشیار نمی گنجد
وحدت کے میخانے میں ہوشیار کی گنجائش نہیں ہوتی

در عالم بیرنگی جز یار نمی گنجد
اور بیرنگی دنیا میں سوائے معشوق کے کوئی دوسرا نہیں رہتا

اے زاہد افسردہ تقریر مکن بیجا
چنانچہ اے افسردہ زاہد بے ضرورت وعظ نہ کہہ

در خلوت خاموشی تکرار نمی گنجد
کیونکہ اس خاموش تنہائی میں بحث و تکرار کی گنجائش نہیں

غریب نواز
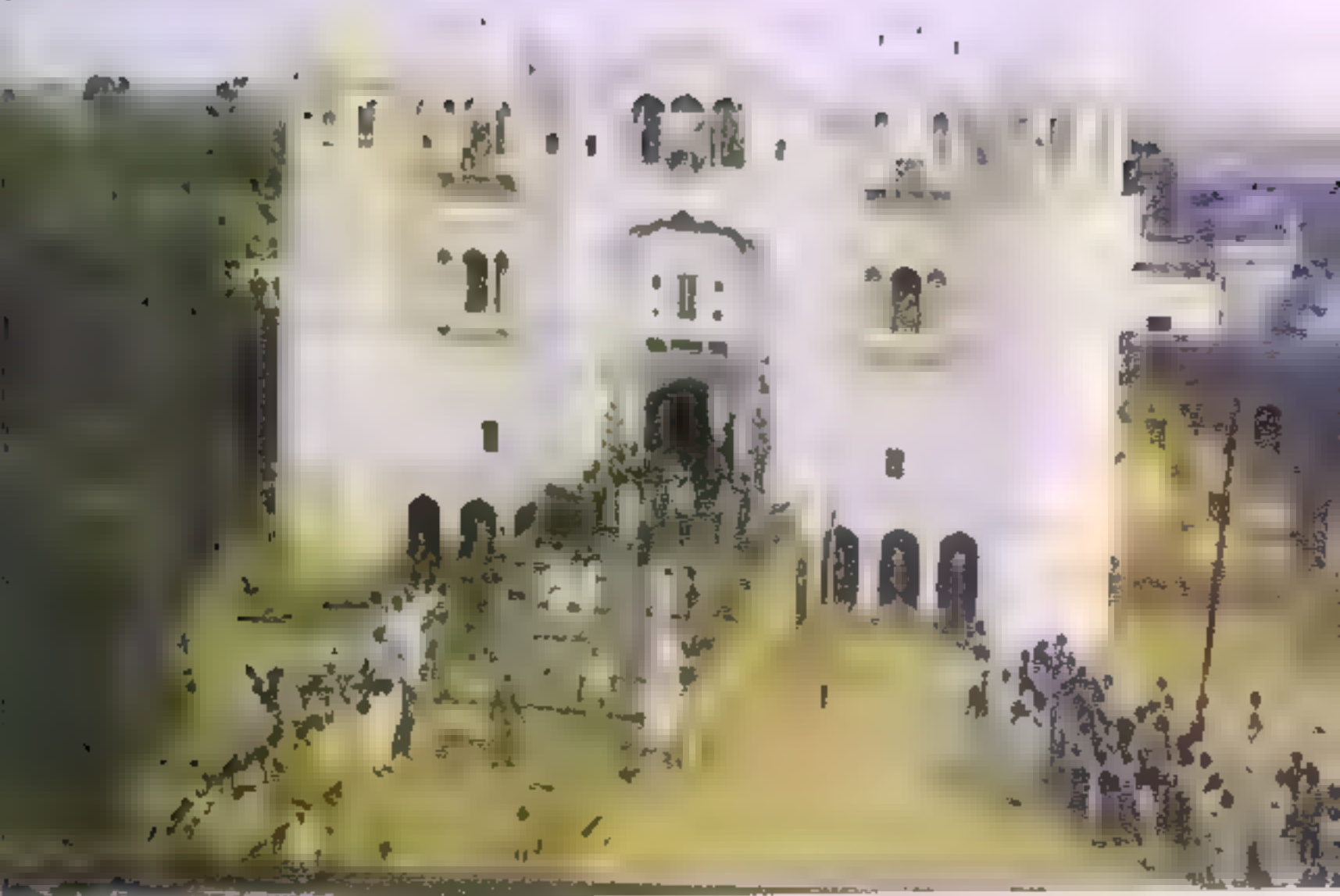
بلند دروازہ خانقاہ حضرت خواجہ حاجی محمد نجم الدین سلیمانی رح

روضہ مبارک حضرت خواجہ حاجی محمد نجم الدین سلمانیؒ

رُباعی
درویش نہ آنست کہ مشہورِ جہانست
درویش وہ نہیں جو دنیا میں مشہور ہے
درویش ہمانست کہ بے نام نشانست
درویش تو وہی ہے جو بے نام و نشاں گوشۂ گمنامی میں زندگی بسر کرتا ہے
سلطان التارکین خواجہ حمید الدین صوفی ناگوریؒ
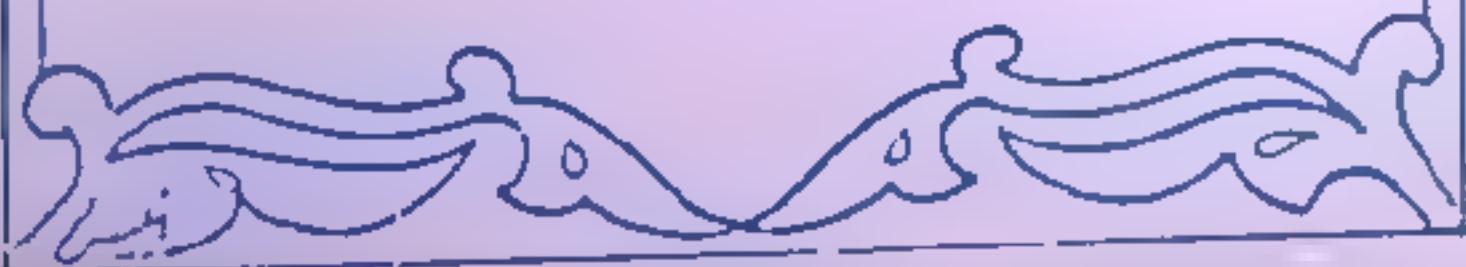
از مصنف خواجہ نجم الدین صاحب

نعت شریف

حیران و بے قرارم فریاد یا محمدؐ — جز تو دگر ندارم فریاد یا محمدؐ

میں بہت پریشان اور بے چین ہوں یا محمدؐ آپ سے فریاد ہے — میں آپ کے سوا کسی اور کو نہیں جانتا یا محمدؐ آپ سے فریاد ہے

از گردش زمانہ من در بلا فتادم — نظر بحال زارم فریاد یا محمدؐ

گردش زمانہ کی وجہ سے میں پریشانیوں میں گھر گیا ہوں — میرے حال پریشاں پر نظر فرمائیں یا محمدؐ آپ سے فریاد ہے

کس نیست جز تو مارا مددے بکن خدارا — مگذار زینہارم فریاد یا محمدؐ

آپ کے سوا میرا کوئی نہیں ہے للہ میری مدد فرمائیں — اور مجھے بے سہارا نہ چھوڑیں یا محمدؐ آپ سے فریاد ہے

ملجائے ما غریباں در دو جہاں تو ہستی — کن دشمنان خوارم فریاد یا محمدؐ

دونوں جہان میں ہم غریبوں کے آپ ہی ملجا و ماویٰ ہیں — میرے دشمنوں کو خوار کیجیے یا محمدؐ آپ سے فریاد ہے

این نجم ناتواں را فریاد رس خدارا

یہ نجم الدین ناتواں ہے للہ اس کی مدد کو پہنچیے

کن دور اضطرارم فریاد یا محمدؐ

اور میرے اضطراب و پریشانی کو دور فرمائیں یا محمدؐ فریاد ہے

از مصنف سید غلام جیلانی نجمی
فتحپوری

منقبت

در شان حضور خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ

حوریں مانگی ہیں نہ جنت کی فضا مانگی ہے — ہم نے خواجہ سے محمدؐ کی رضا مانگی ہے
درد مانگا ہے تڑپ اور وفا مانگی ہے — تم سے خواجہ یہ عطا بہر خدا مانگی ہے
اللہ اللہ یہ انداز کرم تو دیکھو — بخشدی اس کو بقا جسنے فنا مانگی ہے
نسبت خواجہ کے صدقہ میں خدا سے ہم نے — پنجتن پاک کے گلشن کی ہوا مانگی ہے
چھا گئیں رحمت یزداں کی گھٹائیں اُس دم — جب تیرے لطف و عنایت کی ردا مانگی ہے
بھر گیا گوہر مقصود سے دامن اس کا — جس نے دل سے در خواجہ پہ دعا مانگی ہے

کچھ نہیں مانگا ہے نجمی نے بجز اس کے شہا
فقر مانگا ہے گدائی کی ادا مانگی ہے

عرضِ مرتب

پیش نظر کتاب مناقب المحبوبین حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی سنجری اجمیری رحمت اللہ علیہ کی مفصل سوانح حیات و ملفوظات، احوال اولاد، امجاد پر مشتمل ایک مستند کتاب ہے۔ جسے زبدۃ الاولیاء عمدۃ الاصفیاء رئیس العاشقین حضرت خواجہ حاجی محمد نجم الدین صاحب سلیمانی چشتی الفاروقی رحمت اللہ علیہ خلیفہ خاص شہباز طریقت غوثِ زماں خواجہ محمد سلیمان صاحب علیہ الرحمۃ والغفران تونسوی نے ۱۲۸۷ ہجری مقدسہ میں بزبان فارسی بزرگان دین کی مستند کتابوں کے حوالے کہ جن کی تفصیل فہرست مع نام مصنفین صفحہ نمبر ۲۷ پر دی گئی ہے۔ نہایت احتیاط اور اہتمام سے تصنیف کی ہے۔

آپ کی تصانیف میں مشہور کتاب گلزار وحدت جو آپ نے بزبان اردو ۱۲۶۳ ہجری میں تصنیف کی یہ علم تصوف میں سند کا درجہ رکھتی ہے جس کے مطالعہ سے سالکان راہِ حق پر اسرار الٰہی منکشف ہوتے ہیں اور قلب کو سکون ملتا ہے اس کتاب کے نسخے بھی اب چند اصحاب ہی کے پاس محفوظ ہیں۔ اگر حضرت شاہ ولایت خواجہ نجم الدین صاحب کا کرم شامل حال رہا تو انشاء اللہ تعالیٰ ہماری آئندہ اشاعت میں اس کو بھی شریک کیا جائے گا۔

اگرچہ سوانح عمریاں حضور غریبؒ نواز کی بہت چھپ چکی ہیں مگر کتاب ہذا کی خصوصیت نمایاں ہے۔ اوّل یہ کتاب مستطاب خاندانی بزرگ اور صاحب تصانیفِ کثیرہ کی تصنیف ہے۔ دوسرے یہ کہ دیگر سوانح عمریاں میں ایک ہی طرح کے مشہور واقعات خواجہ غریب نوازؒ کو دہرایا گیا ہے۔ لیکن اس کتاب میں یہ بات نہیں ہے بلکہ کتنے ہی واقعات حضور غریب نوازؒ عجیب و رانکی اولاد احفاد کا ذکر بالکل جدید اور ہر ایک بیان کو کتب معتبرہ کے حوالے سے درج کیا ہے۔

زیر نظر کتاب ایک مقدمہ اور پانچ فصل اور ایک خاتمہ پر منقسم ہے۔

فصلِ اوّل۔ ذکر نسب حضور غریب نواز خواجہ معین الدین حسن چشتی سنجریؒ کے سلسلے میں ہے۔

فصلِ دوم۔ ذکر ترک و تجرید احوال بیعت حضور غریبؒ نواز حسب الارشاد آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہندوستان میں تشریف لاکر اجمیر میں قیام پذیر ہونے پر مشتمل ہے۔

فصلِ سوم: ذکر کرامات اور خوارق عادات حضور غریب نوازؒ کے باب میں۔

فصل چہارم۔ ذکر کلماتِ قدسی اور صفات غریبؒ نواز پر مشتمل ہے۔

فصل پنجم۔ ذکر اعیال و اولاد خواجہ غریبؒ نواز کے حالات پر مبنی ہے۔

صاحب تصنیف خواجہ نجم الدین صاحبؒ کے فرزند علامہ مولینا مولوی رمضان صاحب فاروقی جھونجھنوی نے دل میں خیال فرماتے ہوئے کہ یہ کتاب مستطاب ایک خزینہ جواہرات کثیرہ کا ہے اور بوجہ عبارت فارسی عوام اس کے سمجھنے کی لیاقت نہیں رکھتی۔ چنانچہ آپ نے اس کتاب مستطاب مناقب الحبیب کا ترجمہ سلیس اور عام فہم بزبان اردو ۱۳۳۲؁ ہجری مقدسہ میں کر کے مقبول پریس دہلی سے ۱۳۳۲؁ ہجری میں شائع کروائی۔

اب چونکہ اس کتاب مستطاب مطبوعہ کے نسخے چند اصحاب ہی کے پاس رہ گئے ہیں اور وہ بھی آہستہ آہستہ ختم ہوتے جارہے ہیں چنانچہ بفیض روحانی قبلہ والدی مرشدی اس فقیر کے دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ اس کتاب مستطاب کو جو ایک نایاب ذخیرہ ہے عمدہ طریقہ پر عوام و خواص تک پہونچا کر صاحب تصنیف حضور شاہ ولایت خواجہ نجم الدین صاحب کی خوشنودی حاصل کی جائے۔

اس فقیر کو اس کتاب کی ترتیب میں ضرور کچھ مقدم مؤخر کرنا پڑا تاکہ موضوع کے اعتبار سے مواد ایک جگہ آجائے۔

اول یہ کہ خاتمہ کتاب جس میں حضرت صاحب تصنیف نے کتاب ہذا کے لکھنے کی وضاحت کرتے ہوئے اپنا شجرۂ طریقت بھی لکھا ہے اس کو اس فقیر نے بشکل تفصیلی شجرہ سلسلۂ طریقت بجائے کتاب اختتام کے کتاب ہذا کے شروع میں صفحہ نمبر ۲۹ پر درج کیا ہے تاکہ مناسبت کے لحاظ سے صاحب تصنیف کا شجرۂ طریقت خواجہ سلیمان صاحب تونسوی سے شروع ہو کر حضور غریب نواز تک۔ اور غریب نواز کہ جن کا شجرۂ طریقت فصل اوّل میں صفحہ نمبر ۵۳ پر درج ہے۔ شروع ہو کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک منتہا ہوتا ہے مسلسل اور ترتیب سے پڑھا جاسکے۔

دوسرے یہ کہ اس کتاب میں جس قدر فارسی کے اشعار مندرج ہیں مترجم موصوف نے جن کے ترجمہ نہیں کئے تھے ان اشعاروں کے ترجمہ بزبان اردو قارئین کی سہولت کیلئے کر دیئے گئے ہیں۔ تاکہ ان کی تمثیل اور معنی آسانی سے سمجھ میں آسکیں۔

تیسرے یہ کہ فہرست کتب میں تمام مصنفین کہ جن کا حوالہ صاحب تصنیف نے اس کتاب میں دیا ہے جداگانہ صفحہ نمبر ۲۷ پر درج کی ہے تاکہ قارئین کو دیکھنے میں آسانی و سہولت رہے۔

چوتھی یہ کہ صاحب تصنیف نے اپنے وقت تک یعنی سنہ ۱۲۴۳ھ کتاب ہٰذا کے لکھنے تک ہی غریبؒ نواز کے سجادگان دیوان کی فہرست تفصیل کے ساتھ دی ہے بسنہ ۱۲۴۳ھ یعنی دیوان سراج بن سید امام علی صاحب کے بعد جو غریب نوازؒ کے سجادگان ہوئے ہیں ان کے اسمائے گرامی کا اضافہ اس فقیر کی طرف سے ضرور ہوا ہے۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

قارئین حضرات سے التماس ہے کہ وہ اس کتاب کی ترتیب میں جو خامی دیکھیں اسے میری کم علمی پر محمول کریں اور جو خوبی دیکھیں اسے میرے والد و مرشدی حضرت خواجہ غلام سرور صاحبؒ کا کرم سمجھیں۔

دعا گو

فقیر حقیر پیر غلام جیلانی نجمی الفاروقی
ابن حضرت خواجہ غلام سرور صاحب سجادہ
نشین خانقاہ شریف حضورہ شاہ ولایت
فتح پور، شیخاوٹی ضلع سیکر
راجستھان

تمہید

قدوت السالکین زبدۃ العارفین حضرت خواجہ حاجی محمد نجم الدین سلیمانی پرواز شاہ ولایت فتح پور شیخاوٹی رحمۃ اللہ علیہ مشائخ چشت میں اپنا بلند اور ممتاز مقام رکھتے ہیں فتح پور شیخاواٹی جہاں آپ کی خانقاہ اور مزار مبارک سینکڑوں سال سے مرجع خلائق بنا ہوا ہے ان کی زندگی میں ہزاروں لوگ روحانی سکون حاصل کرتے رہے اور سینکڑوں گم گشتگان راہ اپنی صحیح منزل کا نشان پاتے رہے اور آج بھی ہزاروں پریشاں دلوں کے لئے باعث تسکین اور طمانیت بنا ہوا ہے۔

حضرت شیخ احمد بخش صاحب فاروقی رحمۃ اللہ علیہ مشرب نقشبندیہ ابوالعلایہ میں شاہ ارادت اللہ شاہ صاحب بیگڑی سے بیعت رکھتے تھے اور بسا اوقات بزرگ اور ولی اللہ صاحب نسبت بزرگ تھے آپ کے ساتھ ملہم غیب کا یہ طریقہ ہوگیا تھا کہ قبل تولد ہر فرزند کے وضع حمل مہینے دو مہینے قبل ان ہر مولود کی شکل عالم رویہ میں دکھلا دی جاتی تھی اور ان کے صفات حمیدہ و خصائل سنجیدہ سے آگاہ کر دیا جاتا تھا پس ہر فرزند جبکہ عالم وجود میں آکر پیدا ہوتا وہ اسی شکل و شمائل کا ہوتا اور بال بھر تفاوت نہیں ہوتا تھا۔

ایام حمل حضرت خواجہ نجم الدین صاحبؒ کی شکل وصورت یعنی عالم رویا میں آپ کے والد بزرگوار موصوف کو دکھلا دی گئی اور ملہم سے بیان ہوا کہ تمہارا فرزند بڑا صاحب ثروت دینی و دنیوی اپنے وقت کا قطب اور ولی ہوگا اس کا نام محمد نجم الدین رکھنا چنانچہ آپ کا نام مبارک محمد نجم الدین رکھا گیا۔

مصنف کی حیات طیبہ کے
مُختصر حالات

نام اور نسب

آپ کا نام مبارک محمد نجم الدین ہے لیکن پروانہ صاحب کے نام سے بھی مشہور ہیں چونکہ آپ کو اپنے پیر و مرشد سے پروانہ وار محبت تھی اس لئے آپ کو پیرومرشد نے پروانہ کے خطاب سے نوازہ تھا۔ آپ ۳ رمضان المبارک یوم جمعہ بوقت نماز عشاء ۱۲۴۴ ہجری مقدسہ کو بمقام جھونجھنوں راجستھان میں تولد ہوئے چونکہ آپ کی خانقاہ شہر فتح پور شیخاواٹی ضلع سیکر راجستھان میں مرجع خلائق ہے اس لئے آپ فتح پوری کے نام سے مشہور ہیں۔

آپ کے والد بزرگوار کا اسم گرامی شیخ احمد بخش صاحب فاروقی ہے جو حضرت قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین خواجہ حمید الدین سلطان التارکین صوفی السوالی ناگوری الفاروقی کے واسطے سے سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی اولاد پاک نہاد سے ہیں شجرۂ نسب تفصیلی صفحہ نمبر ۲۳ پر درج کیا گیا ہے۔

حضرت پروانہ صاحب کی عمر چار سال کی ہوئی تو رسم بسم اللہ شریف حضرت شیخ المشائخ مولانا مولوی محمد رمضان صاحب شہید مہمی قادری نے جو اس زمانے کے ولی کامل بزرگ تھے ادا کروائی۔ بعد تعلیم بسم اللہ شریف مولانا موصوف نے بھی آپ کے برادر معظم سے وہ ہی کلمات فرمائے جو آپ کے

والد بزرگوار کو ملہم غیب نے بیان کئے تھے کہ میاں صاحب میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں کہ آپ کے چھوٹے بھائی نجم الدین بڑے صاحب رتبہ اور اولیاء عظام سے ہوں گے۔

بعد ختم قرآن شریف پروانہ صاحب ۱۴ سال تک اپنے برادر معظم سے ظاہری علم حاصل کرنے میں مصروف رہے۔ ایک روز آپ کے مطالعہ سے انیس العارفین گزری جس میں ہر خاندان کے ذکر شغل مراقبہ زہد و ریاضت کی ترکیبیں مندرج ہیں اس کے مطالعہ سے اشغال باطنی ذکر جلی و خفی میں مصروف ہو گئے اور ہر طرح سے یادِ خدا کا شوق پیدا ہو گیا۔ گھر والوں سے چھپ کر پہاڑوں اور جنگلوں میں جا کر محنت اور ریاضت مجاہدہ کرنا شروع کیا جز ذکر جہرہ ذکر خفی تلاوت قرآن شریف کے دوسرے کسی کام سے تعلق نہیں رہا۔ اتفاق سے اسی کتاب میں ایک جگہ نظر عالی سے یہ قول گزرا کہ مَن لَا شَیْخَ لَہٗ شَیْخُہٗ الشَّیْطَانُ (یعنی جس کا کوئی شیخ نہیں اس کا شیخ شیطان ہے) دوسری جگہ اسی کتاب میں یہ شعر بھی دیکھنے میں آیا ؎

اگر بے پیر کار پیش گیرد ہلاکی راہ زہر خویش گیرد

فی الفور آپ کے دل میں خیال آیا کہ بغیر مرشد یہ سب عبادت اور ریاضت اور محنت و مجاہدہ فضول اور رائیگاں ہیں۔

تلاشِ مرشد اس زمانے میں علاقہ شیخاواٹی میں جو درویش فقیر صوفی مشرب لوگ تھے وہ مرشد بنانے کے واسطے آپ کی نظر میں مطابق صفت مرشد کو جس کی تفصیل کتاب انیس العارفین میں لکھی ہے سمائے ہی نہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ آپ کی نظر میں کوئی سما بھی کیسے سکتا تھا کہ قدرت نے آپ کو روز ازل سے خاتم سلیمانی کا نگینہ بنانے کے لئے منتخب کر لیا تھا اور آپ کی ذات گرامی سے اس ملک میں سلسلہ چشتیہ کو

پھر فروغ بخت منا تھا۔

جبکہ آپ کی نظر سے ان اوصاف مرقومہ کتب تصوف مذکورہ صدر شدہ گزرا تو تلاش مرشد کیلئے دہلی جانے کا ارادہ کیا اور اپنے گھر والوں سے سفر کی اجازت چاہی مگر اجازت نہ ملی تو ایک روز موقع پاکر خفیہ طور پر دہلی کی طرف پاپیادہ ہی روانہ ہوگئے جھونجھنوں سے چند میل جانے کے بعد آپ کے برادر معظم کو اطلاع ہونے پر چند شتر اور گھوڑے ہمراہ لے کر شبا شب پیچھے پہونچکر درمیان راہ سے واپس بلا لائے آپ کچھ عرصہ گھر رہے مگر خیال شوق تلاش مرشد کامل دل سے محو نہ ہوتا بلکہ روز بروز بڑھتا رہا اعزاو اقربا ہر چند دلجوئی و تسلی و تشفی کرتے رہے مگر کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی ؎

عشق مولا کے کم از لیلےٰ بود	عشق مولا از ہمہ اولےٰ بود

غریب نواز کے دربار میں حاضری اور فیضیابی

جب حضور غریب نواز شہنشاہ ہندوستان خواجہ معین الدین حسن سنجری چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے عرس کا زمانہ آیا تو آپ کی ملاقات حضرت قمر الدین شاہ صاحب نقشبندی جھونجھنوی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی کہ اب جن کی خانقاہ جھونجھنوں میں جانب غرب زیر کوہ ہے، حضرت شاہ صاحب موصوف نے دوران گفتگو غریب نواز کے عرس مبارک میں اجمیر جانے کا ارادہ ظاہر کیا ادھر پروانہ صاحب گویا کمر بستہ اور پا بر کاب منتظر موقع ہی تھے حضرت قمر الدین شاہ صاحب کی رفاقت تائید ایزدی تصور فرما کر ان سے وعدہ لیا کہ آپ بھائی صاحب قبلہ سے میرے اجمیر شریف چلنے کا قصد ظاہر نہ کریں تو میں بھی آپ کے ساتھ چلا چلوں حضرت شاہ صاحب موصوف نے اس شرط کو بدل قبول فرما کر آپ کی اس رفاقت کو غیر مترقبہ سمجھا اور تاریخ ۲۲ جمادالثانی کو جھونجھنوں سے دونوں حضرات روانہ ہوکر بتاریخ یکم رجب المرجب کو اجمیر شریف پہنچے تاریخ

دوم رجب کو آستانہ بوسی خواجہ غریب نواز سے مشرف ہو کر مزار مقدس پر عرض کیا کہ بندہ نواز آپ کے در اقدس پر ہزاروں لوگ طرح طرح کی مرادیں لیکر حاضر ہوتے ہیں اور دامن گلہائے مراد حاصل کرتے ہیں۔ میں صرف یہی مراد آپ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا ہوں کہ آپ کوئی ایسا مرشد بتلائیں جو میرے لائق ہو۔

ابھی ہنگامہ عرس شریف ختم نہیں ہوا تھا کہ آپ کے برادر معظم کا خط آپ کے پاس نہایت اضطرابی و بے قراری اور جدائی کے اظہار میں پہونچا چونکہ آپ کے برادر معظم کو آپ سے بے حد محبت تھی کہ ایک پل بھی اپنی نظروں سے جدا کرنا گوارہ نہیں کرتے تھے۔ اس خط میں یہ بھی تحریر فرمایا کہ یا تو آپ اجمیر شریف سے جلد واپس آجائیں ورنہ یقین جانئے میں بھی اپنا کارخانہ دنیا داری چھوڑ کر اور جاگیر و جائیداد موروثی تمام دے لیکر فقیر ہو جاؤں گا دوبارہ لکھنے کے منتظر نہ رہیں اس خط میں حسب ذیل دوہرہ ہندی بھی لکھ بھیجا۔

دوہرہ

کھر پانڈے پیو کب ملیں کب موتن چڑھے سہاگ

بچھڑے بالم جب ملیں جب لاؤ نچے مستک بھاگ

آپ نے اسی وقت خط کا جواب لکھ دیا کہ بھائی صاحب جب تک مرغ وحشی دام میں تھا مجبور تھا اب جو نکل گیا تو دوبارہ اس کے دام میں آنے کی امید عبث ہے اور آپ نے تحریر فرمایا کہ بصورت نہ آنے کے میں بھی فقیر ہو جاؤں گا خدا آپ کو ہدایت دے کہ آپ ایسا ہی کریں اور اس دنیائے جفا کو چھوڑ دیں اور فقیر ہو جائیں۔ جواب میں یہ دوہرہ لکھا ؎

شرنا بھتی مدہ چوری دیکھت للچا جیو   اور چونکا جات ہے سر گھنی دھم پیو
سر بے لبس کی لوبڑی ہر سرے کی کھاٹ   جیسے سر سائے پیر ملیں تو بھی ستا جان

خط کا جواب پہنچتے ہی تمام گھر والے خاموش ہو بیٹھے پھر بلانے کا نام نہیں لیا۔

پروانہ صاحب بعد اختتام عرس غریب نواز ایک شب روضہ منورہ حضور غریب نواز میں داخل ہوئے اور نہایت عجز و انکساری کیساتھ عرض کیا کہ میری مراد اب تک عطا نہیں ہوئی اسی شب عالم رویا میں حضور غریب نواز نے حکم دیا کہ تم اپنے دادا سلطان التارکین حمید الدین صوفی کے دربار میں جاؤ کہ وہ تمہاری آرزو و استدعا پوری کریں گے۔

حضرت سلطان التارکین کے دربار میں حاضری

پروانہ صاحب تین روز کے سفر کے بعد ناگور شریف دربار جد الاعلیٰ حضرت سلطان التارکین خواجہ حمید الدین صوفی السوالی میں حاضر ہوئے اور بعد فاتحہ خوانی عرض کیا کہ میں آپ کا پوتہ آپ کے پیر و مرشد حضور غریب نواز خواجہ معین الدین چشتی حسن سنجری کے حکم سے محض تلاش مرشد حاضر ہوا ہوں آپ مجھے ایسا کوئی مرشد بتائیں جیسا کہ میں تلاش کرتا ہوں۔ بجز تلاش مرشد کوئی اور طلب نہیں ہے۔

اسی شب عالم رویا میں حضرت سلطان التارکین کی زیارت سے مشرف ہوئے اور دیکھا کہ ایک محفل فقرا اور اولیا اللہ کی سجی ہوئی ہے اور مسند لگا ہوا ہے۔ اس کے سہارے ایک بزرگ نہایت خوبصورت بیٹھے ہوئے ہیں صدہا آدمی مؤدب جا بجا حاضر ہیں آپ نے ایک شخص سے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں جو اس شان و شوکت سے مسند صدارت پر رونق افروز ہیں اس شخص نے جواب دیا کہ یہ حضرت سلطان التارکین صوفی حمید الدین صاحب ہیں ابھی وہ شخص اپنا جواب مکمل نہیں کر پایا تھا کہ سلطان التارکین نے میری جانب اشارہ کر کے بتایا کہ وہ جو لڑکا لب فرش کھڑا ہوا ہے اس کو بلا کر لاؤ۔ آپ نے

قریب پہنچ کر سر تسلیم خم کیا اور آداب بجا لائے ارشاد ہوا کہ اے فرزند تیرے آنے کا کیا سبب ہے آپ نے عرض کیا کہ بندہ نواز میں تلاش مرشد میں بحکم آپ کے پیر و مرشد حضور غریب نواز خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ حاضر خدمت ہوا ہوں مجھے آپ میرے لایق مرشد بتائیں۔

حضرت سلطان التارکینؒ نے ذرا تامل کر کے فرمایا کہ اے فرزند جس صفت کے ساتھ تو مرشد چاہتا ہے وہ اس زمانہ میں معدوم ہے مگر ہاں ملک سنگھڑ میں ایک محمد سلیمانؒ ہیں تو ان کے پاس جا تیرے لئے میں ان سے جھگڑ کر اچھی طرح کہہ دوں گا اور سفارش بھی کروں گا۔ حضرت سلطان التارکین نے اپنے سینہ مبارک پر اس طرح سے ہاتھ رکھا کہ جیسا اقرار واثق اور وعدہ پختہ کرتے وقت سینے پر ہاتھ رکھا کرتے ہیں کہ آنکھ کھل گئی اور اس خواب سے کہ جو سراسر بیداری تھی بظاہر بیداری ہو گئی۔

حضرت پروانہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے بارگاہ ایزدی میں عرض کیا کہ میں نے ملک سنگھڑ کا نام کبھی سنا بھی نہیں ـــــ اور نہ محمد سلیمانؒ صاحب کا لفظ کسی زبان سے نکلا۔ میں اب کدھر جاؤں کس سے پوچھوں کس طرح ان تک پہونچوں اسی اثنا میں دو تین صاحب ہم جدی پیرزادگان ناگور آپ سے ملنے آ گئے ان سے آپ نے حضرت سلیمان صاحب کا حال اور مسکن پوچھا انھوں نے وجہ استفسار کی پوچھی دریافت کیا تو آپ نے تمام قصہ خواب شبینہ کا سنایا تو پیرزادہ صاحبان بہ نخوت پیرزادگی آپ سے کہا ہم تم حضرت سلطان التارکینؒ بزرگ کی اولاد سے ہو کر محمد سلیمانؒ صاحب سے بیعت کی تلاش کریں بڑا تعجب ہے۔ ہم آپ کے اس قصد اور عقیدت کو پسند نہیں کرتے۔ اس کے بعد پیرزادگان صاحبان تو چلے گئے۔ آپ نہایت متشوش بیٹھے تھے اسی اثنا میں ایک شخص پنجابی خانقاہ حضرت جد اعلیٰ میں آیا آپ نے اس شخص سے پتہ حضرت خواجہ سلیمانؒ صاحب کا پوچھا اس نے مفصل نشان

وپتہ آپ کا بتایا۔

بالآخر آپ ناگور شریف سے چل کر بیکانیر، بہاول پور، ملتان ہوتے ہوئے بارہ شعبان ۱۲۵۳ ہجری کو سنگھڑ شریف پہنچے کا واقع خود اس طرح بیان کرتے ہیں

دربار خواجہ سلیمانؒ تونسوی میں حاضری و فیضیابی

میں چاشت کے وقت تونسہ شریف پہنچا مسجد میں جاکر نماز چاشت اور ورد و وظائف پڑھے مولوی علی محمد نام کے ایک صاحب وہاں بیٹھے تھے میں نے ان سے پوچھا کہ حضرت صاحب اس وقت کہاں ملیں گے انھوں نے کہا حضرت صاحب اس وقت بنگلہ شریف میں مراقبے میں مشغول ہیں اگر زیارت کی خواہش ہے تو زوال کے وقت عام کچہری ہوگی وہاں حاضر ہو جانا مگر مجھے اس بیت کے مطابق کہ ۔

وعدہ وصل چوں شود نزدیک آتش شوق تیز تر گردد

بے قراری بہت تھی میں بنگلہ شریف میں چلا گیا اور دو زانو ہو کر با ادب بیٹھ گیا کافی دیر کے بعد آپ نے مراقبہ سے آنکھ کھول کر میری جانب دیکھا اور فرمایا بیا اے مرد ہندوستانی ہندی ہستی (یعنی اے ہندوستانی آ تو ہندی ہے نا) میں نے کہا ہاں اسی وقت آپ نے یہ شعر پڑھا ۔

ہندو ہے بت پرست مسلماں خدا پرست ہم بندے ہیں اسی کے جو ہے آشنا پرست

پھر فرمایا کیسے آئے ہو میں نے عرض کیا نہ طلب دنیا دارم نہ طلب عقبیٰ دارم طالب خدا ہستم خدا را می خواہم (نہ دنیا کی طلب ہے نہ عقبیٰ کی طلب خدا ہے خدا کا طالب ہوں) میری پشت پر اپنا دست مبارک مارا اور فرمایا آفریں صد آفریں مرد ہو، پھر فرمایا تو وہ ہے جو کسی کا بھیجا ہوا آیا ہے میں نے عرض کیا کہ مجھے میرے جد بزرگوار سلطان التارکینؒ نے بھیجا ہے فرمایا مرحبا فی الحال بیٹھو مغرب کے وقت تمہیں بیعت کریں گے۔ آپ سلام کر کے باہر آ گئے۔

حضرت غوث زماں قریب دوپہر کے کالشمس نصف النہار بنگلے کے باہر تشریف لاکر دربار عام میں کہ جس میں صدہا علما و فضلا، فقرا و حکام حاضر تھے ان سب سے متوجہ ہوکر حضرت غوث زماں نے فرمایا کہ اے صاحبو! یہ شخص ہندی جو کہ ہمارے پاس آیا ہے بڑا جواں مرد ہے محض طالب مولا ہوکر آیا ہے دیکھو یہ کیسا بہادر ہے اس کو ہم عشاء کے وقت بیعت کریں گے۔ جملہ حاضرین اس فقرے سے کہ بڑا جواں مرد اور بہادر ہے حیران ہوکر شکل دیکھنے لگے اور نہایت ادب کے ساتھ عرض کرنے لگے کہ بندہ نواز یہ کون صاحب ہیں اور کہاں سے آئے ہیں۔ حضرت غوث زماں نے ارشاد فرمایا کہ ہندوستان سے آئے ہیں اور بڑی بھاری سفارش لائے ہیں یعنی حضرت سلطان التارکین صاحب کی اسی شب یعنی ۱۲ رجب / شعبان ۱۲۵۳ ہجری مقدسہ کو بعد نماز عشاء آپ کو سلسلہ چشتیہ بہشتیہ نظامیہ میں بیعت کیا اور چند وظائف تلقین و تعلیم فرماکر حکم دیا کہ اس پر محنت کرو اور تسلی رکھو گھبراؤ مت میں تم کو اچھی طرح بار اور رخصت کروں گا۔

تعلیم و طریقت و سلوک

حضرت پرواز صاحب۔ بیعت ہونے کے بعد چھ مہینے تک خدمت مرشد میں رہکر حسب الارشاد مجاہدہ، ریاضت میں مشغول رہے اور آپ سے علم سلوک کی کتابیں آداب الطالبین، سیر الاولیا، کشکول، لوائح جامی، مراقبہ عشرہ کاملہ، رسالہ تقسیم الاوقات، دیوان حافظ، گلشن راز اور فقرات وغیرہ پڑھیں۔

خرقۂ خلافت

حضرت پرواز صاحب کو چہارم محرم ۱۲۵۴ ہجری مقدسہ حضرت غوث زماں نے پاک پٹن شریف خانقاہ حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر میں خلعت خلافت ہر چہار سلسلہ یعنی چشتیہ قادریہ نقشبندیہ سہروردیہ مشرف فرماکر خاص نوازشات سے نوازا اور جو کچھ نعمت کہ جو خواجگان چشت سے سینہ بہ سینہ چلی آئی ہے آپ کو ارزانی فرمائی اور ناگور، مارواڑ اور فتح پور کی ولایت عنایت کی اور وطن مالوفہ جانے کی

اجازت دیدی اور فرمایا کہ ناگور تمہارے دادا صاحب سے ملتے ہوئے جانا یعنی حضرت خواجہ سلطان التارکینؒ کے مزار مقدس پر فاتحہ پڑھتے جانا۔

فتح پور شیخاواٹی میں آمد اور قیام

حضرت پروانہ صاحب اپنے مرشد برحق کے حکم سے خدا کے دین اور اسلام کی تبلیغ کے لیے فتح پور شیخاواٹی میں تشریف لائے آپ کا ابتدائی قیام مسجد معماران میں جو کہ سنکڑی گلی کے نام سے مشہور ہے رک کر مشغول خدا ہو گئے اور تشنہ کامان ہدایت کو زلال رشد و رہنمائی سے سیراب فرماتے رہے۔

جب اہل دنیا آپ کا وقت ضائع کرنے لگے تو آپ نے لوگوں کی آمد و رفت سے تنگ ہو کر اس مسجد کو چھوڑ دیا اور شہر سے باہر جانب جنوب جنگل میں لب بیڑ ایک سرکی کے رسیاں باندھ کر کھڑی کر لی اور اس میں شب و روز یکسوئی کے ساتھ مشغول بیاد الٰہی رہ کر تمازت آفتاب اور بارش معمولی کو اپنے سر سے ٹالتے رہے۔

سکنائے شہر سے میرا بخش معمار رمضان معمار الٰہی بخش اور فتح محمد معمار آپ کے دست مبارک پر بیعت ہونے کے بعد اپنے کاروبار معمولی کے ہمیشہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور گوناگوں ارادت ہائے مستقیمہ سے بوقلموں فیوض حاصل کرتے رہتے۔

زیارت حرمین شریفین

حضرت پروانہ صاحب ۱۲۵۷ ہجری مقدس میں زیارت حرمین شریفین کے لئے گئے جس روز حج کے لئے آپ کی روانگی تھی اسی شب آپ نے خواب دیکھا کہ حضرت مرشد برحق غوث زماں محمد سلیمان صاحب فرماتے ہیں کہ لوگ حج پر جاتے ہیں یہ بھی نیک کام ہے البتہ ہم پیروں کو قبلہ و کعبہ سمجھتے ہیں اور انکی زیارت کو حج سمجھتے ہیں۔ پھر یہ شعر پڑھا ؎

اے قوم بہ حج رفتہ کجائید کجائید — معشوق ہمیں جاست بیائید بیائید

بہر حال آپ کو مرشد برحق سے حج کی اجازت مل گئی حج مبارک
اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ پروانہ صاحب
کے خلیفہ امام المفسرین حضرت مولانا محمد حسن صاحب امروہی سے منقول
ہے کہ حضرت پروانہ صاحب کو دربار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے
لقب ادیار ادبی بخشا گیا۔ اس لقب ادیا ادبی کے معنیٰ اور مکمل تفسیر مولینا
موصوف نے کتاب مناقب المحبوبین کے صفحہ نمبر ۳۷۶ پر لکھی ہے۔ اس
مختصر میں گنجائش نہیں۔

پروانہ صاحب زیارت حرمین شریفین کے سبب سے حاجی
صاحب کے نام سے بھی مشہور ہوئے۔ وہاں سے واپسی کے بعد آپ
فتح پور میں مستقل طور پر قیام پذیر ہوئے۔ اب یہ بیڑ جو دشت پرخار
تھا جماعت ہائے پنجگانہ اور یاد الٰہی روزانہ شبانہ طالبان حق کی آمد و
رفت مردانہ سے گویا ایک خاص فرحت گاہ عمدہ گلزار و منظہر انوار ہو گیا۔
جب شہر کے لوگوں کی ارادت اور عقیدت روز افزوں ہوئی اور
بلا مسجد ایک گونہ تکلیف ہونے لگی تو آپ نے ۱۲۶۹ھ ہجری مقدسہ میں بعہد
سراج الدولہ خلف اکبر شاہ ثانی ایک مسجد اور حجرہ تعمیر کروایا جس میں آج بھی
پنجگانہ نماز باجماعت ہوتی ہے۔ بعد ازیں آپ کے خلیفہ جناب مولانا حکیم
محمد حسن صاحب امروہی نے ۱۲۸۶ھ ہجری میں آپ کی خانقاہ میں ایک محفل
خانہ عالی شان بنا کر سعادت حاصل کی۔

حضرت پروانہ صاحب کا اپنے مرشد برحق کی حیات تک
یہ معمول تھا کہ سال کے بارہ ماہ میں چھ مہینے اپنے مرشد کی خدمت میں تونسہ
شریف حاضر رہتے اور تین ماہ سفر زیارت مزار خواجگان چشت میں گذارتے
اور تین ماہ وطن مالوفہ جھونجھنوں اور فتح پور میں استقامت رکھا کرتے

جب حضرت غوث زماں خواجہ سلیمان صاحبؒ کا وصال ایزد ذالجلال سے ۶ر صفر المظفر یوم دوشنبہ ۱۲۶۷ھ ہجری مقدسہ کو ہوا تو آپ نے ۱۲۶۸ھ ہجری سے اپنے مرشد برحق کا عرس ہر سال ۶ر صفر المظفر کو فتح پور اپنی خانقاہ میں کروانے شروع کر دیئے جو اب تک اسی طرز پر قائم ہے۔

حضرت پروانہ صاحب بلا ناغہ خواہ کسی حالت تکلیف یا رنج و راحت میں ہوتے مگر خواجہ غریب نواز شہنشاہ اولیاء ہندوستان خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کے عرس مقدس پر ضرور حاضر ہوتے حسب معمول ۱۲۸۷ھ ہجری میں بتقریب عرس غریب نواز اجمیر شریف تشریف لے گئے بعد ختم عرس مقدس آپ کی طبیعت اجمیر شریف میں علیل ہوگئی بخار چڑھ گیا کسی قدر تخفیف ہوئی تو وطن کے لئے روانہ ہوئے راستہ میں مقام کشن گڈھ پہنچے وہاں حکیم سید اشرف علی صاحب جاگیردار جو غلامان عقیدت کیش اور معتقدان صداقت اندیش پروانہ صاحب سے ہیں معالجہ میں مصروف ہوئے کوئی بھی صورت افاقہ کی نظر نہ آئی تو بعد اطلاع اجمیر سے مولانا حکیم محمد حسن صاحب امروہی مقام کشن گڈھ میں حاضر خدمت ہوئے اور اصرار کے ساتھ واپس اجمیر شریف حضرت پروانہ صاحب کو لے گئے تکلیف بدستور جاری رہی حکیم محمد حسن صاحب نے جناب شیخ الحدیث مولانا محمد نصیر الدین صاحب فرزند اکبر پروانہ صاحب کو بیماری سے مطلع کیا تو حضرت شیخ الحدیث محمد نصیر الدین صاحب جھونجھنوں سے اجمیر شریف پہنچے اور قدم بوسی سے مشرف ہوئے قریب ایک ماہ تک وہیں خدمت اور علاج میں مصروف رہے۔ چونکہ مرض نہایت سخت تھا ایک روز نوبت یہاں تک پہنچی کہ گویا آپ داعی اجل کو لبیک کہہ چکے ہیں نبض ساکت ہوگئی آثار نزع نمایاں ہوکر دم واپسی کا ثبوت ہوگیا جناب حکیم ممدوح بھی کہہ چکے کہ انا للہ وانا الیہ راجعون اس وقت آخیر میں جناب شیخ الحدیث

مولانا محمد نصیر الدین صاحب نے دست بستہ گریہ وزاری کے ساتھ آپ سے متوجہ ہوکر عرض کیا کہ حضور اللہ جل شانہ نے اپنے بندگان خاص اولیاء باختصاص کو موت وزندگی کا اختیار دیا ہے جب چاہیں مریں اور جب چاہیں نہ مریں کہ بار ہا یہ مسئلہ حضور کی زبانِ الہام بیان سے بھی عاصی نے سنا ہے اسی رو سے عرض کرتا ہوں کہ آپ مجھ کو مہلت بیس یوم کی مرحمت فرمائیں تاکہ اس عرصہ میں، میں حضور کو جھونجھنوں اپنے وطن مالوفہ کو لے چلوں وہاں پہنچنے کے بعد اگر مرضی ایسی ہی ہے تو رضا بقضا ہے مگر یہ گزارش بندہ کی درجہ اجابت کی یاد سے کیا تو حضور پروانہ صاحب پر آنکھیں بند سقوط نبض عالم نزع طاری تھا مگر اس معروضہ کو سنتے ہی آنکھیں کھول دیں اور فرمانے لگے کہ۔

نصیر تو مجھے جھونجھنوں لے چلنے کو کہتا ہے لیکن ہماری حالت تو دیکھ اور فرمایا کہ تیرا معروضہ قبول، درخواست مہلت منظور ہے لیکن اب یہاں سے چلنے میں دیر نہ کرو کہ ایام مہلت تھوڑے ہیں دوبارہ ازدیاد مہلت نہ ہوگا اور حکیم صاحب سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ دیکھیے حکیم صاحب اب ہمارے کوئی بیماری بھی تو نہیں ہے حکیم صاحب نے جو نبض دیکھی تو واقعی مرض نبض سے نمایاں نہ تھا اور جیسی تندرستوں کی نبض ہوا کرتی ہے ایسی ہی آپ کی نبض چل رہی ہے۔

حکیم صاحب نے نہایت خوشی کے ساتھ قدم بوسی کی اور عرض کیا کہ ہاں حضور آپ اس وقت تندرست ہیں اور پوری صحت جسمانی حضور کو حاصل ہے۔ نیز جملہ حاضرین کو اسی مسئلہ اختیارات حیات وممات کی تصدیق ہوگئی کہ کیا تو وہ حالت تھی اور لمحہ بھر میں صحت نمودار ہوگئی۔

حضرت مولانا محمد نصیر الدین صاحب ممدوح بسواری پالکی آپ کو کچامن بوسل اسکرنول گڈھ ہوتے ہوئے جھونجھنوں لائے۔ راستہ میں شدہ

نور احمد صاحب قدس سرہٗ فرزند دویمی بھی حاضر خدمت ہو گئے نول گڈھ میں ماہ رمضان المبارک کا چاند دیکھ کر فرمایا کہ الحمدللہ کہ ہم بھی رمضان شریف میں تو داخل ہو گئے۔

یوم روانگی اجمیر سے جھونجھنوں پہنچنے تک اکثر خوارق عادات اور کرامات کا ہر ایک مقام پر آپ سے ظہور ہوا جس کو آپ کے فرزند شیخ الحدیث جناب مولانا محمد نصیر صاحب نے نجم الارشاد میں مفصل لکھا ہے' ناظرین وہاں ملاحظہ فرمائیں. اس مختصر میں گنجائش نہیں۔

جھونجھنوں پہنچنے پر آپ بہت تندرست رہے اور کسی قسم کی تکلیف لاحق حال نہ رہی. ناگاہ بتاریخ ۱۷ر رمضان المبارک کو حضرت پروانہ صاحب نے مولانا موصوف سے فرمایا کہ تمہاری مہلت قریب ختم ہو چکی ہے اب تم ہوشیار ہو جاؤ اور اسی شب کو حضرت پروانہ صاحب کو بخار اس شدت کا چڑھا کہ جس کی حد اور انتہا نہیں رہی ادھر مولانا صاحب کو بھی تپ لرزہ نے ایسا مغلوب کیا کہ العظمت للہ کو کسی بات کا ہوش نہیں رہا تمام روز حضرت پروانہ صاحب کو تکلیف بخار کی لاحق رہی اور زبان مبارک سے بار بار یہ مصرعہ پڑھتے تھے ؎

فنائے عاشقاں عین بقا بود

تاریخ ۱۸ر رمضان المبارک کی شب کو عین عالم ہوت میں آپ نے فرمایا کہ نصیرا ما باشیم نباشیم تو باشی اور لعاب دہن مبارک جناب حضرت مولینا معظم کے دہن شریف ڈال کر فرمایا کہ تم کو خدا کے سپرد کیا. اس لعاب دہن کے ڈالتے ہی حضرت مولینا صاحب موصوف کی کچھ ایسی حالت ہو گئی کہ جیسی اچھے مخموروں اور مجذوبوں کی ہوا کرتی ہے مدہوش ہو کر از خود رفتہ ہو کر دوسرے مکان میں جا گرے کہ کسی کو کچھ خبر نہ رہی ادھر حضرت پروانہ صاحب آخر شب تک وہی مصرع "فنائے عاشقاں عین بقا بود" زبان مبارک سے

فرماتے رہے اور ذکر پاس انفاس شدومد جاری تھا کبھی یہ شعر زبان الہام بیان پر آتا تھا ۔

غبار خاطر عشق مدعا طلبی است　　بخلوتے کہ منم یاد دوست بے ادبی است

اور کبھی یہ شعر فرماتے تھے ۔

اے عاشقاں اے عاشقاں من عاشق دیرینہ ام

اے صادقاں اے صادقاں من عاشق دیرینہ ام

تاریخ ۱۹ رمضان المبارک یوم دوشنبہ بوقت صبح صادق ؁۱۲۸۴ھ کو راہی ملک بقا ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون ادھر آپ نے تہیہ روانگی ملک جاودانی کیا ادھر جناب مولانا موصوف کو خواب راحت سے جگایا اور فرمایا کہ نصیر تو بے ہوش ہے ہوش میں آ، ہم جاتے ہیں حضرت مولانا فوراً جس مکان میں آپ آرام فرما رہے تھے پہنچے اور آپ کو نہ پایا صبح نماز تک ذکر جہر میں مشغول رہے بعد صلوٰۃ فجر تجہیز کر کے حسب وصیت پرواز صاحب بعد ادائے نماز جنازہ کہ جس میں صدہا آدمی شامل تھے جنازہ مبارک فتح پور کو روانہ کیا۔

۲۰ رمضان المبارک کو جنازہ مبارک کی سواری فتح پور پہنچی کہ وہاں صدہا مشتاقان دید منتظر تھے دوبارہ نماز جنازہ ادا ہوئی اور بوقت ڈیڑھ دو پہر چڑھے کہ اس آفتاب خاندان چشتیہ سلیمانیہ کو جال کے درخت کے قریب مدفون کیا جو آج زیارت گاہ خلائق اور مرجع اہل عالم ہے

تاریخ وصال اگرچہ آپ کی صدہا لکھی گئی ہیں لیکن آپ کے فرزند دوئمی حضرت مولانا شاہ نور احمد صاحب قدس سرہٗ نے جو لکھی ہے وہ یہ ہے ۔

تاریخ وصال

تاریخ وصال خواجہ نجم الدین سلیمانیؒ

شہباز اوج وحدت فارغ شدہ ز کثرت — برداشت سوئے حق سر از زانوی تعبُّد

وحدت کی بلندی کا شہباز کثرت سے فارغ اور آزاد ہو کر — جس نے عبادت کے زانو سے اپنا سر خدائے واحد کی طرف اٹھایا

از عنصری قفس چوں پرواز کرد روحش — شاداں بشاخ طوبیٰ از شوق جاگزیں شد

جس وقت اس کی روح قفس عنصری پرواز کر گئی (تو) — خوشی اور نشاۃ کے ساتھ طوبیٰ میں نہایت شوق کیساتھ اپنا آشیانہ بنا بیٹھی

با صد دریغ حسرت تاریخ گفت ہاتف — شاہنشہ ولایت نجم ہدیٰ ودیں بد

چنانچہ ہاتف غیبی نے بصد ہا افسوس کے ساتھ یہ تاریخ نکالی (کہ) — ولایت کے شہنشاہ نجم الہدیٰ والدین تھے

تصانیف حضرت خواجہ صاحب پروانہ ایک صوفی باکمال کے ساتھ ساتھ متبحر عالم بھی تھے آپ نے اردو فارسی میں تصانیف کا بیش بہا ذخیرہ چھوڑا ہے آپ کی اردو تصانیف تاریخ اردو ادب میں خاص اہمیت رکھتی ہیں۔ راجستھان میں اردو زبان کی ترویج میں حضرت پروانہ صاحب کا حصہ تھا قبلہ والدی مرشدی حضرت خواجہ غلام سرور صاحب نبیرہ اور سجادہ نشین خانقاہ خواجہ نجم الدین صاحب پروانہ آفتاب شیخاوالی میں تحریر فرماتے ہیں کہ ہمارے ملک میں اردو زبان کے سب سے پہلے مصنف اور رحای آپ ہی ہیں اور اردو زبان کی بزم ادب میں یعنی شاعری کا سہرہ بارہویں صدی کے وسط سے آپ ہی کے سر اقدس پر بندھا ہوا نظر آتا ہے آپ نے فارسی اردو میں بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں۔

آپ شعر و سخن کا بھی شوق رکھتے تھے آپ نے فارسی اردو ہندی تینوں زبانوں میں اشعار کہے ہیں آپ نے اپنی نظموں غزلوں میں مسئلہ وحدت الوجود کو مختلف انداز میں بیان کیا ہے آپ کا دیوان فارسی، اردو، ہندی دیوان نجم کے عنوان سے ۱۳۵۲ ہجری میں چھپ چکا ہے۔ دوسرا جدید ایڈیشن مع ترجمہ خواجہ سرور کتب گھر کی جانب سے دیوان

جو دیوان خواجہ نجم کے عنوان سے بہت جلد شائع ہو کر منظرِ عام پر آرہا ہے

دعاگو

فقیر حقیر پیر محمد عارف حسین عارف
خلف خواجہ غلام سرور صاحب سجادہ نشین
خانقاہ حضور شاہ ولایت فتح پور شیخاواٹی
راجستھان

شجرۂ نسب و طریقت

حضرت خواجہ حاجی محمد نجم الدین فاروقی چشتی سلیمانی ؒ

شجرۂ نسب	شجرۂ طریقت
	حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم
حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ	حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ
حضرت زید اصغر ؒ	حضرت خواجہ حسن بصری ؒ
حضرت شیخ سیدی ؒ	حضرت خواجہ عبد الواحد بن زید ؒ
حضرت شیخ زید ثانی ؒ	حضرت خواجہ فضیل ابن عیاض ؒ
حضرت شیخ حسین ؒ	حضرت خواجہ سلطان ابراہیم ادہم بلخی ؒ
حضرت شیخ علی حارث ؒ	حضرت خواجہ حذیفہ مرعشی ؒ
حضرت شیخ یوسف ؒ	حضرت خواجہ ہبیرہ بصری ؒ
حضرت شیخ عبد الرحمٰن ؒ	حضرت خواجہ ممشاد دینوری ؒ
حضرت شیخ ابراہیم ؒ	حضرت خواجہ ابو اسحاق شامی ؒ
حضرت شیخ نصیر ؒ	حضرت خواجہ ابو احمد چشتی ؒ
حضرت شیخ عمر	حضرت خواجہ ابو محمد چشتی ؒ
حضرت شیخ عبد اللہ ؒ	حضرت خواجہ ابو یوسف چشتی ؒ
حضرت شیخ محمود ؒ	حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتی ؒ
حضرت شیخ سیدی ؒ	حضرت خواجہ حاجی شریف زندنی ؒ
حضرت شیخ محمد ؒ	حضرت خواجہ عثمان ہارونی ؒ

حضرت شیخ ابراہیم ثانیؒ

حضرت شیخ محمد ثانیؒ

حضرت شیخ احمدؒ

حضرت شیخ حمید الدین صوفی ناگوریؒ

حضرت شیخ عبدالعزیز

حضرت شیخ وحید الدینؒ

حضرت شیخ محمد ثالثؒ

حضرت شیخ نظام الدینؒ

حضرت شیخ خالدؒ

حضرت شیخ مخدوم حسین ناگوریؒ

حضرت شیخ معروفؒ

حضرت شیخ عبدالفتح

حضرت شیخ عبدالقادرؒ

حضرت شیخ کمال الدینؒ

حضرت شیخ جمال الدینؒ

حضرت شیخ سیدیؒ

حضرت شیخ محمد سعدؒ

حضرت محمد سلطانؒ

حضرت شیخ فیض الدینؒ

حضرت شیخ احمد بخش

حضرت شیخ محمد نجم الدین سلیمانیؒ

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ

حضرت خواجہ شیخ فرید الدین گنجشکرؒ

حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہیؒ

حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلویؒ

حضرت کمال الدین علامہ

حضرت خواجہ سراج الدینؒ

حضرت خواجہ علم الدینؒ

حضرت خواجہ محمد عرف راجنؒ

حضرت خواجہ جمال الدین جمنؒ

حضرت خواجہ شیخ حسن محمدؒ

حضرت خواجہ شیخ محمدؒ

حضرت خواجہ یحیٰ مدنیؒ

حضرت خواجہ شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی

حضرت نظام الدین اورنگ آبادی

حضرت خواجہ مولانا فخر الدین محب النبیؒ

حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ

حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ

حضرت خواجہ حاجی محمد نجم الدین سلیمانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض مترجم

الحمدللہ وحدہ والصلوٰۃ علی من لا نبی بعدہ، اما بعد عرض کرتا ہے عاصی ہیچمدان محمد رمضان جیو تجھوی ابن حضرت قدوۃ العارفین زبدۃ الواصلین خواجہ حاجی محمد نجم الدین نظامی سلیمانی شاہ ولایت فتح پور شیخاوائی، خلیفۂ خاص جناب غوث زماں حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ اولاد حضرت خواجہ سلطان التارکین حمید الدین صوفی السوالی الت گوریؒ۔

خدمت میں ناظرین باتمکین کے کہ کتاب مناقب الحبیب من تصنیفات حضرت قبلہ وکعبہ والدی ماجدی قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ جو بمناقب و ملفوظات وکرامات واحوالِ اولاد حضور غریب نواز سلطان الہند خواجۂ خواجگان خواجہ معین الدین چشتی سنجریؒ کی بعبارت فارسی اس عاصی کی نگاہ سے گزری تو معًا اس کے دیکھتے ہی میرے دل میں یہ خیال آیا کہ یہ کتاب مستطاب ایک خزینہ ہے جواہرات کثیرہ کا اور ایک ذخیرہ ہے گوہر وغیرہ کا جس کے مطالعہ سے مبتدی راہ سلوک سے آشنا اور منتہی مجمع فیضان بوقلموں ہوجاتا ہے اور بوجہ اس کے کہ عبارت فارسی ہے عوام کو اس کے سمجھنے کی لیاقت نہیں۔

لہٰذا بموجب اصرار برخوردار سلیمان احمد طال اللہ عمرہ اور حسب ارشاد باطنی جناب مصنف رحمت اللہ علیہ کی خاکسار نے ارادہ کیا کہ ترجمہ اس کا بزبان سلیس اور عام فہم کر دیا جائے تاکہ ہر خاص و عام کو اس دریائے فیضان سے حصہ مل سکے اور دنیائے فانی میں عاصی مترجم کی بھی یادگار رہے۔ پس بفضلِ ایزدی و عنایت مرشدی فقیر نے ترجمہ اس کا باوجود عدیم الفرصتی کے ماہ صفر المظفر ۱۳۲۳ ہجری میں شروع کر کے اخیر ماہ ربیع الثانی ۱۳۲۳ ہجری میں ختم کیا ہر چند کہ مجھ کو اردو نویسی کا

مصنف قدس سرہ کی تالیف کردہ کتاب کے ترجمے کی قطعاً لیاقت نہیں تھی لیکن محض امداد الٰہی اور توجہ حضرت مصنف قبلہ وکعبہ والدی مرشدی وخوشنودی روح پرفتوح حضور غریب نواز سلطان الہند محبوب رب العالمین خواجہ معین الدین چشتی کی اُمید پر میں نے اس کے ترجمہ کو انجام دیا الحمدللہ ثم الحمدللہ۔

یقین ہے کہ میری یہ محنت جناب خواجہ بزرگ غریب نوازؒ کے دربار میں اور حضور میں حضرت مصنف الخنی جناب مرشدی والدی ماجدی اور خدمت میں ناظرین باتمکین کے مقبول ہو کر موجب نجات اور باعث سعادت اور وجہ دعاہائے مغفرت ہوگی۔

حضرات ناظرین سے توقع ہے کہ میری بے بضاعتی اور کم مائیگی علم کے عذر کو مسموع فرما کر غلطی یا بے ربطی عبارت یا سہو یا بے محاورگی پر نظر نہ ڈال کر عیب پوشی اور اصلاح میں کوشش فرمائیں گے میں نے جہاں تک ہو سکا ہے لفظی ترجمے سے تجاوز نہیں کیا ہے البتہ بعض جگہ احوال اولاد خواجہ غریبؒ نواز میں کچھ اضافہ کیا ہے جو بطور حاشیہ کے اس موقع پر میں نے اپنا نام ظاہر کر دیا ہے۔

اصل کتاب کی خوبی اور مستندی اور صحت اور عمدگی کے جتلانے کی یا لکھنے کی چنداں مجھے ضرورت نہیں کہ خود دیکھنے والے اس کے ملاحظہ کرنے سے اندازہ کر سکیں گے کہ کتنی تحقیق اور تصدیق کے ساتھ جناب مصنف نے اس کتاب کو لکھا ہے کیونکہ ہر عبارت اور مضمون کے آگے حوالہ کتب منقول عنہٗ کا موجود ہے ہاں صرف ان کتابوں کا کہ جس نے ان کتابوں کو تصنیف کیا ہے یکجائی نام لکھ دینا کفایت کرتا ہے جس سے پایۂ تحقیق اور درجۂ تصدیق نظر ناظرین میں زیادہ تر اعلیٰ اور بالا معلوم ہوگا چنانچہ وہ کتابیں صفحہ ۲۵ پر درج ہیں۔

العبد مداحی الغفران بندہ

محمد رمضان ابن حضرت خواجہ حاجی محمد نجم الدین چشتی نظامی سلیمانی وعفی اللہ عنہٗ

۲۵ ربیع الثانی ۱۳۲۳ھ ہجری

فہرست کتب معہ نام مصنف کہ جن کا حوالہ کتاب مناقب الحبیب میں دیا گیا ہے

ا	نام کتاب	نام مصنف		نام کتاب	نام مصنف
١	مرات الاسرار	عبدالرحمن چشتی	١٩	مخبر الاولیا	میاں رشید اللہ گجراتی
٢	اخبار الاخیار	شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ	٢٠	کشف المحجوب	خواجہ علی ہجویریؒ
٣	انیس العارفین	حبیب اللہ درگی	٢	فوائد الفوائد	حضرت امیر علا سنجری
٤	سیر الاولیاء	سید محمد کرمانیؒ	٢٢	فوائد السالکین	حضرت شیخ فرید الدینؒ
٥	انیس الارواح	خواجہ معین الدین چشتیؒ	٢٣	راحت القلوب	خواجہ نظام الدینؒ اولیاء
٦	مونس الارواح	جہاں آرا بیگم	٢٤	قول مستحسن شرح فخر الحسن	مولینا احسن الزماں حیدرآبادی
٧	کلمات الصادقین	محمد صادق	٢٥	نافع السالکین	مولانا امام الدین
٨	دلیل العارفین	خواجہ قطب الدینؒ	٢٦	تاریخ فرشتہ	محمد قاسم شاہ فرشتہ
٩	زبدۃ الحقائق		٢٧	سیر الاقطاب	شیخ اللہ دیا چشتی
١٠	سرور الصدور	شیخ فرید الدین چاکپری	٢٨	روضۃ الاحباب	میر سید جلال الدین محدث
١١	سیر العارفین	شیخ جمالی قادری	٢٩	سبع سنابل	میر عبدالواحد بلگرامی
١٢	سفینۃ الاولیاء	شہزادہ دارا شکوہ قادری	٣٠	اقتباس الانوار	شیخ اکرم چشتی
١٣	تحفۃ الراغبین	شیخ الاسلام احمد رشید الدین محمد رومی	٣	جامع العلوم	سید جلال الدین مخدوم جہانیاں
١٤	خیر المجالس	شیخ حمید قلندر	٣٢	آداب الطالبین	حضرت شیخ محمد
١٥	دلیل المحبین	حضرت امیر خسرو	٣٣	بحر الحقائق	شیخ نجم الدین رازی
١٦	بحر المعانی	سید محمد جعفر مکیؒ	٣٤	شجرۃ الانوار	رحیم بخش فخری
١٧	بحر الانساب	سید محمد مکیؒ	٣٥	تاریخ ہند	مولانا ذکاء اللہ دہلوی
١٨	مدینۃ المعین	[illegible] چشتی	٣٦	شجرہ اولاد غریب نوازؒ	
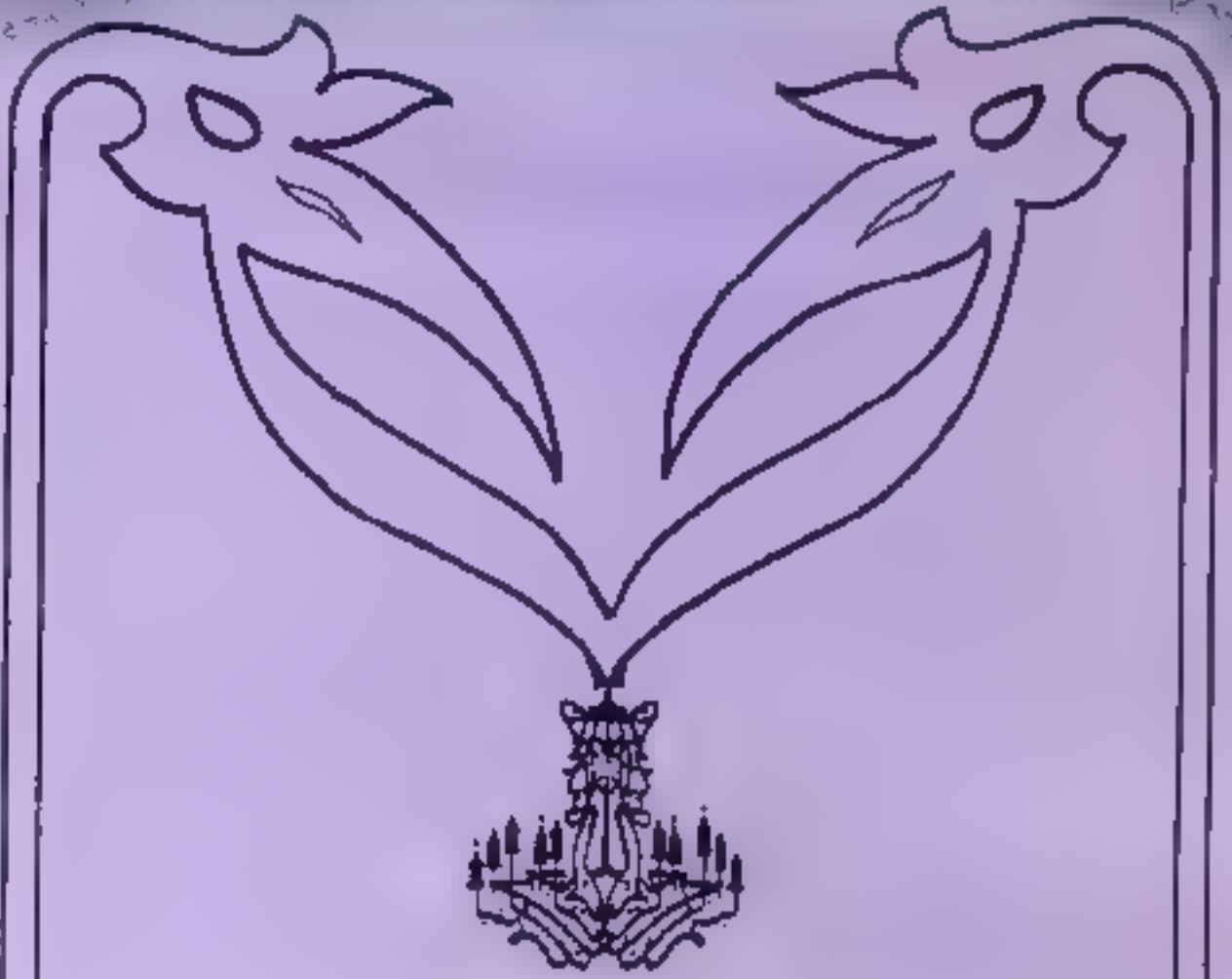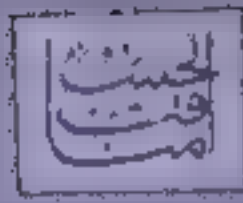
ترجمہ

اِلتماسِ مُصنّف

خدمت میں صاحبزادگان اولادِ خواجہ خواجگان وغیرہ آنحضرت سے دست بستہ عرض ہے کہ اس کتاب میں اگر کسی جگہ غلطی نسب نامہ میں یا تقدیم و تاخیر واقعہ ہوئی ہو اس کو للہ معاف فرمادیں اور اس کے صحیح کرنے میں سعی کریں کیونکہ اس کتاب میں جو کچھ اس فقیر نے لکھا ہے کتاب مداین المعین سے شجرۂ اولاد خواجہ بزرگ یا ایک رسالہ دوسرے سے جو کہ تصنیف ہوا تھا عہد جلال الدین محمد اکبر بادشاہ میں اور بعض دیگر کتب معتبرہ سے لکھا ہے۔

چونکہ مصنف مدین المعین کو بعض جگہ ذکر اولاد خواجہ بزرگ میں بسبب بے خبری غلطی واقع ہوئی ہے اور فقیر کو اس کی تحقیق تھی پس اس سے قطع نظر کرکے میں نے اپنی تحقیق سے صحیح حال لکھا ہے یعنی جو کچھ حال سجادگی کا قبل دیوان سراج الدین کے دیوان خواجہ بایزید بزرگ تک لکھا ہے وہ مداین المعین سے لکھا ہے اور بعد دیوان سراج الدین کے اس زمانہ تک جو کچھ تحریر کیا ہے وہ شجرۂ اولاد دیوان علاء الدین سے لکھا ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

لیکن غرض اس فقیر نام گیر حضرت پیر دستگیر خواجہ بزرگ کی یہ تھی کہ نسب نامہ حضرت خواجہ بزرگ کا سوائے اولاد پاک نہاد کے صحیح کروں۔ کہ منکرین اولاد خواجہ کی آنکھوں میں خاک پڑے اور وہ جان لیں کہ بلاشک و شبہ اس وقت تک کہ ۱۲۸۲ہجری ہے اولاد خواجہ غریب نوازؒ کی صحیح النسب اور نجیب الطرفین موجود ہے جو بفضل خدا پوری ہوگئی ورنہ اس غلام خاندان چشت کو کوئی مطلب دیوانی اور سجادگی سے نہیں ہے۔

میں جملہ اولاد خواجہ بزرگ کا عام اس سے کہ وہ صاحب سجادہ ہوں یا دیوان ہوں یا نہ ہوں اپنے عقیدے میں غلام ہوں اور ہر ایک اولاد خواجہ کو بجائے خواجہ بزرگ کے سمجھتا ہوں اور اس حدیث نبویؐ پر عمل کرتا ہوں قال علیہ السلام كُلُّ نَسَبٍ وَّ حَسَبٍ يَنْقَطِعُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ اِلَّا نَسَبِىْ وَحَسَبِىْ. اَكْرِمُوْا اِلَى الصّٰلِحُوْنَ لِلّٰهِ وَالطَّالِحُوْنَ لِىْ۔ ہر نسب و حسب قیامت کے روز ختم ہو جائے گا علاوہ میرے حسب و نسب کے خدا کیلئے صلحا کی اور مجھ سے نسبت رکھنے والوں کی عزت کرو۔ اور ان کے حق میں دعا کرتا ہوں۔ فقط

نجم الدین

مفصّل شجرہ سلسلۂ طریقت

خواجہ حاجی محمد نجم الدین سلیمانی

بقلم خود صاحب تصنیف

واضح ہو کہ باعث تقریر اور تحریر و تصنیف و تالیف اس کتاب مناقب الحبیب کا یہ ہے کہ اس فقیر کو خدمت میں خواجہ بزرگ کی چند نسبتیں حاصل ہیں۔

اوّل یہ کہ سلسلہ پیران عظام اس عاصی کا حضرت خواجہ بزرگ تک منتہی ہوتا ہے۔ میں نام لیوا اس پیر دستگیر کا ہوں۔ اس تفصیل سے کہ یہ فقیر حاجی محمد نجم الدین باشندہ قصبہ جھونجھنوں نبیرہ حضرت سلطان التارکین حمید الدین صوفی الناگوری سعیدی فاروقی کا۔ مرید اور خلیفہ حضرت غوث زماں خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

خواجہ محمد سلیمان صاحب تونسویؒ

تاریخ وفات وفات آپ کی ہفتم ماہ صفر المظفر ۱۲۶۷ھ ہجری میں ہوئی۔

قبر مبارک قبر مبارک آپ کی قصبہ تونسہ (سنگھڑ) ضلع ڈیرہ غازی خاں پنجاب پاکستان میں ہے۔ یہ مرید اور خلیفہ حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ کے ہیں

خواجہ نور محمد مہارویؒ

تاریخ وفات وفات آپ کی سوئم ذی الحجہ ۱۲۰۵ھ ہجری میں ہوئی

قبر مبارک قبر مبارک آپ کی موضع تاج سرور میں ہے جو مہار شریف سے تین کوس بجانب جنوب ہے یہ مرید اور خلیفہ حضرت مولانا فخرالدین محب النبی دہلوی کے ہیں۔

حضرت مولانا فخرالدینؒ محب النبی دہلوی

تاریخ وفات وفات آپ کی ۲۷ جمادی ثانی ۱۱۹۹ھ ہجری میں ہوئی۔

قبر مبارک قبر مبارک آپ کی شہر دہلی خانقاہ حضرت خواجہ قطبؒ الدین بختیار کاکی میں ہے یہ مرید اور خلیفہ اپنے والد بزرگوار شیخ نظام الدین اورنگ آبادی کے ہیں۔

حضرت خواجہ نظام الدینؒ اورنگ آبادی

تاریخ وفات وفات آپ کی ۱۲ ذی قعدہ ۱۱۴۲ھ ہجری میں ہوئی۔

قبر مبارک قبر مبارک آپ کی اورنگ آباد میں ہے یہ مرید اور خلیفہ حضرت شیخ کلیم اللہ جہان آبادی کے ہیں۔

حضرت شیخ کلیم اللہ جہان آبادی

تاریخ وفات وفات آپ کی ۲۴ ربیع الاول ۱۱۴۲ھ ہجری میں ہوئی۔

قبر مبارک قبر آپ کی شاہجہان آباد دہلی میں جامع مسجد کے قریب ہے یہ مرید اور خلیفہ حضرت شیخ یحیٰی مدنی کے ہیں۔

حضرت شیخ یحییٰ مدنیؒ

تاریخ وفات وفات آپ کی ۲۸ صفر سنہ ۱۱۲۲ھ ہجری میں ہوئی۔

قبر مبارک قبر مبارک آپ کی مدینہ منورہ جنت بقیع میں زیر روضہ حضرت عثمان غنیؓ کے ہے۔ یہ مرید اور خلیفہ اپنے دادا حقیقی حضرت شیخ محمدؒ کے ہیں۔

حضرت شیخ محمدؒ

تاریخ وفات وفات آپ کی ۲۸ ذی قعدہ اور بروایت شجرۃ الانوار ربیع ۲۹ ربیع الاول سنہ ۹۸۲ھ ہجری میں ہوئی۔

قبر مبارک قبر مبارک آپ کی احمد آباد گجرات میں متصل مسجد نصار کے ہے یہ مرید اور خلیفہ اپنے دادا شیخ محمد حسن کے ہیں۔

حضرت شیخ حسن محمدؒ

تاریخ وفات وفات آپ کی ۲۹ ربیع الآخر سنہ ۱۰۴۰ھ ہجری میں ہوئی۔

قبر مبارک قبر مبارک آپ کی احمد آباد گجرات میں اپنے والد بزرگوار کے برابر مسجد انصار کے پاس ہے۔ یہ مرید اور خلیفہ اپنے چچا جمال الدین جمنؒ کے ہیں۔

حضرت شیخ جمال الدین جمنؒ

تاریخ وفات وفات آپ کی بستم (بیس) ذی الحجہ سنہ ۹۴۰ھ ہجری میں ہوئی۔

قبر مبارک قبر مبارک شہر چاپانیر میں ہے جو قریب احمد آباد گجرات کے ہے کذا فی مراۃ ضیائی اور شجرۃ الانوار میں قبر ان کی احمد آباد گجرات میں لکھی ہے یہ مرید اور خلیفہ شیخ محمود عرف راجن کے ہیں۔

حضرت شیخ محمود عرف راجنؒ

تاریخ وفات | وفات آپ کی ۲۰ صفر المظفر ۹۰۰ ہجری میں ہوئی۔

قبر مبارک | قبر مبارک آپ کی پیران پٹن میں ہے یہ مرید و خلیفہ اپنے پدر والا قدر شیخ علم الدین کے ہیں۔

حضرت شیخ علم الدینؒ

تاریخ وقت | وفات آپ کی ۲۰ صفر المظفر ۸۰۹ ہجری میں ہوئی۔

قبر مبارک | قبر مبارک آپ کی بھی پیران پٹن میں ہے یہ مرید و خلیفہ اپنے والد ماجد شیخ سراج الدین کے ہیں۔

حضرت شیخ سراج الدینؒ

تاریخ وفات | وفات آپ کی ۲ جمادی الاول ۸۴۳ ہجری میں ہوئی۔

قمر مبارک | قبر مبارک آپ کی بھی پیران پٹن میں ہے یہ مرید اور خلیفہ اپنے والد ماجد کمال الدین علامہ کے ہیں۔

حضرت شیخ کمال الدینؒ علامہ

تاریخ وفات | وفات آپ کی ۲۷ ذی قعدہ ۷۵۶ ہجری میں ہوئی۔

قبر مبارک | قبر مبارک آپ کی دہلی میں خانقاہ اپنے پیر و مرشد شیخ نصیر الدین چراغ دہلی میں پائیں روضہ شریف کے ہے یہ مرید اور خلیفہ خال حقیقی اپنے چچا کے بیٹے شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی کے ہیں۔

حضرت شیخ نصیرالدین چراغ دہلی

تاریخ وفات | وفات آپ کی ۱۸ رمضان المبارک ۷۵۷ھ ہجری میں ہوئی۔

قبر مبارک | قبر مبارک آپ کی دہلی میں ہے (جو چراغ دہلی کے نام سے مشہور ہے، یہ مرید اور خلیفہ حضرت محبوب الٰہی سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء کے ہیں۔

حضرت شیخ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ

تاریخ وفات | وفات آپ کی ۱۸ ربیع الآخر ۷۲۵ھ ہجری میں ہوئی۔

قبر مبارک | قبر مبارک آپ کی غیاث پور میں ہے (جو بستی نظام الدین کے نام سے مشہور ہے، یہ مرید اور خلیفہ حضرت گنج شکر فرید الدین مسعود اجودھنی کے ہیں۔

حضرت شیخ فریدالدین گنج شکرؒ

تاریخ وفات | وفات آپ کی ۵ محرم ۶۶۴ھ ہجری میں ہوئی۔

قبر مبارک | قبر مبارک آپ کی پاک پٹن میں ہے یہ مرید اور خلیفہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے ہیں۔

حضرت شیخ قطب الدین بختیار کاکیؒ

تاریخ وفات | وفات آپ کی ۱۴ ربیع الاول ۶۳۳ھ ہجری میں ہوئی۔

قبر مبارک | قبر مبارک آپ کی دہلی کہنہ میں ہے جسے اب مہرولی کہتے ہیں، یہ مرید اور خلیفہ حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی کے ہیں۔

حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی

تاریخ وفات وفات آپ کی ہفتم (۶) رجب ۶۳۳ھ ہجری میں ہوئی۔

قبر مبارک قبر مبارک آپ کی ——— اجمیر شریف میں ہے۔

فائدہ بعد حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے حضرت سید المرسلین خاتم النبیین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک اسامی سلسلہ پیران طریقت چشتیہ اس فقیر کے اس کتاب کی فصل اول میں لکھے گئے ہیں۔ تاریخ مع وفات اور نشان مزارات کا اس جگہ اعادہ غیر ضروری سمجھ کر موجب طوالت خیال کرتا ہوں اگرچہ ذکر اوصاف حمیدہ اور اخلاق برگزیدہ اپنے پیران کا عین عبادت ہے اور باعث تازگی ایمان طالب کا جیسا کہ سبع سنابل میں لکھا ہے ؎

ہر مرید صادق صاحب تمیز — **ہست ذکر سیر پیران عزیز**

ہر مرید جو سچا اور ہوشمند ہے — وہ پیران عزیز کی سیر کے ذکر سے ست ہے

ذکر پیراں تازہ ایمانش کند — **قصہ شاہ جلوہ ہر جانش کند**

پیروں کا ذکر ان کے ایمان کو تازہ کرتا ہے — ان کے واقعات اس کے جان پر تجلی ڈالتے ہیں

حدیث شریف میں آتا ہے۔ قال علیہ السلام **مَنْ اَحَبَّ شَیْئًا اَکْثَرَ ذِکْرَہٗ** (جو شخص جس چیز سے محبت کرتا ہے اس کا تذکرہ زیادہ کرتا ہے)

اور دوسری حدیث میں ہے۔ **اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّہٗ** (آدمی جس چیز کو پسند کرتا ہے اس سے محبت کرتا ہے۔) اسی واسطے خواجہ بزرگ کا ذکر اور ان کے مناقب کو اس کتاب میں جمع کیا گیا ہے۔

دوسری نسبت اس فقیر کو خواجہ بزرگ سے یہ ہے کہ سلسلہ آباؤ اجداد اس فقیر کا حضرت سلطان التارکین حمید الدین صوفی ناگوریؒ سے ملتا ہے یعنی کہ میں ان کی اولاد سے ہوں اور حضرت سلطان التارکین خلیفۂ اعظم جناب خواجہ بزرگ کے ہیں اور آپ کے امام نماز تھے یعنی سلسلۂ جدی بھی میرا خواجہ بزرگ

خواجہ معین الدین چشتی تک پہونچتا ہے پس اسی راہ سے بھی ذکر خواجہ کا لکھنا بطریق اولیٰ واجب تھا۔

تیسری نسبت اس فقیر کو حضرت خواجہ سے یہ ہے کہ جناب خواجہ نے اپنی زبان اقدس سے جدی الاعلیٰ خواجہ سلطان التارکین حمید الدین صوفی سے فرمایا ہے کہ حمید الدین تمہاری اور ہماری اولاد ایک ہے کذافی مونس الارواح وغیرہ۔

پس جیسا کہ حضرت خواجہ نے فرمایا تھا وہی ہوا کہ مابین اولاد خواجہ بزرگ اور خواجہ حمید الدین صوفی کے اس زمانے سے اس وقت تک رشتے داری اور قرابت جاری ہے۔ دختران اولاد خواجہ بزرگ سلطان التارکین سے بیاہی جاتی ہیں اور دختران اولاد سلطان التارکین اولاد خواجہ بزرگ سے منکوحہ ہوتی ہیں۔ ذکر ان کا حسب موقع فصل پنجم میں کیا گیا ہے اور اب یکجائی بطریق تفصیل کے صفحہ نمبر ۲۲۴ تا ۲۲۵ پر درج کیا گیا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ مصنف

حمد و ثنا سزاوار ہے خاص اس پروردگار کو کہ جو دینِ مصطفےٰ کا حامی اور شریعت مجتبیٰ کا مددگار ہے رجوع ہر مستعین کے اس کی طرف ہے جیسے کہ وہ فرماتا ہے۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ (تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں) اور پریشان حال بیقرار کی لجاج اسی سے ہے جیسا کہ وہ حکم دیتا ہے اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ وَیَکْشِفُ السُّوْٓءَ (بھلا کون پہنچتا ہے بیکس کی پکار کو جب پکارتا ہے اس کو اور دور کر دیتا ہے اس سے سختی۔)

مستعین را تو معین و عاجزاں را قادری ... ہر مضطر مددگار آمدی

تو مجبوروں کا مددگار اور عاجزوں کا دستگیر ہے ... اور ہر پریشان حاضر و غائب کا مددگار بن کر آیا ہے

بعد ذاتِ الٰہی درود و صلوٰۃ کافی اس حبیب رب العالمین ختم المرسلین پر جو وقف ہوا جب الٰہیہ اور بنی ہوا بنا لولاک ما خلقت تمام عالم علوی اور سفلی اس کے نور کا ظہور ہے

وصلے علیٰ نور کزو شد نور ہا پیدا ... زمیں از حکم او ساکن فلک در عشق او شیدا

رحمت حق ہو اس نور پر جس سے ہر قسم کے نور کا وجود ہوا ... کہ زمین اس کے حکم سے ٹھہر گئی اور آسمان اس کے عشق میں شیدا ہو گیا

محمد احمد محمود کو را نما لقش بستود ... ازو شد جود ہر موجود زو شد دیدہا بینا

محمد احمد محمود جیسے مبارک نام اللہ نے آپ کی تعریف کی ... دنیا میں آپ ہی کی وجہ سے ہر چیز وجود میں آئی اور آنکھیں بینا ہوئیں

گر نام احمد نیاوردے شفیع آدم ... نہ آدم یافتی توبہ نہ نوح از غرق بخینا

اگر محمد کے نام مبارک کو حضرت آدم اپنی شفاعت کا وسیلہ نہ بناتے ... تو نہ آدم کی توبہ قبول ہوتی اور نہ ہی نوح کو نجات ملتی

نہ یوسف حشمت و شوکت نہ ایوب بلا راحت ... نہ عیسیٰ آں مسیحا دم نہ موسیٰ آں ید بیضا

نہ یوسف کو مصر کی شاہی ملتی اور نہ ہی ایوب کو بیماری سے نجات ملتی ... نہ ہی عیسیٰ کو مسیحائی عطا ہوتی اور نہ ہی موسیٰ کو ید بیضا ملتی

ز شرح سینہ اش جامی الم نشرح لک بر خواں ... ز معراجش چہ می پرسی کہ سبحان الذی اسرا

اے جامی دل و جان سے سورہ الم نشرح لک پڑھو ... آپ کی رفعت کا کیا ٹھکانہ جبکہ سورہ اسرا معراج کیلئے موجود ہے

وعلیٰ آلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین۔ اما بعد اس کے فقیر حقیر درویشوں کا غلام دلریشوں کا خاک بیز خرمن خواجگان چشت کا خوشہ چیں عاصی حاجی محمد نجم الدین چشتی نظامی فخری سلیمانی رہنے والا قصبہ جھنجھنوں علاقہ جے پور کا معاف کرے اللہ

تعالیٰ خطا اس کی اور بخشے سب گناہ اس کے بیٹا حضرت شیخ احمد بخش بن شیخ فیض الدین بن شیخ محمد سلطان بن شیخ محمد سعد بن شیخ محمد سعید بن شیخ جمال الدین بن شیخ کمال الدین بن شیخ عبدالقادر جن کا ذکر کتاب اخبار الاخیار میں ہے۔ بن شیخ عبدالفتح بن شیخ خواجہ معروف بن شیخ حضرت خواجہ مخدوم حسین ناگوری جن کی کمالیت اور بزرگی کا تذکرہ اخبار الاخیار مرات اسرار اقتباس انوار وغیرہ ملفوظات خواجگان چشت میں مشرح اور مفصل موجود ہے بن شیخ خالد بن شیخ نظام الدین بن شیخ محمد بن شیخ وحید الدین بن شیخ عبدالعزیز شہید المحبت جن کا انتقال لیلۃ الرغائب میں اس شعر پر ہوا ہے

جاں بدہ و جاں بدہ و جاں بدہ　　فائدہ گفتن بسیار چیست

جان قربان کردے جان قربان کردے جان قربان کردے　　زیادہ باتوں میں فائدہ نہیں ہے

پس انھوں نے کہا حالت وجد میں مصرع

جان دادم و جان دادم و جان دادم (جان دیتا ہوں میں جان دیتا ہوں میں اور جان دیتا ہوں میں) اور اپنی جان آفریں کے حوالے کر دی ابن حضرت شیخ المشائخ سلطان التارکین خواجہ حمید الدین صوفی السوالی الناگوری السعیدی الفاروقی رضی اللہ عنہم کے بعضے محبان دلی اور معتقدین خواجگان چشت نے اس فقیر سے سوال کیا کہ اگر ایک رسالہ فضائل مناقب میں حضرت خواجۂ خواجگان حبیب اللہ و محبوب الرحمٰن رسول رسول اللہ فی الہندوستان غوث الارض و سما سید العارفین سلطان الواصلین خواجہ معین الحق والدین حسن سنجری ثم اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے مع ذکر اولاد پاک نہاد آنحضرت کہ جو اس وقت تک موجود ہیں لکھا جاوے تو معتقدین اس خاندان کی آنکھوں میں نور اور دل کو سرور حاصل ہو اور منکرین اس دودمان عالی شان کی چشموں میں خاک اور دل میں آزار پیدا ہوئے۔

لہٰذا بپاس خاطر ان احباب کے میں نے اس رسالہ کو ۱۳۱۱ ہجری میں معتبر کتابوں خاندان چشت سے کہ انکا نام ہر ایک کا حوالہ کی جگہ لکھا جائے گا انتخاب کر کے جمع کیا اور مناقب الحبیب نام رکھ کر ایک مقدمہ اور پانچ صحو اور ایک خاتمہ پر ترتیب دیا۔ ہو الموفق والمستعان۔

ازفقیر حاجی نجم الدین سُلیمانی

مقدمہ

جان اے عزیز کہ مذہب حضرات صوفیا اہل سلوک میں چار پیر اور چودہ خانوادہ مشہور ہیں باقی جتنے سلسلے ہیں وہ سب ان کی شاخ ہیں پس ہر ایک گروہ والے حسب الحکم ایزد ذوالجلال کُلّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ (ہر گروہ جو اس کے پاس ہے خوش ہے) اپنے پیران سلسلے کو ترجیح دیتے چلے آئے ہیں یہاں تک کہ اکثر اپنے پیر کے برابر دوسروں کو نہیں سمجھتے یہ عمل ان کا محض غلبہ عشق کے سبب سے ہے کہ رتبہ فنافی الشیخ کو پہونچکر ایسا کرتے ہیں ورنہ دراصل تمام اولیاء اللہ مقبولان خدا اور محبوبان بارگاہ کبریا اعلیٰ اور افضل اور نورٌ علیٰ نور ہیں جسکو جس سلسلے سے اعتقاد اور ربط ہو اسمیں بیعت کرے کہ بشرط متابعت اور پیروی حقیقی اس خاندان کو اپنے کی مراد اصلی اور مقصود دلی کو پہونچے گا۔

تمام اولیاء اللہ بارہ قسم کے ہیں بعضے ان میں سے بعض سے رتبہ میں افضل ہیں چنانچہ درجہ ولایت میں سب سے اعلیٰ گروہ محبوبوں کا ہے اور گروہ صدیقان بھی قسم محبوبوں سے ہے اور ایسے ہی گروہ حبیب کا بھی اسی رتبہ محبوبی میں داخل ہے اس کے بعد گروہ ازاد ہے اس کے بعد گروہ غوث کا ہے اس کو قطب الاقطاب بھی کہتے ہیں اور قطب مدار عالم بھی اسی کا نام ہے اس کے بعد گروہ امامانکا ہے اس کے بعد اقطاب اس کے بعد اوتاد اس کے بعد ابدال اس کے بعد نجبا اس کے بعد نقبا اس کے بعد عمد اس کے بعد اخیار اس کے بعد ابرار اس کے بعد مکتومان تفصیل

احوال ان جملہ اولیاء اللہ کی اس فقیر نے کتاب گلزار وحدت اور رحت العاشقین اور حیات العاشقین میں لکھی ہے پس ہر ایک ولی پر اس کے درجہ کے مطابق اعتقاد رکھنا چاہئے۔

غریبؒ نواز کو درجہ محبوبی اور حبیبی اللہ کی جانب سے عطا ہوا

کتاب بحر المعانی میں حضرت فرد الافراد سید محمد جعفر مکی کہ جو خلفائے عظام خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی سے ہیں لکھتے ہیں کہ امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اولیاء اللہ سے چند بزرگ درجۂ محبوبی کو پہونچے ہیں اوّل ابوبکر شبلیؒ دوم خواجہ بایزید بسطامیؒ سوم شیخ عبد القادر جیلانی چہارم شیخ فریدالدین گنجشکر اجودھنی، پنجم سلطان المشائخ حضرت نظام الدینؒ اولیاء محبوب الٰہیؒ یہ تحریر ان کی بنظر زیادت اہتمام ان کے حال کے ہے مقصود ان کا حصر نہیں ہے کیونکہ بہت سے محبوب اور حبیب گذرے ہیں جن کا حال دوسری کتابوں میں لکھا ہوا ہے چنانچہ حال محبوبی اور حبیبی حضرت خواجۂ خواجگان معین الدین چشتی کا کتاب سیر الاولیاء اور مرات اسرار اور سیر الاقطاب اقتباس الانوار وغیرہ میں ثبت ہے اور ظاہر ہے کہ ہر محبوب کی محبوبی کا حال یا تو کتب مشائخ سے ظاہر ہوتا ہے یا خود اس بزرگ کے قول سے کہ جو درجۂ محبوبی رکھتا ہو لیکن حضرت خواجہ غریب نوازؒ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کے درجۂ محبوبی اور حبیبی کا اثبات اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوا ہے۔ وہ اس طرح سے ہے کہ کتاب سیر الاولیاء جو خاندان چشتیہ کی معتبر کتابوں سے لکھا ہے کہ جب حضرت خواجہ بزرگ اجمیری نے انتقال فرمایا تو آپ کی پیشانی مبارک پر یہ عبارت بحروف سبز قلم قدرت سے ظاہر ہوئی حَبِیْبُ اللّٰہِ مَاتَ فِیْ حُبِّ اللّٰہِ (اللہ کے حبیب کا انتقال اللہ کی محبت میں ہوا) اور یہی کتاب اخبار الاخیار مرات اسرار سیر العارفین سیر الاقطاب اقتباس الانوار وغیرہ میں لکھا ہے۔ پس یہ رتبہ خاص ہے جو حضرت خواجہ بزرگ خواجہ معین الدینؒ چشتی کو حق تعالیٰ کی طرف سے عنایت ہوا ہے یا ذوالنون مصریؒ کو ملا ہے ہر چند کہ بیسیوں ملفوظات خواجگان چشت اور حضرات قادریہ نقشبندیہ وغیرہ کے اس فقیر کی نگاہ سے گذرے ہیں مگر یہ فضل اور

علو مدارج جو حضور غریب نواز کا تھا کسی دوسرے بزرگ کی شان میں دیکھنے میں نہیں آیا ہاں ذوالنون مصریؒ کے حال میں فرزور درج ہے۔ جیساکہ کتاب کشف المحجوب میں شیخ علی بن عثمان ہجویری نے لکھا ہے کہ جب ذوالنون مصریؒ فوت ہوئے تو ان کی پیشانی پر یہ عبارت لکھی ہوئی ظاہر ہوئی۔ ھذا حبیب اللہ من حب اللہ مات قتیل اللہ اللہ کا حبیب جو اللہ کی راہ میں شہید ہوا۔ اب میں لفظ حبیب کے معنی لکھتا ہوں۔

واضح ہو کہ لفظ حبیب صیغہ مبالغہ کا ہے اس کے معنے ہیں بہت محبوب یعنی محبوب خاص ہے اور حبیب اخص ہے لفظ حبیب میں معنی فاعل و مفعول دونوں پائے جاتے ہیں یعنی عاشق و معشوق اس طرح ہے کہ خدا کا وہ عاشق اور خدا اس کا عاشق۔ بخلاف محبوب کے کہ اس میں ایک صفت معشوق ہی کی ہے پس حبیب خاص تر ہو محبوب سے کہ جو صاحب دونوں رتبہ کا ہے اس واسطے حضرت سلطان المشائخ نظام الدین محبوب الٰہی نے فرمایا ہے کہ ہمارے پیر خواجگان چشت تمام عاشق ہوئے ہیں یعنی اگرچہ درجہ محبوبی کو پہنچے ہیں۔ لیکن مرتبہ عاشق کو بھی ہاتھ سے نہیں دیا ہے کیونکہ عشق کا درجہ بہت بڑا ہے جیساکہ اللہ تعالیٰ محبوب اور معشوق تمام عاشقوں کا ہے مگر عاشق بھی بعض محبوبوں کا ہے ؎

گرچہ معشوقی لباس عاشقی پوشیدہ   پس بچشم عاشقاں خود را تماشا کردہ

اگرچہ معشوقی لباس عاشقی میں پوشیدہ ہے   پس عاشقوں کی نگاہ میں خود کو تماشا رکھا ہے

اے برادر ایک عاشق ابتر ہے اور ایک واصل ابتر ہے اور ایک عاشق واصل ہے پس سالک لوگ تین قسم کے ہوتے جو عاشق کہ وصل کا ڈھونڈنے والا ہے ابھی اس کو وصل نصیب نہیں ہوا ہے اس کو عاشق ابتر کہتے ہیں اور واصل اس کو کہتے ہیں کہ دوست کے وصل سے مشرف ہو گیا اور جو اضطراب و بے قراری عشق میں رکھتا تھا اس کی جگہ خطا و سرور اور بے غمی پیدا ہو گئی اور ذائقہ عشق اس سے جاتا رہا اس کو واصل ابتر کہتے ہیں اور واصل عاشق وہ ہے کہ اگرچہ وصل محبوب اس کو حاصل ہو گیا مگر ابھی تک تشنگی عشق کی باقی ہے ذوق عشق ہاتھ سے نہیں دیا ہے اس مقام کا رتبہ بہت اونچا ہے ہمارے حضرات خواجگان چشت اسی مذاق کے رکھنے والے ہوئے ہیں جیسے کہ مولانا معین ہروی کہتے ہیں ؎

سوز دل خستہ از وصالش نہ نشست | وین تشنگی از آب زلالش نہ نشست
عاشقِ خستہ کا سوزِ دل محبوب کے وصال سے کم نہ ہوا | یہ عشق کی تشنگی وصل کے صاف پانی سے بھی ٹھنڈی نہ ہو سکی

اور حافظ شیرازی فرماتے ہیں ؎

گفتمش در عین وصلے نعرہ و فریاد چیست | گفت مارا جلوۂ محبوب در ایں کار داشت
میں نے کہا کہ بوقت وصال، یہ نالہ و فریاد کیسی | اس نے کہا کہ ہمارے محبوب کا جلوہ اسی میں کارفرما ہے

اور ایک بزرگ فرماتے ہیں ؎

در وصالیم و ہماں خون جگری نوشیم | تلخی از دل نبرد قربت زمزم مارا
وصالِ یار میں بھی ہم خون جگر پیتے ہیں | زمزم کا قرب بھی ہماری تشنگی دل و تلخی کو دور نہیں کر سکا

دوسرے صاحب لکھتے ہیں ؎

عجبے نیست کہ سرگشتہ شود طالب دوست | عجب اینست کہ من واصل و سرگرداں نم
کوئی تعجب نہیں کہ دوست کی طلب میں حیران و پریشان ہو | تعجب تو یہ ہے کہ میں وصل میں سرگرداں ہوں

اے عزیز شرح اس مقام کی بہت دراز ہے اس موقع پر لکھنے کے قابل نہیں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جو فرمایا کرتے تھے ربِّ زدنی تحیراً فیک اے اللہ میرے اندر اپنے بارے میں تحیر کی زیادتی کر دے اسی معنی میں فرماتے تھے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قل ربِّ زدنی علماً (کہہ اے اللہ میرے علم میں اضافہ فرما) یہ بھی اسی طرف اشارہ ہے۔ انتہا کہاں ہے جس کو منتہا کہا جائے سیر الی اللہ کو ابتدا انتہا ہے اور سیر فی اللہ کو ابتدا ہے انتہا نہیں ہے۔ جب واصل اس رتبہ کو پہنچتا ہے تو حیرت در حیرت ہوتا ہے یہ جس قدر مسافت طے کرتا ہے اسی قدر منزل باقی رہتی ہے یہ ایک دریا ہے ناپیدا کنار اور ایک جنگل ہے غیر محدود۔

مراتب سیر میں بطبقہ بست یکم —— حضرت بندہ نواز سید محمد گیسو دراز خلیفہ اعظم حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی کے ملفوظ جامع الکلم سے لکھا ہے کہ خواجہ بندہ نواز فرماتے تھے کہ ہمارے حضرت خواجگان چشت و صوفیا عاشق ہوئے ہیں و در شیخ شہاب الدین اور ان کے پیرو مرد ماں واصل عارف ہوئے ہیں لیکن عشق چیز

دوسری ہی ہے اور فرمایا ہر چیز کیلئے آفت ہوتی ہے مگر عشق کیلئے دو آفتیں ہیں ایک آفت ابتدا
دوسری انتہا آفت ابتدا یہ ہے کہ اس قدر درد عشق اور غم طلب معشوق کا اس پر طاری ہو کہ وہ
خود محیط ہو جائے انتہا مدت اس پر گزری کہ اس کو اس میں لذت کامل حاصل ہو، مگر کوئی
راستہ وصل محبوب کا اس پر کشادہ نہ ہوئے اور وہ یہ سمجھ لے کہ درد و غم کے سوا کوئی نقد قابل وصل نہیں
صرف یہی ہے اور ایک مدت کے بعد درد و غم اس کی طبیعت بن جائے اور عادت ہو جائے
اور ذوق درد و غم کا نہ رہے نہ لذت وصل کی حاصل ہو اس طرح ضائع اور سرد ہو جائے۔ نعوذ باللہ

آفت انتہائے عشق کی یہ ہے کہ وصلِ معشوق سے لذت حاصل ہو درد و
غم جدائی کا دفعہ ہو مدت کے بعد وصال بھی عادت اس کی ہو جاوے اور ذوقِ وصل
بھی جاتا رہے اس حالت میں سیوائے ذوق اور خوشی اور راحت کے کچھ حاصل نہ ہو وصل
بے ذوق اور فراق بے لذت الم نا کارہ ہے چونکہ آدمی سرد ہو جاتا ہے عشق جاتا رہتا ہے
اور محروم ذوق جمالِ محبوب ہو جاتا ہے نعوذ باللہ منہا اگر وصل حاصل ہے لیکن
ذوق کہاں جس سے راحت ملے اور مجرد وصال کس کام کا اور عشق برخوردار وہ ہے کہ عاشق
ابتدائی حالت میں مشغول لذتِ فراق اور مبتلائے ذوق الم پوشیدہ فرقتِ جدائی ہو اور
انتہا میں جتنا وصل ہو زیادہ ہو ذائقہ مزید پاوے اور طلب زیادہ ہو درد پہ درد بڑھے
کہتے ہیں کہ اس عاشق کی عاقبت بخیر ہو اور عشق سے پھل پاوے حظ کامل حاصل کرے اگرچہ
عارف لوگ اس کو بھی نقصان ہی کہتے ہیں اور فرمایا کہ عوارف میں لکھتے ہیں کہ مرد کامل کو
ذوق سماع نہیں حاصل ہوتا مگر یہ وہ کامل ہے کہ جس کو آفت انتہائے عشق نے پہونچ کر سرد
کر دیا ہو اور عادت وصال کی ہو گئی ہو اور ذائقہ کھو بیٹھا ہو انتہائے ممدوح کی آفت اس کو
نہ پہونچی ہو یہ ہے جس کا اشارہ اس بیت میں کرتے ہیں ؎

عجبے نیست کہ سرگشتہ شود طالب دوست   عجب ایں است کہ من واصل و سرگردانم

کوئی تعجب نہیں کہ دوست کی طلب میں حیرت و پریشان ہو   تعجب تو یہ ہے کہ میں وصل میں بھی سرگرداں ہوں

الغرض رتبہ حبیبی کا حضور سرورِ عالم محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا کہ
وہ محبوب اور معشوق حق تعالیٰ کے تھے اور خود عاشق ذات پاک باری تعالیٰ کے بخلاف

دوسرے پیغمبروں کے عاشق اور محبِ خدا ہوئے ہیں بطفیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور بکمال متابعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ تعالیٰ نے بحکم اپنی اس آیت کے فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ (اگر تم میری اتباع کرو گے تو اللہ تم کو اپنا محبوب بنائے گا) یعنی اخص الخواص اولیاء اس امت مرحومہ کو بھی درجہ محبوبی اور محبی یعنی محبین کا بخشا ہے جیسا کہ حضرت محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی و حبیب رحمانی حضرت خواجہ معین الدین چشتی سنجانی اور حضرت محبوب الٰہی شیخ نظام الدین اولیاء وغیرہ ہوئے ہیں۔

حدیث صحیح میں آیا ہے عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ جَلَسَ نَاسٌ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَنْتَظِرُوْنَہٗ قَالَ فَخَرَجَ حَتّٰی اِذَا دَنٰی مِنْھُمْ سَمِعَھُمْ یَتَذَاکَرُوْنَ فَسَمِعَ حَدِیْثَھُمْ فَقَالَ بَعْضُھُمْ عَجَبًا اِنَّ اللّٰہَ اتَّخَذَ اِبْرَاھِیْمَ مِنْ خَلْقِہٖ خَلِیْلًا وَقَالَ اٰخَرُ مَاذَا بِاَعْجَبَ مِنْ کَلَامِ مُوْسٰی کَلَّمَہُ اللّٰہُ تَکْلِیْمًا وَقَالَ اٰخَرُ فَعِیْسٰی کَلِمَۃُ اللّٰہِ وَرُوْحُہٗ وَقَالَ اٰخَرُ اٰدَمُ اصْطَفَاہُ اللّٰہُ فَخَرَجَ عَلَیْھِمُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقَالَ قَدْ سَمِعْتُ کَلَامَکُمْ وَعَجَبَکُمْ اِنَّ اللّٰہَ اتَّخَذَ اِبْرَاھِیْمَ خَلِیْلًا وَھُوَ کَذٰلِکَ وَمُوْسٰی کَلِیْمُ اللّٰہِ وَھُوَ کَذٰلِکَ وَعِیْسٰی رُوْحُ اللّٰہِ وَاٰدَمُ صَفِیُّ اللّٰہِ وَھُوَ کَذٰلِکَ وَاَنَا حَبِیْبُ اللّٰہِ وَلَا فَخْرَ وَاَنَا حَامِلُ لِوَاءِ الْحَمْدِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَلَا فَخْرَ وَاَنَا اَوَّلُ شَافِعٍ وَاَوَّلُ مُشَفَّعٍ وَلَا فَخْرَ وَاَنَا اَکْرَمُ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ وَلَا فَخْرَ۔ یعنی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن چند اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹھے ہوئے انتظاری آنحضرتؐ کی دیکھ رہے تھے کہ حضرت باہر تشریف لائے اور ان کی باتوں کو نزدیک ہو کر سنا اصحابؓ پیغمبروں کا ذکر کر رہے تھے ان میں سے بعض نے تعجب کر کے کہا کہ حق تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو درجہ خلیلی دیا اور بعض اصحاب نے تعجب سے کہا کہ حضرت موسیٰ کو رتبہ کلیمی کا عنایت کیا اور ایک صاحب نے کہا کہ حضرت عیسیٰ کو درجہ روح الٰہی کا بخشا ایک صاحب کہتے تھے کہ حضرت آدم کو اس نے صفی اللہ بنایا پس رسول اللہؐ نے ان کے نزدیک آ کر فرمایا کہ میں نے تمہارا کلام سنا۔ بیشک حضرت ابراہیم کو اللہ تعالیٰ نے خلیل اللہ بنایا

اور موسیٰ کو کلیم اللہ کہا عیسیٰ کو روح اللہ کہا اور حضرت آدمؑ کو صفی اللہ کہا لیکن
میں حبیب اللہ ہوں اور یہ کلام فخر سے نہیں کہتا ہوں اور میں لواحمد کا اٹھانے
والا ہوں قیامت کے روز فخر سے نہیں کہتا ہوں اور میں شافع اول اور شفیع
اول ہوں اور میں اولین اور آخرین سے بزرگ تر ہوں اور فخر سے نہیں کہتا ہوں۔

حدیث۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں من رسول اللہ

تعالیٰ الیہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الحد تلک قلیلاً فھو مکتوب التوارات
حبیب الرحمٰن سب زبان سریانی ہے بمعنی انتہا ہے۔ یعنی تو حبیب الرحمٰن ہے بس اللہ
تعالیٰ نے بطفیل اپنے حبیب پاک کے حضرت خواجہ بزرگ یعنی خواجہ معین الدین چشتی کو بھی وہی
رتبہ دیا تھا حبیب اللہ کا اور عبارت کتاب بحر المعانی سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ سلسلہ عالیہ
قادریہ میں دو محبوب ہوئے ہیں ایک خواجہ ابو بکر شبلیؒ دوسرے حضرت شیخ عبدالقادر
جیلانی اور ہمارے سلسلہ چشتیہ میں تین بزرگ درجہ محبوبی پر پہنچے ہیں اول خواجہ
معین الدین چشتی دوسرے حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر تیسرے سلطان المشائخ حضرت
نظام الدین اولیاء لیکن میاں غلام رسول خاں کو جو ہمارے حضرت خواجہ سلیمان رحمۃ اللہ علیہ
کے خلفا میں سے ہیں اور مدت مدید سے ترک و تجرید کر کے خدمت میں حضرت قبلہ و کعبہ
پیرو مرشد کے رہ کر عہدہ خاص خدمت گاری اور حاضر الوقتی پر ممتاز تھے اس فقیر کے
رو برو فرماتے تھے و نیز میاں ابراہیم خاں افغان بھی کہ ایک مریدان و معتقدان حضرت
قبلہ و کعبہ مرشدی اور صالحان وقت سے ہیں کہتے تھے کہ ایک روز ایک شخص نے خدمت میں
حضرت صاحب کے حاضر ہو کر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت کرنے کی درخواست کی آپ
نے فرمایا سلسلہ چشتیہ بہشتیہ میں بیعت ہو اس نے پھر عرض کیا کہ مجھ کو سلسلہ قادریہ
میں بیعت فرمایئے اگرچہ حضرت صاحب ہر چہار سلسلہ یعنی چشتیہ قادریہ نقشبندیہ
سہروردیہ میں بیعت فرما کر اجرائے فیض جملہ خانوادوں کا فرماتے تھے لیکن جبکہ آپ نے اس
شخص کی نظر میں سلسلہ قادریہ کو سلسلہ چشتیہ سے افضل دیکھا تو ارشاد فرمایا کہ تو
سلسلہ قادریہ میں اس واسطے بیعت چاہتا ہے کہ اس خاندان میں حضرت محبوب سبحانی

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ میں اس نے عرض کیا کہ ہاں فرمایا ہمارے سلسلہ چشتیہ میں بھی بہت محبوب ہیں چنانچہ اس کے معنی ہم آگے لکھیں گے۔ اور ایسے ہی میاں صاحب نور بخش" بن خواجہ محمود" بن نور احمد ابن حضرت خواجہ نور محمد مہاروی" اس فقیر کے رو برو کہتے تھے کہ میں نے ایک روز خدمت میں حضرت صاحب غوث زماں خواجہ محمد سلیمان کے حاضر ہو کر عرض کیا کہ قبلہ مجھ کو خاندان قادریہ میں بیعت کر لیجیے فرمایا نہیں نہیں تم کو سلسلہ چشتیہ میں بیعت کروں گا کہ میں نے بھی اس سلسلہ چشتیہ میں حضرت خواجہ نور محمد" مہاروی سے بیعت کی ہے۔

الحاصل ہر ایک مرید اپنے پیروں کو دوسرے سلسلہ اور سب خانوادوں سے افضل اور اعلیٰ جانتا ہے لیکن ہمارا سلسلہ چشتیہ بہشتیہ عشقیہ عجب ایک سلسلہ بزرگ ہے اور ہمارے اس خاندانِ عالیشان کے خواجگان شاہباز ہیں میدان لاہوت کے جو اپنا آشیانہ بجز لامکاں کے دوسری جگہ نہیں رکھتے جس کسی کو نسبت اور فیض اس خاندان سے حاصل ہوا ہے وہی جانتا ہے ۔

عاشقان خواجگان چشت را ۔۔۔ از قدم تا سر نشان دیگر است

عاشقان خواجگان چشتیہ کے ۔۔۔ سر سے پاؤں تک کے نشان ہی جدا گانہ ہیں

جیسا کہ مولانا نیاز احمد بریلوی اپنے دیوان میں کہتے ہیں

غزل

سرزمین چشت کی آب و ہوا کچھ اور ہے ۔۔۔ دین و دنیا سے نرالا ہی یہاں کا طور ہے

کوئی سبحانی کہے کوئی انا الحق برملا ۔۔۔ بلبلہ اس کا بلبلانا یہ بلانا اور ہے

پھر رہے ہیں ہر گلی کوچہ میں از خود رفتگاں ۔۔۔ عشق کا منصب ہے یہاں اور بیخودی کا دور ہے

دلیل العارفین ملفوظ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء میں

حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ تاریخ نہم جمادی الاول ۶۹۰ھ روز چہار شنبہ مجھ کو دولت قدم بوسی حاصل ہوئی سخن ذکر اہل سلوک اور درویشی میں ہو رہا تھا۔

مولانا برہان الدین غریب و دیگر عزیزان خدمت بابرکت میں حاضر تھے آپ نے فرمایا
یعنی نظام الدین محبوب الٰہی نے کہ بعض شخص مشائخ طبقات نے سلوک کی ایک سو مرتبہ رکھی
ہے ان میں سے ہفت دہم یعنی سترواں مرتبہ کشف وکرامات کا ہے جو درویش اس مرتبہ
کشف میں اپنے کو ظاہر کر دیتا ہے۔ دوسرے مراتب کی سعادت سے فیض یاب نہیں
ہو سکتا۔ مرد کامل وہ ہے اپنے کو اس مرتبہ کشف میں ظاہر نہ کرے جب مرتبہ صدم یعنی آخری
میں پہونچے اور ظاہر کرے تو روا ہے۔ لیکن خواجہ بایزید بسطامی اور شاہ شجاع کرمانی قدس
سرہٗ نے پچاس مرتبہ سلوک کے رکھ کر ان میں سے دسواں مرتبہ کشف وکرامات کا قائم کیا
ہے ان کے نزدیک اس دسویں مرتبہ میں اجازت ہے اگر درویش چاہے تو کرامت کا
کاشف کرے۔ لیکن ہمارے خواجگان چشت میں کل پندرہ مرتبہ ہی سلوک کے رکھے
ہیں۔ ازاں جملہ پانچوں مرتبہ کشف وکرامات کا ہے اگر کوئی اس مرتبہ پنجم میں کشف و
کرامات کرے تو باقی دس مرتبہ حاصل نہیں کر سکتا لیکن مرد کامل وہ ہے جو کل پندرہ
مرتبہ بھی حاصل کر کے کشف کرامت نہ کرے۔ حضرت خواجہ یہاں تک فرما چکے تھے کہ مولانا
شمس الدین یحییٰ نے دست بستہ عرض کیا کہ اگلے مشائخ نے مراتب سلوک کی سو
سے بھی زیادہ رکھے ہیں یہ کیا وجہ ہے کہ مشائخ چشت نے کشف وکرامات کو پانچویں
درجہ پر قائم کیا ہے اور نعمت بغیر زیادہ مجاہدہ کے حاصل کی ہے حضرت خواجہ محبوب الٰہی نے فرمایا
سچ ہے لیکن ہمارے حضور رسول علیہ السلام سے پہلے جتنے پیغمبر ہوئے ہیں انھوں نے
صدہا برسوں کی عمر میں پائی ہیں در مجاہدہ اور مشاہدہ بھی عمروں کے انداز کے موافق انھوں
نے کیا اور نعمت تھوڑی حاصل ہوئی مگر جبکہ کوکبۂ اقبال حضور سرور کائنات محمد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے آخر ظاہر ہوا تو عمر تھوڑی اور نعمت بسیار اور معجزات بیشمار
جناب الٰہی سے عطا ہوئی ہے پس ہمارے خواجگان چشت بھی کہ مشائخ آخر میں ہیں ان کو
مجاہدہ کم سے نعمت اتنی زیادہ مرحمت ہوئی کہ مشائخ اولین کو باوجود کثرت مجاہدہ کے ایک
ثلث اس نعمت مشاہدہ وغیرہ کی ملی ہو پس طفیل حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم
کا ہے محنت کم اور مشاہدہ زیادہ ہوا ہے کہ کم مراتب سلوک کے ساتھ درجہ کمالیت کو

پہونچے ہیں۔

مونس الارواح ومرات الاسرار میں لکھا ہے کہ جب حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ نے جناب خواجہ خواجگان حضرت معین الدین چشتی کو بیعت کیا تو فرمایا ہمارے طبقات مشائخ میں صرف ایک رات دن کا مجاہدہ ہے (جاو) اور ایک رات دن مجاہدہ کر۔

سیر الاولیا کے دیباچہ میں یہ عبارت لکھی ہے نکتہ کاتب الحروف محمد مبارک محمد کرمانی المدعو با میر خورد عرض کرتا ہے مریدان خوب اعتقاد کی رائے پر پوشیدہ نہ رہے کہ شجرۂ معظم حضرات خواجگان چشت میں ہر ایک بزرگ محبت حق تعالیٰ میں ایک آفتاب ہوئے ہیں یہاں تک کہ بہ برکت اتباع حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام محبت میں ترقی کر کے درجہ محبوبیت کو پہونچے ہیں کہ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللهُ (پس میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرے گا)

بس یہ شاہد ہے اور ہر ایک اپنے عہد میں خداوند تعالیٰ کی عبادت کر کے ترک دنیا کے عذار میں مشائخ کبار کے برابر ہوئے ہیں لیکن عالم محبت میں سب سے زیادہ اور ممتاز ہوئے ہیں۔

کاتب الحروف فقیر نجم الدین کہتا ہے کہ ایک روز قصبہ تاج سرور میں جو شہر چشتیاں کے نام سے مشہور ہے جہاں حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار پر انوار ہے یہ فقیر خدمت میں اپنے پیر دستگیر جناب خواجہ سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹھا تھا اور دیگر عزیزان با اعتقاد بھی حاضر تھے حضرت پیر دست گیر بعد نماز ظہر تلاوت قرآن کریم کے بنگلہ مبارک میں تشریف رکھتے تھے کہ حضرت صاحبزادہ خواجہ محمود پسر اور سجادہ نشین خواجہ نور احمد بن خواجہ نور محمد رحمۃ اللہ علیہ کے حضرت غوث زماں یعنی جناب پیر و مرشد برحق خواجہ سلیمانؒ کی زیارت کے لئے آئے تھے اور اپنے والد بزرگوار کی وفات کا حال بیان کر کے ذکر کرنے لگے کہ میرے والد ماجد اگرچہ قبل وصال حالت صحت اور تندرستی میں اپنی اوقات عزیز کو عبادت مولا میں گزارتے تھے لیکن قرب ایام وصال کے بالکل انقطاع از دنیا

ماٰفی اللہ کر لیا تھا اور کسی سے متوجہ نہیں ہوتے تھے رات دن مراقبہ میں مشغول رہتے تھے اس کے بعد صاحبزادہ صاحب موصوف نے عرض کیا کہ حضور چند مریدان حضرت جد بزرگ وار خواجہ نور محمد مہاروی کو میں نے دیکھا ہے کہ ابتداً پریشان قدم رہے ہوں مگر خاتمہ ان کا نہایت اچھا ہوا ہے۔ اس لفظ کے سننے سے حضرت غوث زماں نے ایک آہ سرد کھینچ کر فرمایا کہ صاحبزادے دوکان ہمارے پیران چشت کی عجیب دوکان ہے جس کی نظیر دوسری نہیں ہے اور جتھیہ جو فروخت ہوا کرتا ہے وہ دوکان کے نام سے فروخت ہوا کرتا ہے جب دوکان معتبر ہوتی ہے اس کا اعتبار کیا جاتا ہے اور عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

فصلِ اوّل

ذکر حسبؒ و نسبؒ حضور غریبؒ نوازؒ

نظم

مرحبا اے عاشق پیران چشت　　　مرحبا اے بلبل باغ بہشت

مرحبا اے سلسلۂ چشتیہ کے شیدائی و فدائی　　　مرحبا اے باغ بہشت کے بلبل

چوں تو عاشق گشتۂ پیران خویشن　　　آشکارا کن بیا بنمائی ریشن

جب تو اپنے سلسلہ کے پیروں کا عاشق و دیوانہ ہو گیا　　　تو اپنے آپکو ظاہر کر اور اپنا رخ جمال دکھلا

یعنی برگو قصۂ پیران چشت　　　در فضائل شاں بگوئی سرگذشت

یعنی سلسلۂ چشتیہ کے سرداروں کا واقعہ بیان کر　　　اور انہیں کے فضائل میں اپنی آپ بیتی بیان کر

نام مبارک آپ کا نام مبارک حسن ہے اور لقب معین الدین ہے مگر مدائن المعین میں لکھا ہے کہ آپ کا نام معین الدین ہے۔

نام والد بزرگوار والد بزرگ وار کا نام حسن ملقب غیاث الدین حسن ہے۔

نام والدہ ماجدہ نام والدہ ماجدہ کا بی بی ماہ نور ہے اقتباس الانوار میں لکھا ہے کہ آپ کی والدہ شریفہ کا نام خاص املکہ ہے اور خواجہ بزرگ جانب سے پدر حسینی ہیں اولاد پاک نہاد حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور منجانب مادر حسینی اولاد حضرت امام ہمام حسن رضی اللہ عنہ سے اور یہی مدائن المعین میں لکھا ہے۔

سلسلۂ نسب غریب نوازؒ

خواجہ معین الدین بن غیاث الدین بن نجم الدین طاہر بن خواجہ سید عزیز الدین بن سید ابراہیم بن سید ادریس بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین بن امیر المومنین حضرت شیر خدا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کذا فی مدائن المعین والنالہ

اقتباس الانوار میں سیر الاقطاب سے آپ کو سید رضوی اس ترتیب سے لکھا ہے خواجہ معین الدین بن غیاث الدین بن سید کمال الدین بن احمد حسن بن سید طاہر بن سید عبدالعزیز بن سید ابراہیم بن امام علی موسیٰ رضا بن امام موسیٰ کاظم آخر تک لیکن قول اول صحیح تر ہے۔

کیونکہ مرات الاسرار میں شیخ عبدالرحمن چشتی صابری دہلویؒ نے لکھا ہے کہ میں جس وقت زیارت مرقد مبارک خواجہ بزرگ کے واسطے اجمیر شریف گیا اس وقت صاحب سجادہ حضرت خواجہ کے دیوان علاء الدین تھے جو اولاد خواجہ بزرگ اور صاحب علم اور صاحب حال تھے ان سے ملاقات کی اثنائے کلام میں تذکرہ نسب حضرت خواجہ کا آیا تو سجادہ صاحب نے فرمایا کہ حضرت خواجہ بزرگ سید کاظمی ہیں اولاد سے سید ادریس بن امام موسیٰ کاظم سے پس یہ قول صحیح ہے کیونکہ جیسے تحقیق اولاد کو اپنی نسل کی ہوتی ہے دوسروں کو نہیں ہوتی اور کتب تواریخ و انساب خاص کر بحر الانساب میں حضرت سید محمد بن جعفر مکی جو افراد وقت اور خلیفہ اعظم حضرت شیخ مشائخ خواجہ نصیرالدین چراغ دہلوی کے ہیں لکھتے ہیں کہ حضرت امام موسیٰ کاظم کے اکیس فرزند تھے جن میں محض ان تیرہ لڑکوں سے نسل جاری ہوئی باقی سب لاولد اور منقطع النسل ہو گئے۔

اول حضرت امام علی موسیٰ رضا دوم جعفر سوم محسن چہارم ناصر پنجم ابوالفضل چھٹے ابوالغیاث ساتویں یحییٰ آٹھویں حسن نویں ادریس دسویں ذکریا گیارہویں عیسیٰ بارہویں جعفر مثنی تیرہویں حمزہ تو معلوم ہو گیا کہ ادریس پسران امام موسیٰ کاظم سے تھے اور صاحب اولاد ہوئے ہیں اور یہ یقین ہے کہ حضرت خواجہ ان کی اولاد سے ہیں لیکن دیگر کتب تواریخ میں امام علی موسیٰ رضا کے پانچ فرزند اور ایک روایت میں تین فرزند اور ایک قول میں صرف ایک فرزند امام محمد تقی پیدا ہونا لکھتے ہیں اور بحر انساب میں یہ چار شخص لکھے ہیں اول امام محمد تقی دوم جعفر سوم رضی چہارم حسن ان میں سے رضی حالت طفلی میں بعمر ایک سال فوت ہوئے باقی تین سے اولاد جاری ہوئی الحاصل ابراہیم نام حضرت علی موسیٰ رضا کے لڑکوں میں سے تھا جیسا کہ سیرالاقطاب میں بضمن نسب حضرت خواجہ بزرگ کے لائے ہیں پس واضح ہو گیا کہ وہ روایت سیرالاقطاب کی کہ جو خواجہ بزرگ سید رضوی ہیں غیر معتبر ہے اور روایت مرات الاسرار اور مدائن المعین کی صحیح۔

واللہ اعلم بالصواب

ولادتِ باسعادت حضور غریب نواز

تاریخ عاشق تو لکھتے ہیں مگر سنہ ولادت آپ کا ۵۳۷ھ پانچسو سینتیس قریب تحقیق ہے۔ بعضوں نے ۵۳۶ھ پانچسو چھتیس بھی لکھا ہے کہ بلدہ سجستان میں آپ پیدا ہوئے جو ولایت خراسان میں ہے اور نشو و نما بھی اسی ملک میں پائی جیسے کو سفینۃ الاولیاء، مونس الارواح، مرات الاسرار اور اقتباس الانوار وغیرہ ملفوظات چشتیہ میں لکھا ہے۔

اور جو خواجہ بزرگ کو سنجری صرف سین کی فتح اور نون کے سکون اور جیم کی فتح اور رائے کی جزم سے بعضے صاحب لکھتے ہیں غلط ہے جو مشہور اور زبان زد عوام ہو گیا ہے اور اصل لفظ سنجری جو سین مہملہ کی کسرہ جیم کے سکون اور رائے معجمہ کے ساتھ ہے یہ لفظ سنجر مخفف سجستان کا ہے جو معرب ہے سیستان کا اور چونکہ سنجر اور سنجر میں تجنیس خطی ہے ایک ہی طرح سے لکھے جاتے ہیں لہٰذا کم فہمی سے لفظ سنجر مشہور ہو گیا ہے جیسا کہ کتاب انتباہ میں مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، ورقول مستحسن شرح فخر الحسن میں لکھا ہے اور قول مستحسن میں لکھا ہے کہ شہر سجستان بھی بہت سے ہیں ایک گاؤں سجستان بصرہ کے گاؤں میں ہے دوسرے سجستان ہندوستان کے شہروں میں ہے تیسرا سجستان خراسان میں ہے۔

جائے پیدائش حضور غریب نوازؒ

پیدائش کی جگہ حضرت خواجہ کی سجستان ملک خراسان ہے جیسا کہ سید علاؤ الدین چشتی خلیفہ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین محبوب الٰہیؒ کے اپنی کتاب ما مقیمان میں یاد کرتے ہیں۔

گر با ہندوستان شدیم چہ باک — سبزہ گلشن خراسانیم

اگر ہم ہندوستان جا بھی نکلے تو کیا ہوا — ہیں تو ہم باغ خراسان کا سبزہ

بعضے کہتے ہیں کہ مولد خواجہ بزرگ کا شہر سنجر ہے جو آباد کیا ہوا سلطان سنجر سلجوقی کا ہے کہ یہی روایت حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ سے ہے انکے ملفوظ خیر الاذکار

نام میں شیخ محمد گیلوی لکھتے ہیں واللہ اعلم بالصواب لیکن روایت اول صحیح ہے جو بہت کی معتبر کتب میں لکھی ہے۔

عمر شریف غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ

عمر خواجہ غریب نواز کی ۹۷ ستانوے برس کی ہوئی۔ ایک روایت میں ایک سو چھ سال کی پائی از اں جملہ چالیس برس آخر عمر میں آپ نے اجمیر شریف میں سکونت رکھی کذا فی مرات اسرار اور پندرہ سال کی عمر میں آپ نے دولت خانہ ترک کر کے سفر اختیار کیا باقی تمام عمر خدمت حضرت خواجہ عثمان ہارونی اپنے پیر و مرشد کے گزاری جو بیس سال سے زیادہ ہوتی ہے۔

حضور غریب نواز کو باون ۵۲ سال کی عمر میں خرقہ خلافت

سیر الاولیا میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ نے باون برس کی عمر میں خرقہ خلافت کا پایا در اجمیر شریف میں آکر نکاح کیا چنانچہ آپ کے دو بیویاں تھیں ایک بیوی کا نام عصمت دختر سید وجیہ الدین مشہدی بچچا سید حسین خنگ سوار کی دوسری بیوی امت اللہ جو اس ضلع کے راجہ کی دختر تھیں ان دونوں بیبیوں کے شکم سے حضرت خواجہ کے اولاد ہوئی جس کا ذکر فصل پنجم میں لکھا جائے گا یہ جو کچھ لکھا گیا ہے کتاب سفینۃ الاولیا اور مرات اسرار وغیرہ سے لکھا گیا ہے۔

وفات شریف غریب نواز

وفات حضرت خواجہ بزرگ کی روز دوشنبہ تاریخ ششم رجب ۶۳۳ھ میں ہوئی ایک قول میں روز دوشنبہ سوم ذی الحجہ سن مذکور میں کہا گیا ہے لیکن قول اول صحیح تر ہے کذا فی سفینۃ الاولیا و مرات الاسرار۔

کلمات صادقین سے مرات لاسرار میں ہے کہ وفات حضرت خواجہ بزرگ کی تاریخ ششم رجب ۶۲۷ھ میں ہوئی تھی زمانہ سلطنت شمس الدین التمش بادشاہ

بادشاہ دہلی میں۔

مزارِ مقدس حضور غریب نوازؒ

قبر مبارک آپ کی اجمیر شریف میں آپ کے خاص حجرہ میں ہے کسی صاحب نے سن ولادت اور عمر شریف اور وفات خواجہ بزرگؒ کی اس رباعی میں لکھی ہے۔

رباعی

ولادت عاشق نوسال عمر شش ۵۲۲ — بود در والیۂ ہند آشکارا

اس نوعمر عاشق کی ولادت باسعادت — ہند میں قدم رنجا فرما ہوئے

دو تش آفتاب ۶۳۳ ملک ہند ست — ز ابجد کن شمار ایں راخدارا

اس آفتاب ملک ہند کی وفات حسرت آیات — حروف ابجد کے حساب سے براہ کرم شمار کر

صاحب سیر الاقطاب نے خواجہ بزرگؒ کے دو بھائی لکھے ہیں مگر نام ان کا نہیں بیان کیا اور قبر سید غیاث الدین والد خواجہ بزرگ کی عراق میں ہے۔

غریب نوازؒ کے علم ظاہری کے استاد

خواجہ بزرگؒ کے علم ظاہری کے استاد حسام الدین بخاری ہیں۔ کذا فی دلیل العارفین۔

خاندان آپ کا چشتیہ ہے

وجہ تسمیۂ خاندانِ چشت

خاندان آپ کا چشتیہ ہے۔ منسوب شہر چشت سے اور چشت ایک گاؤں کا نام جو قریب ہرات کے ہے۔ اس زمانے میں اس کو شاقلان کہتے ہیں جیسا کہ شفاء العلیل ترجمہ قول الجمیل میں لکھا ہے۔

اس خاندان کو چشتیہ اس واسطے کہتے ہیں کو یہ چار بزرگؒ اس خاندن

عالیہ کے شہر چشت کے رہنے والے ہوئے ہیں اور وہاں ہی ان کا مزار ہے

اوّل ۔ خواجہ ابو احمد چشتی بن سلطان فرستافہ جو مرید اور خلیفہ خواجہ ابو اسحاق شامی چشتی کے ہیں۔

دوم ۔ خواجہ ناصر الدین ابو محمد چشتی جو بیٹے اور خلیفہ خواجہ ابو احمد چشتی کے ہیں۔

سوم ۔ ابو یوسف چشتی بن سید سمعان جو بھانجے اور خلیفہ اور صاحب سجادہ خواجہ ابو محمد چشتی کے ہیں۔

چہارم ۔ خواجہ قطب الدین مودود چشتی بیٹے اور خلیفہ اور صاحب سجادہ خواجہ ابو یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہم کے ہیں۔

پس جس کسی مرید کا ان چاروں بزرگوں پر سلسلہ ارادت منتہی ہوتا ہے اور ملتا ہے اس کو چشتی کہتے ہیں۔

سلسلۂ طریقت حضور غریبؒ نواز

نام پیر و مرشد غریبؒ نواز	خواجہ بزرگ کے پیر و مرشد کا نام خواجہ عثمان ہارونی ہے۔
قبر مبارک خواجہ عثمان ہارونی	قبر مبارک آپ کی مکہ معظمہ میں ہے۔
تاریخ وفات خواجہ عثمان ہارونی	تاریخ وفات آپ کی ششم شوال ۶۱۷ھ ہے اور ایک قول کے مطابق تحریر آداب الطالبین اور شجرۃ الانوار کے تاریخ ۵ شوال میں انتقال ہوا یہ مرید اور خلیفہ خواجہ حاجی شریف زندنی کے ہیں۔

خواجہ حاجی شریف زندنیؒ

تاریخ وفات خواجہ شریف زندنی	آپ کی تاریخ وفات تیرہ رجب کو حسب تحریر کتاب آداب الطالبین کے ہوئی اور ایک روایت میں تیسری رجب اور دوسری روایت میں دہم رجب

سنہ ۵۸۴ھ لکھی ہے اور صاحب شجرۃ الانوار نے اس کی تقلید کی ہے۔

عمر شریف عمر آپ کی ایک سو بیس سال کی ہوئی۔ اور سنہ ۵۸۴ھ میں رحلت ہوئی۔

قبر مبارک قبر شریف شہر زندنہ میں ہے جو ایک قصبہ ہے بخارا میں اور ایک قول میں زندنہ کو شہر بخارا کا ایک محلہ لکھا ہے یہ مرید اور خلیفہ خواجہ قطب الدین مودود چشتی کے ہیں۔

خواجہ قطبُ الدِّین مَودُود چُشتی

تاریخ وفات آپ کی وفات کی تاریخ یکم رجب سنہ ۵۲۷ھ میں ہوئی۔ کذافی مرات لاسرار

عمر مبارک عمر مبارک آپ کی ستانوے برس کی ہوئی۔

قبر مبارک قبر شریف آپ کی چشت میں ہے۔ یہ مرید اور خلیفہ اپنے والد خواجہ ابو یوسف چشتی کے ہیں۔ جو قوم سے سید ہیں۔

خواجہ ابویوسف چشتیؒ

تاریخ وفات آپ کی وفات تاریخ چھبیس ربیع الاول ۴۵۹ھ ہجری میں ہوئی۔ ور یک روایت میں تاریخ سویم رجب کو ہوئی۔ کذفی شجرۃ الانوار مرات الاسرار

قبر مبارک قبر شریف آپ کی شہر چشت میں ہے۔ یہ مرید اور خلیفہ اپنے خال حقیقی خواجہ ابو محمد چشتی کے ہیں۔ جو سید السادات اور حسنی ہیں۔

خواجہ ابومُحمد چشتی

تاریخ وفات آپ کی وفات تاریخ غرہ جمادی الآخر اور ایک قول میں غرہ رجب سنہ ۴۱۱ھ ہجری میں ہوئی بعہد سلطان محمود غزنوی اور قادر خلیفہ عباسی کے بعمر ستر سال انتقال فرمایا۔

قبر شریف — قبر شریف آپ کی چشت میں ہے جیسا کہ کتاب شجرۃ الانوار اور مرات الاسرار میں لکھا ہے یہ خلیفہ اور مرید اور صاحب سجادہ اپنے والد خواجہ ابواحمد چشتی کے ہیں۔

خواجہ ابواحمد چشتی

تاریخ ولادت — ولادت آپ کی ٢٦٠ھ میں ہوئی تھی کذا فی اقتباس الانوار و آداب الطالبین و مرات الاسرار۔

تاریخ وفات — آپ کا انتقال بتاریخ یکم جمادی الآخر ٣٥٥ھ ہجری میں عمر پچانوے سال چشت میں ہوا۔ یہ مرید اور خلیفہ خواجہ ابو اسحاق شامی کے ہیں۔

خواجہ ابو اسحاق شامی

تاریخ وفات — آپ کی وفات تاریخ ۱۴ ربیع الاول کو شہر عکہ ملک شام میں ہوئی وہیں قبر مبارک ہے۔ یہ خلیفہ اور مرید خواجہ ممشاد علو دینوری کے ہیں۔

خواجہ ممشاد علو دینوری

تاریخ وفات — آپ نے تاریخ ۱۴ محرم ٢٩٩ھ ہجری میں انتقال فرمایا قبر مبارک کی تحقیق نہ ہوئی کہ کس جگہ ہے اور ایک قول میں تاریخ چہارم محرم وفات کی لکھی ہے کذا فی شجرۃ الانوار اور آداب الطالبین۔ یہ مرید اور خلیفہ خواجہ ہبیرہ بصری کے ہیں۔

خواجہ ہبیرہ بصری

تاریخ وفات — آپ کی وفات حسب تحریر کتاب آداب الطالبین اور مرات الاسرار کے تاریخ دہم شوال بعمر ایک سو بیس سال کی بمقام بصرہ میں ہوئی

یہ مرید اور خلیفہ خواجہ حذیفہ مرعشی کے ہیں۔

خواجہ حذیفہ مرعشیؒ

تاریخ وفات آپ کی رحلت تاریخ ۲۴ شوال بروایت آداب الطالبین یا چہارم شوال بروایت شجرۃ الانوار و اقتباس الانوار اور ایک قول میں تاریخ ۱۴ شوال مقام مرعش میں ہوئی جو بفتح میم وسکون رائے وفتح عین سے ایک گاؤں ہے نواحی دمشق میں یہ مرید اور خلیفہ خواجہ سلطان ابراہیم ادہم بلخی کے ہیں۔

خواجہ سلطان ابراہیم ادہم بلخیؒ

تاریخ وفات آپ کی وفات بقول آداب الطالبین تاریخ چھبیس جمادی الاوّل یا غرہ شوال ۱۶۲ھ میں یا ۱۶۱ ہجری میں عہد ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ دوانقی عباسی میں مقام بصرہ ہوئی۔ ایک روایت میں ۱۶۶ھ میں فوت ہوئے کذافی مرات الاسرار۔

قبر مبارک قبر آپ کی ایک روایت میں غیر معلوم اور ایک روایت میں شہر بغداد میں بہ پہلو امام حنبلؒ کے ہے اور ایک روایت میں ملک شام میں قبر لوط علیہ السلام کے برابر ہے یہ مرید اور خلیفہ خواجہ فضیل ابن عیاض کے ہیں۔

خوجہ فضیل ابن عیاضؒ

تاریخ وفات آپ کی وفات تیسری ربیع الاوّل ۱۸۱ ہجری میں بروایت آداب الطالبین اور بروایت دیگر محرم ۱۸۷ ہجری میں ہوئی۔

قبر مبارک قبر مبارک آپ کی مقام مکہ جنت المعلےٰ میں قریب قبر خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے ہے یہ مرید اور خلیفہ خواجہ عبدالواحد بن زید کے ہیں۔

خواجہ عبدالواحد بن زیدؒ

تاریخ وفات آپ کی وفات ۲۷ صفر ۱۷۶ھ ہجری میں ہوئی۔

قبر مبارک قبر مبارک آپ کی بصرہ میں ہے۔ کذا فی مرآت الاسرار و شجرۃ الانوار یہ مرید اور خلیفہ خواجہ حسن بصری کے ہیں۔

خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ وفات آداب الطالبین میں آپ کی وفات کی تاریخ چہارم محرم اور مرات الاسرار میں تاریخ غرہ رجب ۱۱۰ھ ہجری میں بعہد ہشام بن عبد الملک بعمر نواسی سال لکھی ہے۔ یہ مرید اور خلیفہ امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے ہیں۔

امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ

تاریخ وفات وفات آپ کی تاریخ ۲۱ رمضان شریف اور ایک قول میں ۱۷ تاریخ ۴۰ھ میں بعمر ۶۳ تریسٹھ سال کے ہوئی۔

قبر مبارک قبر مبارک نجف اشرف میں ہے یہ مرید اور خلیفہ سید المرسلین خاتم النبیین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

تاریخ وفات آپ کی وفات کی تاریخ ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ ہجری میں بعمر تریسٹھ سال شمسی اور پیسٹھ سال قمری مدینہ منورہ میں ہوئی۔

مزار مقدس — آپ کا مزار مقدس مدینہ منورہ میں ہے

حضرت خواجہ بزرگ درجۂ محبوبی اور جبیں میں فوت ہوئے

حضرت خواجہ بزرگ رحمۃ اللہ علیہ درجہ محبوبی اور جبیں میں فوت ہوئے جیسا کہ کتاب سیر الاولیا اور اخبار الاخیار، مرات الاسرار، اقتباس الانوار، مداین المعین، سیر الاقطاب، اور سیر العارفین وغیرہ ملفوظات سے احوال ظاہر ہوتے حروف سبز قلم قدرت سے پیشانی حضور خواجہ پر بوقت وفات حبیب اللہ مات فی حب اللہ اوپر لکھا جا چکا ہے اور خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ مرشد حضرت کے بارہا فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے معین الدین محبوب اللہ ہیں اور مجھ کو ان کی مریدی سے فخر ہے جیسا کہ مونس الارواح اور مرات الاسرار اور سیر العارفین میں مندرج ہے۔

اور قول مستحسن میں لکھا ہے کہ یہ امر پایۂ صحت کو پہنچ چکا ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ نے فرمایا کہ ایک وقت ہمارا دہ تھا کہ ہم کعبہ کا طواف کیا کرتے تھے اور اب یہ وقت ہے کہ کعبہ ہمارا طواف کرتا ہے اور یہ صحیح ہے کہ بر وقت وفات کے حضرت خواجہ کی پیشانی مبارک پر سبز حرف قلم قدرت سے اس عبارت کے ساتھ لکھے گئے تھے۔ **ھذا حبیب اللہ مات فی حب اللہ** (اللہ کے حبیب کا انتقال اللہ کی محبت میں ہوا۔

راحت القلوب میں حضرت سلطان نظام الدین اولیا لکھتے ہیں کہ میرے پیر حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر فرماتے تھے کہ جس رات کو حضرت خواجہ بزرگ کا انتقال ہو گا چند بزرگوں نے کئی مرتبہ حضرت پیغمبر خدا کو خواب میں دیکھا کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ہمارا دوست اور خدا کا دوست معین الدین حسن سنجری آوے گا۔ ہم اس کے استقبال کو آئے ہیں اور جس وقت آپ کی وفات ہوئی جبین اطہر پر **حبیب اللہ مات فی حب اللہ** خود بخود خط سبز سے لکھا ہوا ظاہر ہوا اور پھر مرات الاسرار میں لکھا ہے کہ قطب وحدت خواجہ معین الدین ہیں اور قطب وحدت محبوب کو کہتے ہیں جیسا کہ کتاب بحر المعانی میں لکھا ہے پھر مرات الاسرار میں مذکور ہے کہ حضرت

خواجہ بزرگ جمیع مقامات غوثیت اور قطب الاقطابی سے گزر کر مقام فردیت حقیقی اور محبوبی کو پہنچے تھے اور نہایت استغراق فنا احدیت کے ساتھ اپنے دوست سے یک رنگ ہوئے تھے اسی مرات الاسرار کے دیباچہ میں بذکر سلسلہ لکھا ہے کہ قطب وحدت مقرب الحضرت محبوب رب العالمین خواجہ بزرگ معین الحق والدین رحمتہ اللہ علیہ انتہی عبارت۔ اخبار الاخیار مونس الارواح مرات الاسرار وغیرہ میں لکھا ہے۔

غریب نواز کے مزار پر سب سے اول تعمیر حضرت مخدوم حسینؒ نے کروائی

مرات الاسرار کے دیباچہ میں بذکر سلسلہ لکھا ہے کہ قطب وحدت مقرب الحضرت محبوب العالمین خواجہ بزرگ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ انتہی عبارت اخبار الاخیار میں لکھا ہے اور مونس الارواح و مرات الاسرار وغیرہ ملفوظات میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ کی قبر مبارک پر سب سے اول سنگ مرمر کی عمارت بنانے والے حضرت خواجہ مخدوم حسین ناگوری بن شیخ خالد بن شیخ نظام الدین بن شیخ محمد بن شیخ وحید بن شیخ عبدالعزیز بن حضرت خواجہ حمید الدین صوفی سلطان التارکین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ ہیں اس کے بعد دروازہ خانقاہ مصلیٰ کا بعض بادشاہ مانڈو نے بنایا ہے۔

کاتب الحروف کہتا ہے کہ جب آوازہ بزرگی شہرت کما ینبغی حضرت خواجہ مخدوم حسین ناگوری کا اطراف عالم میں پڑا اور مخلوق شیدائی دیدار حضرت موصوف کے ہوئی سلطان غیاث الدین مانڈوی کو بھی اشتیاق زیارت حضرت مخدوم حسین رحمۃ اللہ علیہ غالب آیا تو ایک عریضہ مع خرچ کثیر خدمت میں بھیجا اور نہایت عجز و انکسار کے ساتھ درخواست تشریف آوری کی ہوئی۔ حضرت مخدوم نے قبول نہیں فرمایا اور انکار لکھ بھیجا ان ہی دنوں میں موئے مبارک حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا کہیں سے غیاث الدین خلف سلطان محمود خلجی کے ہاتھ آیا حاضرین نے بادشاہ سے کہا کہ اگر آپ خواجہ مخدوم حسین ناگوری کی زیارت کرنا چاہتے ہیں تو موئے مبارک محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی محض خبر حضرت کو پہونچا دیجیے۔ حضرت مخدوم بلا طلب اور بے تحاشا دوڑے ہوئے خود بخود یہاں آجاویں گے۔

کیونکہ حضرت کو عشق جناب رسالت مآب کا بدرجہ غایت ہے اور فنافی الرسول کے درجہ پر ہیں کہ آپ نے تمام مقامات اپنے چہ بادلی سامان خانگی اور کتب مصنفہ خود کا نام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر رکھ چھوڑا ہے۔ ور کوئی چیز آپ کے پاس ایسی نہیں کہ جس کا نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر نہ ہو۔

چنانچہ تفسیر قرآن شریف بھی آپ کی تصنیف سے ہے جس کا نام نور النبی ہے جس کسی آدمی کو سن پاتے ہیں کہ اس نے جناب رسول اللہ صلی اللہ کی خواب میں زیارت کی ہے اس آدمی کے پاس جاتے ہیں اس سے سب حال پوچھتے ہیں اس آدمی کی قدم بوسی کرتے ہیں جس جگہ آپ کا تشریف رکھنا بیان کرتا ہے خواجہ حسین اس جگہ کو نہایت ادب سے چومتے ہیں اور نہایت گریہ وزاری کرتے ہیں چنانچہ بادشاہ نے موئے شریف کی خبر معہ خرچ خدمت میں حضرت کے بھیجی آپ بغور سننے اس خبر کے روانہ ہوگئے اور حالت وجد ورقص میں درود شریف پڑھتے ہوئے منزل بمنزل مانڈو گڑھ پہونچے۔

کہتے ہیں کہ حضرت مخدوم حسین ناگوری کے ایک گاڑی بیلوں کی تھی اس کے بیلوں کو خود چراتے اور خود پانی پلاتے اور ان کی خدمت کرتے تھے۔ خود ہی گاڑی کے ہانکنے والے اور چلانے والے تھے اسی گاڑی پر سوار ہوکر معہ ایک صاحبزادہ کے مانڈو گڑھ گئے تھے یہ معلوم نہیں ہے منجملہ دو صاحبزادوں کے جن کا نام خواجہ معروف اور شیخ اللہ دیا تھا کون سے صاحب اس سفر میں ساتھ تھے۔ الغرض جب قریب مانڈو گڑھ کے پہونچے اور سلطان نے خبر سنی بادشاہ آپ کے استقبال کے واسطے جنگل میں بر سر راہ گیا۔ ایک گاڑی پر دو آدمی چڑھے ہوئے میلے کپڑے پہنے ہوئے بوسیدہ حال آرہے تھے بادشاہ نے ان سے پوچھا کہ حضرت مخدوم حسین ناگوری کتنی دور ہیں اور تم سے کتنے پیچھے آرہے ہیں حضرت نے فرمایا کہ فقیر ہی مخدوم حسین ہے بادشاہ نے بکمال ادب قدم بوسی کی اور محلات شاہی میں آپ کو لایا بعد پہونچنے کے آپ کو اتنی تاب کہاں تھی کہ ٹھہرتے ہی فوراً فرمایا کہ موئے مبارک کی زیارت

کرائی بادشاہ نے خود اپنے ہاتھ میں رکھ کر موئے مبارک کی زیارت کرائی چونکہ عاشق صادق اور فنافی الرسول تھے موئے مبارک بادشاہ کے ہاتھ سے اُڑکر خود حضرت کے ہاتھ میں پہونچ گیا بسبب اس حالت کے بادشاہ کو حضرت مخدوم حسین سے زیادہ اعتقاد بڑھا اس کے بعد بادشاہ نے آپ کو اپنے باپ دادا کے مقبروں میں لے جا کر ان کے لئے دعائے مغفرت کرائی اور احوال ہر ایک متوفی کا دریافت کیا آپ نے اپنے کشف سے سب حال بیان فرمایا سلطان نے بوقت رخصت ایک لاکھ روپیہ آپ کی نظر گزرانا حضرت نے انکار کر دیا مگر آپ کے صاحبزادے کو کچھ رغبت اس روپیہ کی طرف ہوئی آپ نے ان کے خطرۂ قلب سے واقف ہو کر فرمایا اے فرزند یہ سانپ ہے کوئی عقلمند سانپ زہر دار کو اپنے پاس رکھ سکتا ہے جبکہ آپ نے رغبت صاحبزادہ کی زیادہ دیکھی تو فرمایا کہ البتہ اگر اس نیت سے اس روپیہ کو لینا چاہے کہ اپنے پیران عظام کی خانقاہ تعمیر کرا دے تو لے لے کیونکہ میرے مرشد حضرت شیخ کبیر الدین نے ایک دفعہ مجھکو فرمایا تھا کہ تم کو روپیہ ملے گا اس سے روضہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی کا اور خانقاہ اپنے جدِ بزرگوار حضرت سلطان التارکین حمید الدین صوفی کی عمارت تعمیر کروانا۔

کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ مخدوم حسین ناگوری کو سوائے اس روپے کے دوسرے روپے کی فتوح نہیں ہوئی چنانچہ حضرت خواجہ مخدوم حسین نے بموجب ارشاد مرشد برحق کے اس روپے سے روضہ حضرت شہنشاہ ہند خواجہ معین الدین چشتی کا سنگ مرمر سے تیار کرایا اور خانقاہ حضرت سلطان التارکین رحمۃ اللہ علیہ کی بنوائی جیسا کہ کتاب اخبار الاخیار ثمرات الاسرار مونس الارواح میں لکھا ہے۔

منقول ہے کہ ابتدا میں حضرت مخدوم حسین ناگوری نے مدتوں مجاوری اور جاروب کشی مزار پرانوار حضرت خواجہ معین الدین چشتی کی کرکے فیض حاصل کیا ہے اس کے بعد حسب الحکم جناب خواجہ کے ناگور جا کر سکونت اختیار کر لی الغرض سب سے پہلے شخص حضرت خواجہ کے مزار پر تعمیر کرانے والے مخدوم حسین ناگوری ہیں۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے تیرہ خلیفہ ہوئے ہیں۔

غریب نوازؒ کے خلفاء اور ان کے اسمائے گرامی

اوّل	خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمت اللہ علیہ
دوئم	حضرت خواجہ سلطان التارکین حمید الدین صوفی الناگوری دادا اس فقیر کے
سوئم	اجیپال جوگی عرف عبداللہ بیابانی
چہارم	خواجہ فخر الدینؒ جناب خواجہ غریب نواز کے فرزند ارجمند
پنجم	خواجہ معین الدینؒ
چھٹے	قاضی حمید الدین ناگوریؒ
ساتویں	شیخ وحید الدینؒ
آٹھویں	شیخ برہان الدینؒ عرف بدرو
نویں	شیخ احمدؒ
دسویں	شیخ محسنؒ
گیارہویں	سلیمان غازیؒ
بارہویں	شیخ شمس الدینؒ
تیرہویں	حسن خیاطؒ اور شیخ اوحد الدین کرمانی کو بھی بعض نے منجملہ خلفاء حضرت کے لکھا ہے کہ کذا فی اقتباس الانوار اور سیر الاقطاب میں لکھا ہے کہ بی بی حافظ جمال صاحبزادی حضرت خواجہ کی اور سالار مسعود غازی بھی خلیفہ آپ کے تھے لیکن یہ روایت ضعیف ہے۔

فصل دوسری

ذکر ترک اور تجرید حضرت خواجہ بزرگؒ اور احوال بیعت

اور

ہندوستان میں تشریف آوری بحکم سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

اور ملاقات غوث الاعظم سیدنا عبد القادر جیلانی

مونس الارواح اور مرات الاسرار سیر الاقطاب میں لکھا ہے کہ سید غیاث الدین سجزی والد بزرگوار حضرت خواجہ کے نہایت صالح' متقی اور عابد وزاہد شخص تھے جب وہ ملک عراق میں فوت ہو گئے اور وہیں مدفون ہوئے جیسا کہ صاحب سیر الاقطاب لکھتے ہیں تو ان کے تین فرزند رہے جن میں سے دو کا نام نہیں لکھا اور تیسرے حضرت خواجہ معین الدین تھے ان کو میراث پدری سے ایک باغ اور چکی ملی کہ اس سے بسر اوقات اپنی کرتے تھے۔

کہتے ہیں اس مقام پر ایک مجذوب تھے ابراہیم قندزی نام صاحب کشف وکرامات' ایک روز وہ مجذوب الہام غیبی سے حضرت خواجہ کے باغ میں تشریف لائے خواجہ درختاں کو پانی دے رہے تھے جب آپ نے مجذوب صاحب کو دیکھا تو کچھ پھل اور انگور باغ سے لاکر ان کی تواضع کی اور ادب سے ان کی خدمت میں بیٹھ گئے۔ ابراہیم مجذوب نے ایک ٹکڑا خشک روٹی کا اپنی بغل سے نکال کر خود اپنے منہ میں ڈالا اور تھوڑا سا دانتوں سے چبا کر پھر نکال کر حضرت خواجہ کے منہ میں ڈالا بطور کھانے اس ٹکڑے خشک کے حضرت خواجہ کے دل پر ایک نور پیدا ہوا

اور دنیا کی محبت گھر کا لگاؤ قطعی دل سے دور ہو گیا دو تین روز کے بعد تمام ملک و باغ وغیرہ جو کچھ تھا وہ سب کا سب فروخت کر کے فقرا کو بخش دیا آپ کی عمر ۱۵ سال کی تھی کہ سیستان سے سفر کر کے بخارا اور سمرقند کو گئے وہاں ایک مدت تک رہ کر قرآن شریف حفظ کیا اور تحصیل علم ظاہری حاصل کی۔

غریب نواز کو بیعت اور خرقۂ خلافت

دلیل العارفین میں اور سیر الاقطاب میں لکھا ہے کہ آپ کے استاذ علم ظاہری کا نام حسام الدین بخاری ہے علم ظاہری کی تحصیل کے بعد حضرت خواجہ غریب نواز نے ارادہ ملک عراق اور عرب کا کیا۔ طلب خدا اور تجسس علم باطنی کے آپ پر غالب آئی قصبہ ہارون جو نواحی نیشاپور میں ہے پہونچے تو جناب حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ سے ملے جو کہ محبوب خدا اور قطب اولیا رتھے اور ان کے مرید ہوئے ڈھائی سال حضرت مرشد کی خدمت میں رہ کر بہت کچھ ریاضت اور محنت و مجاہدہ حسب تربیت خواجہ عثمان قدس اللہ سرہ کے کر کے درجۂ تکمیل کو پہونچے حضرت مرشد برحق نے خرقۂ خلافت اور نعمت اپنی عنایت کر کے خواجہ بزرگ کو رخصت کیا جیسا کہ مرآت الاسرار میں لکھا ہے جس وقت حضرت خواجہ عثمانؒ نے جناب غریب نواز خواجہ معین الدین کو خرقۂ خلافت بخشا حضرت خواجہ بزرگ کی عمر باون سال کی تھی جیسا کہ سیر الاولیا میں لکھا ہے لیکن انیس الارواح میں خود حضرت خواجہ نے اپنے بیعت ہونے کا حال لکھا ہے کہ آپ نے بغداد شریف میں بیعت حضرت عثمانؒ سے کی اور بعد بیعت بیس سال تک مرشد برحق کی خدمت میں رہ کر ریاضت ہائے شاقہ اپنا کام تمام کر کے خرقۂ خلافت حاصل کیا اور ہمیشہ سفر اور حضر میں حضرت مرشد کا بستر بغل میں اور سر پر رکھتے تھے۔

لکھتے ہیں کہ میں اور حضرت عثمان رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ سفر میں رہا کرتے تھے ایک شہر میں بہت کم ٹھہرتے تھے بس حضرت خواجہ بزرگ نے اپنے مرشد کی خدمت میں بیس سال چھ مہینے اس طرح سے گزارے کہ شب و روز مجاہدہ و محنت میں مشغول ہو کر بستر جناب خواجہ عثمانؒ کا اور آفتابہ وضو کا اپنے سر پر رکھتے تھے جب

نعمت خلافت سے مشرف ہو کر بحصول رخصت قصبۂ سنجار میں آئے اور ڈھائی مہینے رہ کر قصبہ جیل پہنچے جو کہ بغداد شریف سے سات منزل پر واقع ہے جیل میں پانچ مہینے اور سات دن مقام کر کے حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی سے ہم صحبت رہے کہ اب تک حجرہ متبرکہ حضرت خواجہ کا جیل میں موجود ہے۔ وہاں سے روانہ ہو کر ہمدان اور تبریز میں آئے اور بزرگان و مشائخ کبار تبریز سے ملاقات کی کذا فی مونس الارواح اور مرات الاسرار۔ کہ حضرت خواجہ بزرگ مرشد برحق سے رخصت ہو کر قصبۂ سنجر میں آئے اور ڈھائی مہینے شیخ نجم الدین کبریٰ سے ملاقات رکھی لیکن تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ شیخ نجم الدین کبریٰ اس وقت سنجار میں موجود نہیں تھے اور حضرت خواجہ سے ملاقات نہیں ہوئی۔

فائدہ — واضح رہے کہ شیخ محی الدین سنجری ہم عمر خواجہ بزرگ کے ہیں پس اس نام سے صاحب سیر الاقطاب وغیرہ کو حضور غوث الاعظم کے نام سے شبہ پڑ گیا ہے ورنہ ظاہر ہے کہ وفات حضرت غوث الاعظم کی سنہ ۵۶۲ھ ہجری میں ہوئی ہے اور جبکہ ولادت خواجہ بزرگ کی سنہ ۵۲۷ھ ہجری میں مقرر ہوئی در بیس سال آٹھ ماہ حضرت خواجہ کا خدمت میں مرشد برحق خواجہ عثمان ہارونیؒ میں رہنا متخیل اور باون سال کی عمر میں خرقۂ خلافت کا پانا اور وہاں سے ہمرکابی جناب حضرت خواجہ عثمانؒ مکہ معظمہ حاضر ہو کر مدینہ منورہ میں پہونچنا اور بعد دس سال کے بغداد شریف آنا کہا گیا ہے تو اس حساب سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ بعد وفات حضور غوث الاعظم کے چھ سال بعد آئے ہیں پس استفادہ حضرت خواجہ کا اور حضرت غوث الاعظم کا باہم دیگر کیونکر صحیح مانا جا سکتا ہے البتہ سال ارادت حضرت خواجہ کی سنہ ۵۵۱ھ ہجری میں حضرت خواجہ کا جناب غوث الاعظم سے ملنا ضرور ثابت ہوتا ہے جو قابل یقین ہے۔

مرات الاسرار میں لکھا ہے کہ جب حضرت خواجہ سنجار سے قصبہ جیل پہونچے در جیل بغداد شریف سے سات منزل کوہ جودی کے نیچے واقع ہے اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اس زمانے میں وہاں تشریف رکھتے تھے مدت پانچ ماہ اور سات

روز تک حضرت خواجہ بزرگ ہم صحبت غوث الاعظم کی رہے اور مجلس محرمانہ واقع ہوئی۔
فائدہ ظاہری کو صحبت میں حضرت خواجہ بزرگ اور جناب غوث الاعظم
اور استفاضہ باہم دگر بر دو محبوبان حق میں بعینہ بڑا اختلاف ہے۔ سفینۃ الاولیاء میں
دارا شکوہ قادری اور سیر العارفین میں شیخ سماء الدین قادری پیر شیخ جمالی کے اور تحفۃ الراغبین
وغیرہ کتب مشائخ قادریہ میں توصاف اور بہت وضاحت کے ساتھ لکھا ہے کہ حضرت
خواجہ بزرگ نے حضور غوث الاعظم کے ہم صحبت پانچ ماہ سات روز رہ کر چلے کھینچے ہیں
لیکن یہ روایت استفاضہ کی پایہ صحت کو نہیں پہونچتی کیونکہ دلیل قوی اس کے غیر صحیح
ہونے کے سبب سے پہلی یہ ہے کہ کتب سلف مشائخ چشتیہ میں استفاضہ حضرت
خواجہ کا جناب غوث الاعظم سے کسی جگہ ذکر نہیں آیا البتہ بعض صاحب چشتیہ نے لکھا
ہے کہ جس کا ذکر روایت ہر ایک کا لکھا جاتا ہے۔
اخبار الاخیار میں شیخ عبد الحق محدث دہلوی قادری لکھتے ہیں کہ حضرت
خواجہ بزرگ محبوب سبحانی کی ملاقات شیخ عبد القادر جیلانی سے ابتدائی حال میں ہوئی اس
وقت کہ حضرت خواجہ ہم رکاب اپنے پیر خواجہ عثمان ہارونی کے تھے اس طرح سے کہ جب
خواجہ عثمان ہارونیؒ اور حضرت محبوب سبحانی کی ملاقات ہوئی۔ اس وقت غوث الاعظم نے علو
شان حضرت خواجہ پر نظر کر کے ان کے پیر خواجہ عثمانؒ کو خبر دی اور بہت سفارش خواجہ
بزرگ کی ان کے پیر خواجہ عثمان ہارونی سے کی۔
سیر الاقطاب میں شیخ اللہ دیہ چشتی صابری لکھتے ہیں کہ ملاقات
حضرت خواجہ بزرگ کی جناب شیخ عبد القادر جیلانی سے دو مرتبہ ہوئی ایک مرتبہ تو ابتدائے
حال خواجہ میں دوسری مرتبہ خواجہ بزرگ بغداد میں پہونچے اور حضرت غوث الاعظم
سے ملاقاتی کلمہ کلام میں مشغول ہوئے حضرت خواجہ بزرگ نے فرمایا کہ سخن خدا
بیان کیجیے۔ حضرت غوث الاعظم نے فرمایا کہ سخن خدا کے لئے گوشہ چاہئے۔ خواجہ نے
فرمایا مجھ کو آپ کے ساتھ گوشہ میں جانے سے دو امر مانع ہیں اول یہ کہ جب
میں آپ کے ساتھ گوشہ میں جاؤں تو مجھے خطرہ ہے کہ مبادہ میرے پیر و مرشد حضرت

خواجہ عثمان ہارونی کو غیرت آوے جو موجب تباہی میری کا ہو کیونکہ میرے اعتقاد میں میرے مرشد سے برتر کوئی رتبہ رکھنے والا نہیں اور میں ان کو اکمل الاکملین جانتا ہوں بلکہ خدا اور رسولؐ کو اسی شان مرشد میں دیکھتا ہوں پس میں وہ کام کیوں کروں جو باعث رنجیدگی مرشد برحق ہووے۔

دوسرے قطع نظر اس سے حاجت بھی گوشہ میں جانے کی نہیں ہے کیونکہ حاضرین مجلس یا تو واقف ودرمحرم ہیں یا ناواقف یا نامحرم پس اگر واقف ہیں تو ان سے کلمہ حق پوشیدہ رکھنا کیا فائدہ اور اگر ناواقف ہیں تو ان کے روبرو باتیں جو ہیں کیا سمجھیں گے حضرت غوث الاعظم اس کو سن کر خاموش ہو رہے۔ اس کے بعد خواجہ بزرگ نے پانچ ماہ سات یوم جیلان میں رہ کر کئی چلے کھینچے خیال کر لینے کا مقام ہے کہ مشائخ قادریہ نے جو براہ افراط اپنی کتابوں میں لکھا ہے خاص کر صاحب تحفۃ الراغبین در سفینۃ الاولیا نے کہ حضرت خواجہ بزرگؒ نے پانچ ماہ سات یوم تک حضرت غوث الاعظم کی ہم صحبت رہ کر چلے کھینچے ہیں یہ وہ ہی لغیات ہیں کہ جن کے مقابل میں حضرات چشتیہ دوسری طرح سے لکھتے ہیں۔

بہ بین تفاوتِ رہ از کجا است تا بکجا (دلیتے کا فاصلہ دیکھئے کہاں سے شروع ہوتا ہے اور کہاں ختم ہوتا ہے۔)

زبدۃ التحقیق میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی خلیفہ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے لکھتے ہیں کہ میرے مرشد حضرت خواجہ معین الدینؒ فرماتے تھے کہ میں جب بغداد پہنچا تو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ میرے پاس آئے کہا کہ اے معین الدین خاتم ولایت محمدیہ مجھکو یہ فرمایا ہے کہ تیرے اور میرے دادا حضور صلی اللہ علیہ السلام نے کہ تو معین الدین کو خرقہ دے پس میں بحکم حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم آیا ہوں مجھ کو خرقہ اپنے خاندان کا دے خواجہ بزرگؒ نے فرمایا کہ میں مراقب ہوا تو دیکھا کہ جناب رسالت پناہ علیہ الصلوۃ والسلام نے مجھ کو ارشاد فرمایا کہ اے معین الدین تو اور عبدالقادر دونوں میری اولاد ہو اپنے خاندان کا خرقہ شیخ عبدالقادر کو دے میں نے بحکم حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنا خرقہ شیخ عبدالقادر کو دیا۔ یہی

لکھا ہے۔ بحر اولیا، مدینِ المعین اور اقتباس الانوار میں۔

غور کرنے سے معلوم ہو گیا کہ بعض مشائخ قادریہ نے جو حضرت خواجہ بزرگ کا پانچ ماہ سات یوم ہم صحبت حضرت خواجہ کا غوث کے رہ کر چلے کرنا لکھا ہے محض افراط ہے کس لئے کہ کتاب زبدۃ الحقائق تصنیف ہے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی اور یہ جو کچھ اس میں لکھا ہے زبان حضرت خواجہ سے سنکر لکھا ہے پس کیونکر اس کی صحت کا اقرار نہ کیا جائے۔ باقی دیگر ملفوظات خواجگان چشت مثل انیس الارواح تصنیف حضرت خواجہ بزرگ معین الدین چشتیؒ اور دلیل العارفین تصنیف حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ اور فوائد السالکین تصنیف خواجہ فریدالدین گنجشکرؒ اور راحت القلوب تالیف سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء محبوبؒ الٰہی سیرالاولیاء تصنیف سید محمد کرمانی اور خیر المجالس ملفوظ شیخ نصیر الدینؒ چراغ دہلوی مصنفہ شیخ حمید قلندر وغیرہ ملفوظات خواجگان چشت کہ معتبر ہیں کسی ایک میں بھی یہ تذکرہ نہیں ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ نے صحبت میں حضرت غوثؒ کی رہ کر فیض لیا ہے بلکہ زبدۃ الحقایق میں اس کے برعکس مرقوم ہے جو کہ اوپر لکھا گیا ہے۔

نہیں معلوم ہوتا کہ بعض اصحاب قادریہ نے استفاضہ حضرت خواجہ بزرگؒ کی روایت کس کتاب کی سند سے لکھی ہے یہ نہیں ہے مگر افراط اور تفریط ان کے اس گروہ مشائخ قادریہ میں سے محقق برحق شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اخبار الاخیار میں سچ لکھتے ہیں ترجمہ عبارتہ، واللہ اعلم

سنا گیا ہے کہ جس وقت حضرت عثمان ہارونی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے ملنے تو خواجہ معین الدینؒ اپنے پیر کے ساتھ تھے اور ان کا ابتدائے حال تھا حضرت غوث الاعظم کی جو نظر حضرت خواجہؒ پر پڑی تو آپ نے کشف سے دریافت کیا کہ یہ شخص بڑا عالی شان ہوگا حضرت خواجہ عثمان ہارونی سے ان کی سفارش کی اور علو شان حضرت خواجہؒ سے ان کو خبر دی انتہی۔ البتہ یہ روایت مطابق روایات ملفوظات خواجگان چشت کی ہے۔

جیساکہ سیر الاقطاب میں لکھا ہے کہ ملاقات حضرت خواجہ بزرگؒ کی جناب غوث الاعظمؓ سے دو مرتبہ ہوئی ایک شروع حال میں۔ نیز اور جو کہ بعض کتب متاخرین مشائخ چشتیہ صابریہ میں اثبات صحبت خواجہ بزرگؒ اور استفاضہ باہم دگر لکھا ہے جیساکہ اقتباس الانوار شیخ اکرم چشتی میں کہ جو حال میں یعنی سنہ تیرہویں صدی ہجری میں تصنیف ہوئی ہے لکھا ہے بالکل بے ثبوت ہے کس واسطے کہ اول تو اس کے مطابق کسی دوسری کتاب میں تذکرہ نہیں ہے دوسرے مصنف جو ہیں خود قبول کرتے ہیں کہ میں نے ثقات سے سنا ہے کسی کتاب سے نہیں لکھا ہے بس قول بے دلیل بلاکسی سند صحیح کے قابل قبول نہیں ہوا کرتا غالباً وہ ثقات وہ ہیں بعض مشائخ قادریہ ہوں گے جنھوں نے اس بارہ میں افراط اور تفریط سے کام لیا ہے صرف ان کے کہدینے پر بھی اعتبار کیسے ہو سکتا ہے۔ اقتباس الانوار میں جو یہ لکھا ہے کہ زبدۃ الحقائق میں حضرت خواجہ بزرگؒ سے جناب غوثؓ الاعظم کو خرقہ پہنچنا بھی مندرج ہے والله اعلم کہ زبدۃ الحقایق تصنیفات خواجہ قطب الدین بختیار کاکی سے ہے یا نہیں۔

یہ فقیر اس کا جواب دیتا ہے کہ صاحب اقتباس الانوار اگرچہ مشہور صابریہ چشتیہ ہیں لیکن توغل اور توسل سلسلہ قادریہ میں زیادہ رکھتے ہیں جب ہی تو یہ خیال ان کا ہے کہ زبدۃ الحقائق خواجہ قطب الدین کی تصنیف ہے یا نہیں یہ تحریر ان کی دو حال سے خالی نہیں ہے یا تو یہ کہ ان کو رتبہ محبوبی اور رجیبی خواجہ بزرگؒ میں شک ہے اور اپنی نگاہ میں درجہ خواجہ بزرگ کا حضرت غوثؓ سے کمتر دیکھتے ہیں یا کہ وہ کتب مشائخ چشتیہ سے بے خبر ہیں اس لئے کہ زبدۃ الحقایق ایک مشہور تصنیف خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ سے ہے جس کا حوالہ چند کتب مثل مداین المعین اور مخبر الاولیا وغیرہ میں موجود ہے جس کا جی چاہے دیکھے معلوم نہیں ہوتا کہ صاحب اقتباس الانوار کو یہ شک کس دلیل سے واقع ہوا شاید حدیث ظَنُّ الْمُؤْمِنِ خَيْرًا اور حُسْنُ الظَّنِّ مِنَ الْإِيْمَانِ (مومن کا گمان اچھا ہوتا ہے اور اچھا گمان رکھنا ایمان کی علامت ہے) کا خیال نہیں رہا ہوگا۔

الغرض اس کے بعد اقتباس الانوار میں یہ بھی لکھا ہے کہ میں نے
ثقات سے سنا ہے جب خواجہ بزرگؒ بغداد شریف میں حضرت غوث الاعظمؒ سے ملے
تو حضرت غوثؒ نے آپکے واسطے مجلس سماع تیار کرائی خواجہؒ کو رقص ہوا حضرت غوثؒ بوجہ تعظیم
کے واسطے اپنے عصا پر تکیہ کئے ہوئے کھڑے تھے اور اشک آنکھوں سے جاری تھے کہ
اچانک حضرت غوثؒ کا عصا ہلا اور جنبش کرنے لگا خادم نے عرض کیا کہ یہ کیا حال ہے
کہ جو آپ کا عصا جنبش میں ہے فرمایا کہ تو نہیں دیکھتا کہ یک عارف کامل رقص میں
ہے اور اس کے متابعت میں عرش سے تحت الثریٰ تک رقص میں ہے بلکہ یہ ایسا
وقت ہے کہ زمین و آسمان زیر و زبر ہو جاوے اور بڑا بھاری فتنہ عالم میں پیدا ہو
لیکن میں ہوں کہ اپنے قوتِ کمالیت سے کھڑا ہوں اور زمین و آسمان کو برقرار رکھ
چھوڑا ہے تو صرف میرے عصا کی جنبش کا ہی کیا تعجب کرتا ہے بعد فرد ہونے حالت
خواجہؒ کے حضرت غوث جناب خواجہ بزرگ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے حجرہ خاص میں لے گئے اور
تین رات دن دونوں نے خلوت رکھی اور باہم دگر استفاضہ کیا حضرت خواجہؒ نے
ترکیب اسم اعظم کی کہ جو آبا و اجداد سے سینہ بسینہ چلی آئی ہے حضرت غوثؒ کو تلقین فرمائی
اور حضرت غوثؒ نے بھی ترکیب اسم اعظم کی جو آپ کے بزرگوں سے چلی آئی تھی حضرت
خواجہؒ کو تعلیم فرمائی اور ذکر سہ پایۂ قادریہ اور شغل ممبار کہ جس سے نسبت محبوبیت
کی پیدا ہوتی ہے اور شغل سرگوشی و سجود القلب تلقین کیا۔

انتہیٰ یہ ایک افسانہ سے زیادہ نہیں ہے کیونکہ محض ایک تحریر
بے سند ہے۔

لیکن مرآت الاسرار وغیرہ ملفوظات میں لکھا ہے کہ خواجہ بزرگ نے
حضرت غوثؒ سے پانچ ماہ سات یوم صحبت محرمانہ رکھی اسکے لئے جاننا چاہئے کہ تنزلاً صحبت
انسان کی انسان سے چار قسم پر ہوتی ہے۔
اوّل۔ ناقص کی صحبت ناقص سے یہ صحبت کسی کام کی نہیں ہوتی
مورث نقصان کے ہے۔

دوسرے صحبت ناقص کی کامل سے یہ صحبت تاثر اکسیر اعظم رکھتی ہے بقول کسی شاعر کے ؎

ہر چہ ہست در یں جہاں ست از صحبت ست	ور نہ کجا یافتی بید بہائے نبات
جو کچھ اس جہان رنگ و بو میں ہے وہ تاثیر صحبت ہے	ورنہ تو کہاں بید کے درخت سے شکر کا وجود پاتا
جمال ہمنشین در من اثر کرد	وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم
دوست کے جمال نے میرے اندر اثر کیا ہے	ورنہ میں تو وہی ذرہ خاک ہوں جس کی کوئی حیثیت نہیں

خواہ یہ صحبت اپنے مرشد سے ہو یا غیر مرشد سے اگر یہ صحبت غیر پیر ارادت سے ہو اور اس سے فائدہ حاصل ہو اس کو پیر صحبت کہتے ہیں چنانچہ ایسی صحبت مشائخ کبار کو دوسرے مشائخ سے ہوئی ہے اور فیض حاصل ہوا ہے۔

تیسری صحبت کامل کی ناقص سے یہ صحبت صحبت قسم دویم سے مناسبت رکھتی ہے اور تکمیل ناقصاں کے فوائد حاصل ہوتے ہیں اس واسطے کامل لوگ نقل مکان کر کے اپنے مریدوں اور عزیزوں کے مکان پر جاتے ہیں جیسے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ سے ہجرت فرما کر انصار کے لئے مدینہ منورہ میں تشریف لے گئے اور ان کو اپنی صحبت بابرکت سے کامل کیا ایسے ہی کاملوں کو بھی اس صحبت ناقصوں سے فائدہ در ثواب فیض پہنچانے اور مرید کرنے کا حق حاصل ہوتا ہے۔

چنانچہ اخبار الاخیار میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں شیخ رکن الدین ابوالفتح سہروردی کے ذکر میں کہ جب شیخ رکن الدین ابوالفتح سہروردی دہلی میں پہنچے اور ملاقات حضرت شیخ نظام الدین اولیاء کے واسطے گئے اور باہم جلسہ صحبت ہر دو بزرگ کا گرم ہوا تو شیخ عماد الدین اسماعیل برادر خورد شیخ رکن الدین نے عرض کیا کہ ہر دو بزرگوار کا جمع ہونا بہت غنیمت ہے بہتر یہ ہے کہ اس صحبت بابرکت سے کچھ نفع ہم کو حاصل ہو اور ہر دو صاحبوں سے کچھ سننے میں آوے۔ بندہ کے دل میں ایک سوال پیدا ہوا ہے وہ یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ سے ہجرت فرمائی اور مدینہ طیبہ میں تشریف لے گئے اس میں کیا حکمت تھی۔

شیخ رکن الدین نے فرمایا کہ غالباً یہ سبب ہوگا کہ بعض کمالات اور درجات جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم مقدر رکھتے اور ان کا ظہور موقوف رکھا گیا تھا صحبت اصحاب صفہ پر حضرت شیخ نظام الدین اولیاؒ نے فرمایا کہ میرے دل میں تو یہ بات آتی ہے کہ حکمت اس میں یہ تھی کہ بعض فقراء مدینہ منورہ جو سعادت صحبت حضور نبوت کی حاصل کرنے سے معذور تھے اس لئے آنحضرتؐ خود تشریف لے گئے تاکہ وہ لوگ اس نعمت سے معزز و مشرف ہو جاویں۔

کہتے ہیں کہ مقصود ان دونوں بزرگوں کا اور ماحصل تقریر کا باہم دونوں کی تواضع تھی بشیخ رکن الدینؒ کا مطلب یہ تھا کہ ہمارا آنا دہلی میں آپ سے تکمیل اور راستفادہ کے واسطے ہوا ہے اور غرض شیخ نظام الدینؒ کی یہ تھی کہ حضرت ہماری تکمیل و راستفادہ کے واسطے آئے ہیں جیسا کہ سیر الاولیا میں لکھا ہے۔

اس عبارت کے لکھنے والے شیخ عبد الحق لکھتے ہیں کہ شک نہیں ہے کہ کمال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا موقوف صحبت اصحاب صفہ تھا وہی ارشاد اور تکمیل ہے جو موجب ثواب دعوت کا اور حصول درجات کا ہے نہ کہ کمال ذاتی کا پس انجام ہر دو سخن کا ایک ہی ہے۔ واللہ اعلم (انتہیٰ عبارت)

فائدہ۔ کاتب الحروف فقیر کہتا ہے کہ ناظرین غور فرمالیں کہ اس صحبت اور تواضع سے ترجیح کسی بزرگ کی دوسرے بزرگ پر ثابت نہیں ہوتی اس میں شک نہیں ہے کہ حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی درجہ محبوبیت میں تھے اور شیخ رکن الدین کامل مکمل اور درجہ قطب پر تھے۔ جیسا کہ جامع العلوم میں لکھا ہے مگر ایسی حالت میں بھی حضرت شیخ نظام الدین محبوب الٰہی کا یہ فرمانا تواضع تھا تاکہ مصداق الفقراء کنفس واحد اظہار ہو جاوے۔ ایسے ہی غوث پاکؒ اور حضرت خواجہ بزرگؒ کا معاملہ ہے کہ بالفرض ان دونوں بزرگوں نے باہم تواضع کی بھی ہو اور بایک دیگر استفاضہ کیا ہو لیکن اس تواضع سے بھی کسی نوع کی ترجیح حضرت غوثؒ کو جناب خواجہؒ پر دینا یا اس کے برعکس حضرت خواجہ کو جناب غوثؒ پر فوقیت دینا کام متعصبین اور گستاخوں کا ہے مومن

کو چاہئے کہ غلام ہر دو جناب کا ہے اور زبان ترجیح کسی ایک کے حق میں نہ کھولے کیونکہ ہر دو بزرگ محبوبان حق ہیں اور میرے اعتقاد میں برابر کا رتبہ رکھنے والے ہیں۔

غزل

کسے کہ قرب خود در بارگاہِ کبریا دارد
جو شخص بارگاہ خدا کا قرب رکھتا ہے

دیا در محفل حضرت رسول مصطفےٰ دارد
وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل رکھتا ہے

ہما داند کہ ایں را رتبہ اعلاست نزدِ حق
سب جانتے ہیں کہ ان کا اللہ کے نزدیک اعلیٰ مرتبہ ہے

وآں دیگر بحضرت رتبہ کمتر چرا دارد
یہ دوسری بات ہے کہ کس اور کم مرتبہ رکھتا ہے

نباشد چوں کسے را قرب زیں ہر دو یکے حاصل
اگر کسی کو ان دونوں میں سے کسی ایک کا بھی قرب حاصل نہ ہو

نمی داند کہ ایں درجہ خفیض وآں اعلےٰ دارد
تو انکو ان دونوں میں سے کسی ایک کی برتری معلوم نہیں ہو سکتی

نشد معلوم از قرآں حدیث قول اصحابہ
قرآن و حدیث اور اقوال صحابہ سے یہ معلوم نہیں ہوا

زباں بکشادن ترجیح ہر دو کے روا دارد
تو یکے دیگر ترجیح کے سلسلے میں لب کشائی کیسے روا ہوگا

ترا گر معنی قدمی اگر در شک بیند ازد
اگر تجھے اس کے معنی میں ایک قدم کے برابر بھی شک و شبہ ہو تو

بخواں باب التواضع از عوارف کو چہا دارد
تو عوارف کی تواضع کے باب کی ورق گردانی کر کہ جس میں کیا لکھا ہے

نمی گویم معین الدینؒ کلاں از شہ محی الدینؒ
میں یہ نہیں کہتا کہ معین الدین شاہ محی الدین سے بڑے ہیں

نمی گویم محی الدینؒ ازاں رتبہ سوا دارد
اور میں یہ بھی نہیں کہتا ہوں کہ شاہ محی الدین کا رتبہ ان سے بڑا ہے

چوں من دعویٰ غلامے ہر دو محبوبان حق دارم
کیونکہ میں دو محبوبان حق کی غلامی کا دعویٰ کرتا ہوں

غلام مشترک آداب ہر دو استوا دارد
میں دونوں کا مشترک غلام ہوں اور ان کا ادب بھی کرتا ہوں

کسے کو منکر ایں ہر دو محبوبان حق باشد
جو کوئی بھی اللہ کے ان دونوں محبوبوں کا منکر ہوگا

یکے شد خارجی ملعون دگر رفضی بلا دارد
ایک تو لعنتی خارجی ہوگا دوسرا بلاؤں والا رافضی ہوگا

مؤدب باش با ہر دو مکن رجحان یکے دیگر
باادب ہو جاؤ دونوں میں سے کسی ایک کو ترجیح مت دو

حدیث لاتفضلنی چو نجم الدیں گوا دارد
نجم الدین اسکی گواہی میں حدیث لاتفضلونی پیش کرتا ہے

چوتھی صحبت کامل کی کامل سے یہ صحبت بھی فوائد سے خالی نہیں ہے اگرچہ ایک کو دوسرے سے تکمیل کی حاجت نہیں ہے لیکن باہم تواضع کریں تو دونوں کو فائدہ ہوتا ہے پس صحبت خواجہ بزرگ کی جناب غوث سے اس قسم کے چہارم میں داخل ہے جیسا کہ خود صاحب اقتباس الانوار بھی لکھتے ہیں اور جو کچھ بعض مشائخ قادریہ نے لکھا ہے وہ بھی مراد اسی صحبت سے ہے اور اس قسم کی تواضع اور استفاضہ باہمی مشائخ کاملین اور اولیائے واصلین میں جو ہم درجہ ہوں بہت جگہ ہوا ہے جیسا کہ مرات الاسرار میں ملک بختیار کے ذکر میں لکھا ہے کہ جب ملک بختیار خلیفہ شیخ کبیرالدین گجراتی احمدآبادی بن شیخ سعید بن عزیزالدین بن شیخ فریدالدین چاکپراں بن شیخ عبدالعزیز بن حضرت خواجہ حمیدالدین صوفی السوالی ناگوری سلطان التارکین کی شہرت احمدآباد میں زیادہ ہوئی تو شیخ قطب عالم کے مریدوں میں سے ایک مرید ملک بختیار کی طرف رجوع ہو گیا اور ان سے فیض لیا۔

ایک شخص نے شاہ قطب عالم سے شکوہ کیا کہ ملک بختیار ایسے گستاخ ہو گئے ہیں کہ آپ کے مریدوں کو پھیر کر اپنا کرتے ہیں شاہ عالم نے فرمایا کہ باغرض مرید کرنے سے ہدایت کرتا ہے پس ہر روز دعا ہے کہ ہو سکے ہدایت ہو ملک بختیار بھی اسکو نام خدا کی تعلیم کی ہے وہ شخص نہایت نادم ہوا تھوڑے دن کے بعد ان دونوں بزرگوں کی ملاقات ایک کوچہ میں ہو گئی شاہ قطب عالم نے ملک بختیار سے فرمایا کہ مجھکو بھی خرقہ اپنے خاندان خواجگان چشت کا عطا کیجئے ملک بختیار نے فرمایا کہ عطا شاہوں سے ہوا کرتا ہے یعنی تمہارا نام شاہ عالم ہے اور اسم بامسمیٰ ہو مجھکو آپ عطا کیجئے اور اپنا خرقہ دیجئے شاہ عالم نے فرمایا کہ ملک بھی شاہوں سے ہی ہے۔ یعنی آپ کا نام بختیار ہے پس ملک بختیار نے اپنا خرقہ خلافت خاندان چشتیہ کا شاہ عالم کو دیا اور انھوں نے اپنا خرقہ ملک بختیار کو دیا۔ پس سمجھ لینے کی بات ہے کہ ان دونوں بزرگوں میں سے کون سے کو ترجیح ہوئی اسی طرح اور بہت سے مشائخ کاملین میں باہم دگر تواضع ہوئی ہیں جو کسی کی برتری اور کمتری نہیں کہی جا سکتی۔

اس فقیر کو کہ جو غلام ہر دو محبوبان برحق کا ہے اس رد و کد کے لکھنے کی ضرورت نہیں تھی لیکن چونکہ بعض والہان خاندان قادریہ حضرت محبوب سبحانی شیخ عبد القادر جیلانی کو جناب بزرگ خواجہ معین الدین چشتیؒ پر بر دیئے حقارت ترجیح دیتے ہیں اور اس سلسلہ عالیہ چشتیہ کی ہتک کے نظریہ سے سلسلہ قادریہ کی فضیلت بعض اپنی تحریروں میں اور بعض اپنی تقریروں میں کرتے ہیں جو شایان ان کے نہیں ہے بلکہ داخل بے ادبی ہے اس لئے محض ایسے لوگوں کو تنبیہ اور سمجھانے کی غرض سے اس بارہ میں قلم اٹھایا گیا ہے ورنہ کیا ہوا جو حضرت خواجہ بزرگؒ حضرت غوثؒ سے مستفیض ہوئے یا غوث الاعظم جناب خواجہ بزرگؒ سے مستفید ہوئے تنزلاً اگر ایسا ہوا بھی ہو تو یہ استفادہ یا بھی نور علی نور اور ہم وابستگان ہر دو سلسلہ کو بجائے ایک نہر شہد کے جوئے شیر بھی ہاتھ آئے سبحان اللہ سبحان اللہ والحمد للہ والحمد للہ علی ذالک نہ کہ اس استفادہ کو سراسر استفادہ ہی ہے۔ بحث اور تقریر میں لاکر تحقیر ایک سلسلہ کی اور تعظیم دوسرے کی کی جاوے معاذ اللہ من ذالک دریافت علوشان سلسلہ عالیہ چشتیہ کے واسطے عاقل اور عالم کو یہ ہی ایک نکتہ کفایت کرتا ہے کہ حضرت غوثؒ نے جناب خواجہ عثمانؒ سے حضرت خواجہ بزرگؒ کی بہت سفارش فرمائی اور علوشان سے خبر دی جیسا کہ اوپر مفصل مذکور ہو چکا ہے۔

خواجہ عثمانؒ ہارونی کی غریبؒ نواز کو وصیت رحمتہم اللہ

دلیل العارفین وغیرہ ملفوظات معتبرہ میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ بزرگؒ کو جناب خواجہ عثمانؒ ہارونی نے خرقہ خلافت پہنا کر یہ وصیت فرمائی کہ اے معین الدین تم نے خرقہ درویشوں کا پہنا ہے تم کو چاہیے کہ کام درویشوں کا کرو درویشوں کا کام فقر و فاقہ اور محنت و مجاہدہ ہے، فقیروں کے نزدیک دنیا کا رنج اور تکلیف و آرام و راحت یکساں ہے درویش وہ ہوتا ہے کہ فقیروں اور غریبوں سے محبت کرے اور مسکینوں اور درویشوں کی صحبت رکھے اور اہل دنیا سے محترز رہے جو فقیر ایسا کرتا

ہے وہ اللہ تعالیٰ کا محب اور مقرب ہوتا ہے جب یہ وصیت تمام کر چکے تو جناب خواجہ عثمانؒ نے حضرت خواجہ بزرگؒ کا ہاتھ پکڑا اور کہا الٰہی معین الدین کو قبول کر اور مقرب اپنی درگاہ کا کر ہاتف نے "دا زدی کہ اس کے نام کو ہم نے زمرہ محبوبان میں لکھا ہے اور سردار قوم مشائخ کا کیا ہے ایسا ہی لکھا ہے کتاب مونس الارواح میں اور مرات الاسرار میں لکھا کہ حضرت خواجہ بزرگؒ جیلان سے بغداد پہونچے وہاں شیخ ضیاء الدین ابو نجیب عبد القاہر سہروردی سے ملے اور بہت محظوظ ہوئے ایک مدت ان سے صحبت رکھی اور اس جگہ بغداد میں شیخ اوحد الدین کرمانی کو خرقہ خلافت عنایت فرما کر توجہ بہت ان پر مبذول فرمائی اسی جگہ بغداد شریف میں شیخ شہاب الدین سہروردی نے بھی خدمت خواجہ بزرگؒ میں پہونچ کر اپنے شروع حال میں فیض حاصل کیا یہ ہی دلیل العارفین میں لکھا ہے۔

سبع سنابل تصنیف میر عبد الواحد بلگرامی اور انیس الارواح جو تصنیف ہے حضرت خواجہ بزرگؒ کی اپنی بیعت ہونے کا حال تو د حضور خواجہ نے یوں لکھا ہے کہ ضعیف ترین خلائق معین الدین حسن سنجری کو شہر بغداد میں مسجد خواجہ جنید میں دولت پائے بوس حاصل ہوئی مشائخ عظام خدمت میں حاضر تھے میں نے اپنا سر زمین پر رکھا اس وقت خواجہ عثمانؒ نے فرمایا کہ دو رکعت نماز کی پڑھ میں نے ایسا ہی کیا فرمایا قبلہ رخ بیٹھ میں بیٹھ گیا فرمایا سورۂ بقر پڑھ میں حکم بجا لایا فرمایا سا ٹھ مرتبہ کلمہ سبحان اللہ یعنی کلمہ تمجید پڑھ میں نے یہ بھی کیا تب خواجہ عثمانؒ اٹھے اور آسمان کی جانب سر کر کے میرا ہاتھ پکڑا اور کہا آؤ تجھ کو ہم نے خدا تک پہونچایا یہ فرما کر کلاہ چہار ترکی خاص اپنی میرے سر پر رکھی اور کمبل خاص عطا کیا پھر فرمایا کہ بیٹھ جا میں بیٹھ گیا حکم کیا کہ ہزار مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھ میں نے ویسا ہی کیا ارشاد کیا کہ ہمارے طبقات مشائخ میں ایک رات دن کا مجاہدہ کامل ہے جا اور ایک رات دن طاعت میں گزار صبح کے وقت میں حاضر خدمت ہوا اور اپنا سر زمین پر رکھا فرمایا بیٹھ جا اور اونچی نظر کر میں نے آسمان کی طرف دیکھا تو فرمایا کہاں تک نظر آتا ہے عرض کیا عرش اعظم تک فرمایا نیچے دیکھ ویسا ہی کیا تو حکم ہوا کہاں تک نظر آتا عرض کیا کہ تحت الثریٰ تک فرمایا سورۂ اخلاص ایک ہزار مرتبہ پڑھ میں نے حکم کی تعمیل کی فرمایا آسمان کی

طرف دیکھ مجھ سے پوچھا کہ کہاں تک نظر آتا ہے عرض کیا کہ حجاب عظمت تک حکم دیا کہ آنکھ بند کر لے چنانچہ بند
کر لی حکم ہوا کہ آنکھ کھول دے میں نے آنکھ کھولی تب آپ نے دو انگشت مبارک میری طرف کر کے
فرمایا کہ کیا دیکھتا ہے عرض کیا کہ اٹھارہ ہزار عالم کا مشاہدہ کرتا ہوں فرمایا بس کام تیرا
تمام ہوا اس کے بعد اینٹ مٹی کی جو میرے سامنے پڑی تھی مجھے فرمایا اس کو اٹھا میں
نے اٹھائی تو اس کے نیچے ایک مٹھی دینار کی نکلی اور مرات الاسرار میں لکھا ہے کہ وہ اینٹ
ہی تمام زر کی ہو گئی فرمایا کہ اس کو لے جا اور صدقہ دے درویشوں کو میں نے وہی کیا
اور لے آیا۔ فرمایا کہ چندے ہماری صحبت میں رہ گئے میں نے عرض کیا بسر و چشم حاضر ہوں۔

حاصل یہ ہے کہ بروایت صحیح بیعت حضرت خواجہ بزرگؒ کی بغداد
شریف میں حضرت خواجہ عثمانؒ سے ہوئی اس وقت جناب غوث الاعظم بغداد شریف
میں تھے اور خلق خدا کو فیض پہونچا رہے تھے۔

انیس الارواح میں لکھا ہے کہ بعد بیعت خواجہ بزرگ ہم رکاب
خواجہ عثمان ہارونیؒ کے دمشق کی طرف گئے خواجہ فرماتے ہیں کہ میں خدمت میں حاضر تھا
ایک شہر میں پہونچے وہاں ایک جماعت کو دیکھا کہ وہ اپنے سے بے خبر تھے۔ چند روز وہاں
گزارے۔ ایسا سنا گیا کہ یہ جماعت ہمیشہ تحیر میں رہتی ہے اور کبھی ہوشیار نہیں ہوتی
وہاں سے زیارت حرمین شریفین کے لئے متوجہ ہوئے مکہ معظمہ میں پہنچ کر ناودان کے
نیچے کہ جو اجابت دعا کے لئے ایک مقام مخصوص ہے۔ حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ نے میرا
ہاتھ پکڑ کر دعا فرمائی آواز آئی کہ ہم نے معین الدین محمد سنجری کو قبول کیا وہاں سے روانہ ہو کر
مدینہ منورہ پہنچے اور روضہ مطہرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہوئے تو مجھ کو حضرت خواجہ
عثمان ہارونی نے فرمایا کہ سلام کر میں نے سلام عرض کیا تو روضہ مطہرہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ سے آواز آئی کہ وعلیکم السلام یا قطب المشائخ مثا اس آواز کے سنتے ہی حضرت پیر
و مرشد نے فرمایا کہ تو درجۂ کمالیت کو پہونچا۔ وہاں سے روانہ ہو کر ہم بدخشاں میں آئے
اور اس جگہ ایک بزرگ کو پایا جو اولاد خواجہ جنید سے تھے کہ ان کی عمر ایک سو چالیس
سال کی تھی نہایت مشغول بخدا مگر ایک ٹانگ ان کے نہ تھی میں نے ان سے ایک ٹانگ

نہ ہونے کا سبب دریافت کیا تو جواب دیا کہ ایک مرتبہ میں نے اپنی خواہش نفس کی روزی چاہ کر ارادہ کیا کہ اس صومعہ سے پیر باہر رکھوں پیر باہر رکھتے ہی آواز آئی کہ لے مدعی کیا تیرا یہی عہد تھا جو بھول گیا میرے پاس اس وقت ایک چھری تھی فوراً اس ایک پیر کو چھری سے کاٹ کر باہر پھینک دیا اب تک اس پیر کے کاٹنے کو چالیس سال ہوئے کہ میں حیرت میں ہوں معلوم نہیں فردائے قیامت میرا کیا حال ہوگا روبرو درویشوں کے کیا منہ دکھاؤں گا۔ وہاں سے رواہ ہو کر ہم بخارا میں پہنچے وہاں کے بزرگوں کو دیکھا کہ دوسرے عالم میں تھے کہ وصف ان کا بیان نہیں ہو سکتا۔ یسے ہی دس سال حضرت پیر و مرشد کی خدمت میں سفر میں ساتھ رہا جب سفر سے واپس آئے تو ہم بغداد میں متمکن ہوئے بعد چند روز کے پھر سفر کیا اور دس سال تک پھر سفر میں رہے میں آفتابہ وضو اور بستر خواب حضرت پیر برحق کا سر پر رکھ کر سفر میں چلتا۔ جب بیس سال تمام ہوگئے تو حضرت پیر برحق نے بغداد میں آکر قیام کیا اور گوشہ نشین اختیار کی اور مجھ کو حکم فرمایا کہ چند روز میں گوشہ سے باہر نہ نکلوں گا اور فرمایا کہ تم ہر روز چاشت کے وقت میرے پاس آیا کرو تاکہ تم کو تعلیم فقہ کی اور دیگر فوائد کی کروں اور تم ان فوائد کو لکھتے رہو تاکہ بعد ہمارے اور تمہارے یادگار باقی رہے بموجب حکم روزمرہ بوقت چاشت خدمت بابرکت میں حاضر ہوتا رہا اور جو کچھ زبان مبارک سے سنتا رہا وہ لکھتا رہا۔

حاصل کلام حضرت خواجہ بزرگ نے اٹھائیس مجلس اٹھائیس روز میں لکھی اور اس رسالہ کا نام انیس الارواح رکھا بعد ختم اس رسالے کے حضرت پیر نے فرمایا کہ یہ تمام باتیں تمہاری تکمیل کے واسطے تھیں۔ جو کچھ ہم نے کہا ہے اس پر عمل کرنا تاکہ فردائے قیامت شرمندہ نہ ہو۔ جب یہ فوائد تمام ہو چکے تو عصا اور مصلے اور خرقہ اپنا خواجہ بزرگ کو عطا فرمایا اور ارشاد کیا کہ یہ یادگار خواجگان چشت کی ہے اس کو تو رکھ اور جس کو اپنے بعد مرد پاؤ اس کو دو۔

سیر الاولیا میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ میں بیعت ہونے کے بیس سال بعد تک خدمت میں حضرت پیر و مرشد کے رہا یہاں تک کہ یک

لمحہ ان کی خدمت سے غافل نہ تھا اور کسی وقت بھی میں نے اپنے آپ کو آرام نہیں دیا جب مرشد نے میری یہ خدمت اور راسخ الاعتقادی دیکھی تو مجھ کو نعمت کمال اور فیض لایزال عنایت کیا ایسے ہی سیر الاولیا اور مونس الارواح میں درج ہے کہ جس وقت خواجہ بزرگ کو عصا اور مصلےٰ اور خرقہ خلافت عنایت فرمایا عمر خواجہ بزرگ باون سال کی تھی پس خواجہ بزرگ نے بعد از حصول رخصت از مرشد تبریز اور استر آباد اور ہرات کی سیر کی اور ایک مدت تک ہرات میں قیام رکھا اکثر راتوں کو بقعہ شریف حضرت شیخ عبداللہ انصاری میں مشغول رہ کر گذارتے تھے اور دن کو سیر میں رہتے تھے اور ایک موضع میں اکثر ٹھہرا کرتے تھے آپ کے ساتھ بجز یک خادم کے کوئی نہیں رہتا تھا اور اکثر نماز فجر عشاء کے وضو سے ادا فرماتے تھے جب شہر ہرات میں آپ کی شہرت ہوگئی تو وہاں سے شہر سبزوار میں آگئے سبزوار کا حاکم یادگار محمد نام۔ بدخلقی اور بداعتقادی اور ظلم و ستم میں مشہور تھا ایک دن خواجہ بزرگ یادگار محمد کے باغ میں لب حوض بیٹھے تھے کہ یادگار محمد سیر کے واسطے آگیا جب اس کی نظر جمال خواجہ پر پڑی تو ایسا رعب اور دہشت خواجہ کی اس پر غالب ہوئی کہ اس کے جسم اور اعضا پر لرزہ پڑ گیا اور بے ہوش ہوکر گر پڑا اور ایسی دہشت نوکروں پر چھائی جو اس کے ساتھ تھے۔ حضرت خواجہ بزرگ نے اسی حوض سے پانی کا چلو لے کر یادگار محمد کے چہرے پر ڈالا تو اس کو ہوش آیا خواجہ بزرگ نے باآواز بلند فرمایا کہ تو نے توبہ کر لی اس نے عاجزی سے جواب دیا کہ میں نے توبہ کی اور ایسے ہی اس کے ساتھیوں نے بھی توبہ کی۔ معلوم نہیں ہوا کہ یادگار محمد نے کیا دیکھا تھا کہ جس کے سبب سے وہ خوف کھا کر تائب ہوا حضرت نے ان سب کو حکم دیا کہ وضو کرو اور دوگانہ شکر توبہ کا ادا کرو چنانچہ ویسا ہی کیا گیا اور یادگار محمد مع اپنے ساتھیوں کے مرید خواجہ بزرگ کا ہوا اور تمام ملک کی املاک اپنی فقیروں کو دیکر ایک واصلان خدا سے ہوا۔

مرآت الاسرار میں لکھا ہے کہ محمد یادگار بعد تکمیل کے حصار شادماں میں جاکر مقیم ہوگئے اور مخلوق خدا کو فیض پہنچایا۔

سیر العارفین میں شیخ سماء الدین لکھتے ہیں کہ میں نے حصار شادماں

میں زیارت مزار محمد یادگار کی کی ہے وہ جگہ نہایت فیض بخش ہے۔ الغرض خواجہ بزرگ والدے
بلخ میں پہونچے وہاں ایک حکیم نام ضیاء الدین فلسفی تھا وہ منکر اہل تصوف کا تھا وہ کہتا تھا
کہ علم تصوف ایک ہذیان ہے جو تپ زدہ لوگوں کو ہوا کرتا ہے اور صوفیہ کو ہمیشہ برائی
سے یاد کرتا تھا۔

کہتے ہیں کہ خادم خواجہ بزرگ کے ساتھ ہمیشہ دو دستہ تیر اور
کمان اور چقماق نمک دان لئے ہوئے رہتا تھا جب کبھی دور بستی سے جنگل میں
رہنے کا اتفاق ہوتا تو حضرت خواجہ بزرگ کو اس تیر و کمان سے شکار کر کے لقمہ بے شبہ
کھلاتا تھا اور آپ اسی سے روزہ افطار کیا کرتے تھے۔

نقل ہے کہ ایک روز جناب خواجہ بزرگ نے کلنگ شکار کیا تھا
اس شکار کو لئے ہوئے شہر میں پہونچے جس جگہ حکیم ضیاء الدین درس علم حکمت کا کرتا تھا
آپ وہاں ٹھہرے اور ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر خادم کو حکم دیا کہ آگ میں کلنگ کو
ڈال کر کباب کرے اور خواجہ بزرگ نماز میں مشغول ہو گئے حکیم کے دل میں آیا کہ وہاں بیٹھے
اور اس کلنگ کے کبابوں سے حصہ پاوے چنانچہ جہاں درخت کے نیچے حکیم گیا اور حضرت
خواجہ کے نماز سے فارغ ہونے کے بعد حکیم نے سلام عرض کیا اور خادم نے کباب حاضر کئے
خواجہ بزرگ نے حکیم کی خواہش کو نور باطن سے دریافت کر کے کلنگ برشتہ کی ران کا
ایک ٹکڑا حکیم کو دیا حکیم نے اس کو کھایا۔ حکیم کو بغور کھانے اس کباب کو زنگار فلسفہ جو اس
کے سینے میں لگا ہوا تھا یکبارگی اتر گیا اور زنگار کی سیاہی اعتقاد کی روشنی میں مبدل
ہو گئی اور حکیم کا حال دیگرگوں ہونے لگا خواجہ بزرگ نے اپنے دہانے مبارک سے ایک
لقمہ نکال کر حکیم کے منہ میں ڈالا حکیم اس وقت ہوش میں آگیا انوار الٰہی اس پر منکشف
ہو گئے پس تمام کتابیں فلسفہ کی دریا میں ڈال کر مع اپنے تمام شاگردوں کے تائب ہو کر خواجہ
کے مرید ہو گئے۔ وہاں سے خواجہ بزرگ غزنی میں تشریف لائے وہاں سے لاہو کر دہلی
پہونچے اور چند روز دہلی قیام کیا جب خلق کا ہجوم آپ کے اردگرد زیادہ ہونے لگا
تو متوجہ اجمیر کی طرف ہوئے۔ یہاں تک کی عبارت مندرجہ کتب سے لکھی گئی ہے

حضرت خواجہ بزرگ کا شہر اجمیر میں اس ترتیب سے آنا جانا پایا جاتا ہے کہ شہر بغداد میں پیرو مرشد سے بیعت ہونے کے بعد مشرف بخرقہ خلافت اس جگہ ہوئے اور پھر رخصت ہو کر اول مکہ معظمہ کو گئے پھر مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے وہاں سے بحکم حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم روانہ اجمیر ہندوستان کو ہوئے جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے۔

مرأت الاسرار میں لکھا ہے کہ بعد حصول خرقہ خلافت بغداد سے جناب خواجہ بزرگ مدینہ منورہ میں حسب ارشاد حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اس ترتیب سے اجمیر پہونچے کہ بغداد سے سنجار میں آئے کہ شیخ نجم الدین کبریٰ اس زمانے میں سنجار میں تھے وہاں ڈھائی ماہ قیام رکھ کر ان سے ہم صحبت رہے وہاں سے قصبہ جبال میں پہونچے جو کہ کوہ جودی کے نیچے بغداد سے سات منزل کی دوری پر واقع ہے اور حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی سے ملاقات کری وہاں سے بغداد میں آکر شیخ ضیاء الدین ابو نجیب سہروردی سے مل کر ان سے ہم صحبت رہے اور اس جگہ شیخ اوحد الدین کرمانی کو کہ ابتدائے سلوک میں وہ بھی وہاں ہی تھے خرقہ خلافت عنایت کیا۔ اسی مقام پر شیخ شہاب الدین سہروردی نے بھی صحبت خواجہ بزرگ میں حاضر ہو کر فیض حاصل کیا ہے بغداد سے ہمدان پہونچے اور شیخ یوسف ہمدانی سے ملاقات کری وہاں سے تبریز میں داخل ہو کر شیخ ابو سعید تبریزی جو پیر جلال الدین تبریزی کے ہیں ملاقات کری۔ وہاں صفہان ہو کر شیخ محمود اصفہانی سے ملے وہاں سے میہنہ میں آکر مرقد شیخ ابو سعید ابو الخیر سے مستفیض ہوئے وہاں سے خرقان میں آکر زیارت مزار خواجہ ابو الحسن خرقانی سے محظوظ ہوئے اور دو سال تک ٹھہرے پھر وہاں سے روانہ ہو کر استرآباد میں شیخ ناصر الدین استرآبادی سے ملاقات کری کہ عمر ان کی اس وقت ایک سو سات برس کی تھی یہ دو تین واسطے سے شیخ بایزید بسطامی تک پہونچتے تھیں وہاں سے ہرات اور سبزوار پہونچ کر یادگار محمد حاکم کو مرید کیا کہ جسکی تفصیل اوپر مذکور ہو چکی ہے وہاں سے بلخ میں آئے اور حکیم ضیاء الدین کو مشرف بہ بیعت فرمایا وہاں سے غزنی میں شمس العارفین عبدالواحد پیر شیخ نظام الدین ابو المؤید سے ملاقات کری وہاں سے لاہور میں داخل ہو کر شیخ پیر علی ہجویری کے مزار کی زیارت سے مشرف ہوئے اور شیخ

حسین زنجانی سے کہ جو لاہور میں زندہ تھے ملے وہاں سے دہلی پہونچے اس زمانے میں شہر دہلی پایہ تخت راجہ پرتھوی راج چوہان کا تھا۔ اس وقت کے کافر ایسے متعصب تھے کہ ان کے نزدیک مسلمان کو آنکھ سے دیکھ لینا گناہ میں داخل تھا۔ خواجہ بزرگ اپنی قوت تصرف سے مع چالیس اصحاب کے دہلی میں چند ماہ مقیم رہے انتہا عبارت

کلمات صادقین میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ خواجہ بزرگؒ کا گزر دہلی میں ایک بڑے بتکدہ سے ہوا جہاں سات شخص کفر بت پرستی میں مشغول تھے۔ بفور ڈالنے نظر خواجہ بزرگ کے وہ ساتوں بت پرست خواجہ بزرگ کے قدموں پر گر کر مشرف باسلام ہوئے خواجہ بزرگ نے ان ساتوں نومسلموں کا نام حمید الدین رکھا اس کے بعد آپ اجمیر تشریف لائے۔

سر العارفین میں لکھا ہے کہ اس زمانے میں قیام گاہ خواجہ بزرگ کی دہلی میں اس جگہ تھی کہ جہاں اب قبر میاں رسید مکی کی موجود ہے کفار کا دہلی میں آپ کے ساتھ یہ حال تھا کہ اذان دینے میں مزاحم ہوتے تھے نماز کے پورا کرنے میں مانع آتے تھے متفق ہو کر خدام خواجہ بزرگ پر یورش کرتے ۔ لیکن جب جناب خواجہ بزرگ کی ذات بابرکت کے ساتھ ارادہ ایذا کا کرتے تو لرزہ ان کے اعضا پر طاری ہو جاتا اور گویا بے دست و پا ہو جایا کرتے تھے اور جرأت ایذا رسانی کی نہیں ہوتی تھی۔

نقل ہے کہ ایک روز ایک کافر بقصد ارادہ ایذا رسانی جناب خواجہ بزرگؒ کے ایک چھری پوشیدہ بغل میں لے کر خدمت میں آیا آنحضرت نے نور باطن سے اس کے قصد کو دریافت کر لیا اور فرمایا کہ اے شخص کیوں نہیں اپنی چھری سے کام لیتا ہے میں حاضر ہوں فوراً خواجہ بزرگ کے اس کلام کو سنتے ہی تھرا اٹھا اور بغل سے چھری نکال کر ایک طرف پھینک دی اور خود حضرت کے قدموں پر گر کر تائب ہوا اور مسلمان ہو گیا۔

حسب الارشاد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غریب نوازؒ ہند میں تشریف لائے

کذا فی مرات الاسرار اور مونس الارواح میں لکھا ہے کہ جب خواجہ بزرگ نعمت خلافت سے معزز ہو کر

زیارت حرمین شریفین کو گئے تو ایک مدت تک مدینہ منورہ میں قیام کر کے مشغول بحق رہے۔ ایک روز خواجہ بزرگ روضہ منورہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں مشغول تھے۔ روضہ سے آواز آئی کہ اے معین الدین حسن سنجری تو ہمارے دین کا مددگار ہے ولایت ہندوستان کی تمہارے حوالے کی گئی جاؤ اور مقام اجمیر میں رہ کر اشاعت اسلام کرو۔ اس ملک میں کفر بہت زیادہ ہو رہا ہے۔ تمہارے وہاں جانے سے اسلام غالب ہوگا اور توحید کی رونق ہوگی اس آواز کے سننے سے حضرت خواجہ بزرگ حیران ہوئے کہ اجمیر کہاں ہے کس ملک میں ہے پھر واقعہ میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور آپ نے جناب خواجہ بزرگ کو طرفۃ العین میں تمام عالم شرق سے غرب تک اور جنوب سے شمال تک دکھلایا کہ جو کچھ دنیا میں موجود تھا سب کچھ آپ کی نظر میں آگیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قلعہ اور پہاڑ اور اجمیر کے سب نشانات دکھلا دئے اور ایک انار بہشت سے حضرت خواجہ کو دے کر ارشاد فرمایا کہ تجھ کو خدا کے سپرد کیا جاتا ہے۔ پس آپ نے پختہ ارادہ ہندوستان کا کیا اور شہروں اور ولایتوں کی سیر کرتے ہوئے بزرگوں اور مشائخوں سے ملاقات کرتے ہوئے مع چالیس رفیقوں کے اجمیر میں پہونچے۔

سرور الصدور میں جو ملفوظ حضرت سلطان التارکین خواجہ حمید الدینؒ صوفی ناگوری سوالی کا ہے لکھا ہے کہ شیخ نجیب الدین نخشبی جو شیخ الاسلام دہلی کے تھے یہ بھی منجملہ چالیس یاران خواجہ بزرگ کے تھے جو عہد سلطان شمس الدین التمش میں دہلی آئے تھے کہتے ہیں کہ سلطان شمس الدین نے ہر ایک کو نذرانہ بہت کچھ دیا تھا شیخ نجیب الدین نے اپنا حصہ سب فقیروں کو دے دیا اور خود دہلی میں مقیم رہے سلطان نے ان کو اپنا باپ بنایا اور شیخ الاسلام دہلی کا خطاب دیا دوسرے درویش ہر طرف چلے گئے اور حضرت خواجہ بزرگ اجمیر کو تشریف لے گئے۔ جب شیخ نجیب الدین شیخ الاسلام دہلی کے ہو گئے تو خواجہ بزرگ بھی ان کے دیدار کے واسطے دہلی جایا کرتے تھے اور شیخ بزرگ یعنی حضرت سلطان التارکین بھی دہلی جایا کرتے تھے۔

فائدہ۔ واضح ہو کہ تاریخ فرشتہ اور سرور الصدور کی عبارت سے ایسا ظاہر

ہوتا ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ سلطان شمس الدین التمش کے زمانہ میں عرب سے دہلی آئے تھے۔ لیکن یہ روایت قریب بصحت نہیں ہے۔ بلکہ صحیح تر یہ ہے کہ آپ زمانہ پرتھوی راج چوہان میں عرب سے دہلی تشریف لائے ہیں البتہ سلطان شمس الدین التمش کے عہد سلطنت میں بھی دو تین مرتبہ اجمیر سے دہلی تشریف لے گئے ہیں جس کا حال آگے لکھا جائے گا۔ شاید مراد صاحب سرور الصدور کی آخر مرتبہ میں اجمیر سے دہلی جانے کی ہوگی۔

مرات الاسرار، مونس الارواح اور رجمہ ملفوظات خواجگان چشت میں لکھا ہے کہ بوقت تشریف آوری خواجہ بزرگ کے دہلی اور اجمیر اور اکثر بلاد ہند تحت میں رائے پتھورا چوہان کے تھے جو پشتوں سے ملک ہندوستان کی حکومت کرتا چلا آرہا تھا اور کافر اشد بہت زیادہ دشمن اسلام تھا۔

وجہ تسمیہ اجمیر

اخبار الاخیار اور مونس الارواح میں لکھا ہے کہ وجہ تسمیہ اجمیر یہ ہے کہ آجا نام کا ایک راجہ تھا اس نے شہر اجمیر کو اپنے نام پر آباد کیا تھا اور قلعہ بنایا اور لفظ اجا کے معنی زبان سنسکرت میں آفتاب کے ہیں اور میر پہاڑ کو کہتے ہیں یعنی یہ قلعہ جو پہاڑ پر مثل آفتاب کے ہے جو پہاڑ پر چمکتا ہے اور شہر قلعہ کے نام سے مشہور ہے۔

کاتب الحروف کہتا ہے کہ میں نے تاریخ ہند میں دیکھا ہے کہ اجا نام راجہ اجداد پتھورا چوہان سے تھا جو غزنی تک قابض ملک تھا اس کا آباد کیا ہوا شہر ہے اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ اول دیوار جو ملک ہندوستان میں پہاڑ پر بنائی گئی تھی دیوار ہے کہ جو بالائے پہاڑ اجمیر ہے اور جس کا نام گڑھ بیٹلی ہے اور تارا گڑھ بھی اسی کو کہتے ہیں اور جو پہلا حوض ہندوستان کی زمین پر کھودا گیا پشکر ہے کہ جو اجمیر سے چار کوس ہے اور اہل ہنود اس کو پوجتے ہیں اور ہر سال تحویل عقرب کے وقت میں چھ روز تک جمع ہو کر اس حوض سے غسل کرتے ہیں اور جو ہنود کہ قیامت کے قائل ہیں کہتے ہیں کہ قیامت اسی حوض سے پیدا ہوگی۔

پرتھوی راج کی والدہ کی پیش گوئی

مونس الارواح میں لکھا ہے کہ راجہ پتھورا کی والدہ کو اس زمانے میں

پرتھوی راج کہتے ہیں کی جو علم نجوم سے خوب واقف تھی اس نے حضرت خواجہ کی تشریف آوری سے بارہ برس پیشتر اپنے بیٹے کو خبر دی تھی کہ اے پرتھوی راج ایک فقیر کامل اجمیر میں آوے گا اس کے سبب سے تیرے ملک اور مال کو زوال پہونچے گا۔ تیری حکومت جاتی رہے گی تو ہرگز اس سے مقابلہ نہ کرنا اس سبب سے پتھورا ہمیشہ غمگین رہتا تھا چونکہ راجہ کی والدہ نے حضرت خواجہ کا حلیہ اپنے بیٹے کو بتا دیا تھا لہٰذا اس نے آپ کا حلیہ لکھا کر ہر طرف اپنے ملک کے حاکموں کے پاس بھیج دیا تھا اور حکم کیا تھا کہ جس کسی فقیر کو اس حلیہ کا پاؤ اس کو پکڑ کر میرے پاس بھیج دو۔ چنانچہ جب کہ حضرت خواجہ بزرگ شہر سمانہ میں پہونچے اور ملازمان راجہ نے آپ کو اس حلیہ کے مطابق پایا تو چاہا کہ بموجب حکم راجہ پتھورا کے آپ کے ساتھ غداری اور مکاری کر کے گرفتار کریں۔ اور خدمت میں حضرت کے حاضر ہو کر تواضع اور تعظیم کے ساتھ عرض کیا کہ ہم نے ایک جگہ بھی آپ کے ٹھہرنے کے لئے مقرر کی ہے وہاں تشریف لے چلئے اور آرام کیجئے خواجہ بزرگ مراقبہ میں گئے اور زیارت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے اور دیکھا کہ جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اے فرزند اس گروہ نالایق کی باتوں کا اعتبار نہ کر یہ لوگ تجھے ایذا پہنچانا چاہتے ہیں خواجہ بزرگ نے خبردار ہو کر رفیقوں اور ساتھیوں کو واقف کیا اور وہاں سے روانہ ہو کر بطور طے ارض کے دو روز میں اجمیر پہونچے۔ اجمیر میں آپ ایک درخت کے نیچے بیٹھنا چاہتے تھے کہ ایک شخص نے آواز دی کہ یہاں مت بیٹھو اس جگہ راجہ کے اونٹ بیٹھیں گے تم دوسری جگہ بیٹھو۔ حضرت خواجہ بزرگ نے فرمایا اچھا راجہ کے اونٹ بیٹھے رہیں گے اور خود مع یاروں کے تال آنا ساگر کے کنارے پہاڑ کے متصل ایک درخت کے نیچے جا ٹھہرے۔ آپ کے بعض خادم ایک گائے کو ذبح کر کے کباب کرنے میں مشغول ہوئے بعض وضو کرنے کے لئے ساگر سیلا کے کنارے پر گئے اور آپ مشغول بخدا بیٹھے رہے اس زمانے میں اس تالاب آنا ساگر کے کنارے پر صدہا بت خانے تھے جن پر کئی سو من تیل اور پھول روزمرہ راجہ کی طرف سے چڑھائے جاتے تھے اور پوجاریوں نے خادمان خواجہ بزرگ کو تالاب سے وضو کرنے کو منع کیا اور کہا کہ تمہارے

ہاتھ لگانے سے یہ پانی ناپاک ہو جائے گا یہاں وضو مت کرو۔ خادمان خواجہ نے خواجہ سے حال عرض کیا۔ خواجہ بزرگ نے جوش میں آکر تمام پانی آنا ساگر اور سیلا کا اپنی ابریق میں بھر لیا اور یہ دونوں تال خشک ہو گئے نیز گرد و نواح میں جو چشمے پانی کے تھے وہ بھی خشک ہو گئے یہاں تک کہ بچہ دار عورتوں اور گایوں اور بکریوں کا دودھ بھی سوکھ گیا۔

شادی دیو کا مسلمان ہونا

کہتے ہیں کہ ایک دیو تھا جس کو راجہ اور اس کے بزرگ پوجتے چلے آئے تھے اور چند دیہات راجہ کی طرف سے اس کے خرچ کے لئے وقف کئے ہوئے تھے وہ لوگ اپنے اعتقاد میں تمام ثروت اور دولت اور حکم سب اسی کی بدولت جانتے تھے چنانچہ وہ دیو خواجہ بزرگ کے پہونچتے ہی حاضر خدمت ہو کر مشرف باسلام ہو گیا۔ خواجہ نے اس دیو کا نام شادی رکھا اب تک کہ ۱۲۷۰ھ میں اس شادی دیو کی جگہ آنا ساگر کے کنارے پہاڑ پر مشرق کی طرف موجود ہے اور شادی کی جگہ کے نام سے مشہور ہے اور وہ ایک بڑا پتھر ہے جس پر ہنود تیل اور سندور اب بھی ڈالتے ہیں جیسا کہ ہنومان پر ڈالا کرتے ہیں۔

القصہ۔ جب راجہ کو خواجہ بزرگ کے آنا ساگر پر پہونچنے اور دونوں تال آنا ساگر اور سیلا کے پانی خشک ہو جانے کی اور بچوں کو دودھ نہ ملنے اور مخلوق کو پیاسے رہنے کی خبر پہونچی اور راجہ کی والدہ نے یہ حال سنا اور سب جگہ یہ خبر مشہور ہو گئی کہ اس صورت اور لباس کے درویش آئے ہوئے ہیں کہ ان کی کرامات سے راجہ کے اونٹ درخت کے نیچے بیٹھے کے بیٹھے رہ گئے اٹھ نہیں سکے اور پانی خشک ہو گیا تو راجہ کی والدہ نے کہا کہ اے پتھورا یہ وہی درویش ہے کہ جس کی خبر میں تجھ کو بارہ سال پہلے دے چکی ہوں۔ خبردار اس سے مباحثہ اور حجت مت کرنا تجھ کو سودمند نہ ہوگا بلکہ تجھ کو چاہئے کہ ان کی خاطر تواضع کرے کہ اس میں تیرے لئے بہتری ہے۔

راجہ پرتھوی راج نے اجیپال جوگی کے پاس اپنے آدمی بھیج کر

حقیقت سب ظاہر کردی اور امداد چاہی۔ یہ اجیپال بڑا جادوگر تھا اس نے جواب میں کہلا بھیجا کہ کچھ خوف نہ کرو یہ سب سحر اور جادو کا کام ہے میں اس کا علاج اچھا کر دوں گا۔ راجہ نے پھر کہلا بھیجا میاں فقیروں کے پاس جاتا ہوں تم بھی اپنی پوری طاقت سحر کے ساتھ وہاں آجاؤ۔ اور راجہ جناب خواجہ بزرگ کی طرف روانہ ہوا راستہ میں ارادہ فاسد کیا میں پہنچتے ہی اس درویش کو معہ اس کے ساتھیوں کے قتل کر دوں گا یہ ارادہ کرتے ہی راجہ اندھا ہو گیا۔ راجہ نے اس ارادہ فاسد سے توبہ کی تو پھر بینا ہو گیا اس طرح سے تین مرتبہ راجہ اپنے ارادہ فاسد کے باعث اندھا ہوا اور تین ہی مرتبہ توبہ کرنے سے راستہ میں ہی بدستور بینا ہو گیا۔ آخر میں صاف سینہ سے معتقدانہ خدمت میں خواجہ بزرگ کے پہونچا اور اجیپال جوگی بھی معہ اپنے سات سو سانپ کے کہ جو جادو سے اس کے تابع تھے اور پندرہ سو چکر جادو کے جو ہوا میں معلق چلے آتے تھے پہونچا اور اپنے ہر ایک جادو کا تجربہ خواجہ کے نقصان پہونچانے کے واسطے کیا لیکن کچھ اثر آپ پر نہ ہوا اور اجیپال جو جادو کے چکروں کو خواجہ بزرگ اور خادموں کی جانب پھینکتا تھا وہ سب واپس اجیپال کے شاگردوں کی طرف آکر ان کو نقصان پہونچاتے تھے اور سانپ اسی کے ہی ساتھیوں کو کاٹتے تھے۔

مشہور ہے کہ اجیپال جوگی کے جادو کے چکر ایسے تابع تھے کہ جو کوئی اس سے مدد مانگتا یا وہ خود کسی سے جنگ کرتا تو سو سو کوس کے فاصلے پر سے ہی اس کے چکر دشمن کے سر کو اڑا دیا کرتے تھے۔

الغرض جب راجہ اور جوگی نے یہ حال دیکھا کہ ان کا قابو کسی نہج سے خواجہ بزرگ کے خدام تک نہیں پہنچ سکتا ہے اور شہر کی خلقت پیاس سے بغیر پانی کے نہایت تکلیف میں ہے لاچار وہ دونوں عاجزی اور انکساری سے پیش آئے حضور خواجہؒ نے اجیپال سے فرمایا کہ تمام پانی اس شہر کا ہمارے اس آفتابہ میں ہے اگر تجھ سے ہو سکتا ہے تو اس آفتابہ کو اٹھا کر ہمارے پاس لا۔ اجیپال نے جتنا زور اس میں تھا سب ختم کر دیا مگر وہ ابریق پانی کا نہیں اٹھا سکا۔ خواجہ بزرگ نے فرمایا اے کافر یہ جادو اور سحر

تیرا نہیں ہے، جو باطل ہو جاوے یہ ابریق مردان خدا کا ہے اور شادی دیو کو حضرت نے فرمایا اے شادی دیو اس ابریق کو لا شادی جو کہ پہلے ہی مسلمان ہو چکا تھا اس پتھر کے جس کو صدہا سال سے بزرگان راجہ ورخود راجہ پرستش کرتے آئے تھے نکلا اور بموجب حکم کے اس آفتابہ کو خدمت خواجہ میں لایا اور حضرت نے تھوڑا پانی اس میں سے آنا ساگر اور سیلا تالاب کی طرف ڈالا۔ زمین پر خدا کے حکم سے تمام تالاب اور چشمہائے آب بدستور پانی سے لبریز ہو گئے اور آپ نے دعا فرمائی تو وہ، وثٹ راجہ کے جو آپ کی کرامات سے بیٹھے رہ گئے تھے اٹھ کر جنگل کو چرنے کے لئے گئے۔ اس کرامت خواجہ کے معائنہ سے کہ جو خاص ضرورت سے ظاہر کی گئی تھی اور شادی دیو کے مسلمان ہو جانے سے کفار بہت حیران ہوئے اور کہا کہ ہم نے تمام عمر اس دیو کی پرستش کی لاکھوں روپیہ خرچ کرتے رہے اجیپال جوگی کے غلام بنے رہے مگر اس وقت میں ان دونوں میں سے ایک بھی ہمارے کام نہیں آیا پس اجیپال جوگی نے خواجہ بزرگ سے عرض کیا کہ آپ نے کہاں تک اپنے کام کو پہونچایا ہے۔ مجھ کو دکھلیئے خواجہ نے فرمایا اول تو اپنا کمال دکھلا جو کچھ تو رکھتا ہے اجیپال نے اس وقت ایک مرگ چھالا بنا ڈالا اور وہ چمڑا ہوا میں معلق ہوا اس کے بعد اجیپال بھی جنبش دم کر کے اس مرگ چھالا پر سوار ہو کر آسمان کی طرف اڑا کفار اس کو دیکھ کر خوش ہوئے جناب خواجہ بزرگ مراقبہ میں بیٹھے تھے اور سر اٹھا کر بولے کہ اجیپال کہاں تک گیا لوگوں نے کہا کہ ایک مرغ کے برابر آسمان پر نظر آتا ہے۔ یہ پھر مراقبہ میں گئے تھوڑی دیر کے بعد مراقبہ سے سر اٹھا کر پوچھا کہ اب کہاں تک گیا عرض کیا اب نظر نہیں آتا ہے خواجہ بزرگ نے اپنی نعلین مبارک کو رشاد فرمایا وہ نعلین آسمان کی طرف اڑے اور اجیپال تک پہونچ کر مارتی ہوئی جوگی کو زمین پر لے آئی اجیپال فریاد و زاری کرتا ہوا قدم مبارک پر گرا اور نعلین مبارک کی زد و ضرب سے امان چاہی کفار اس سب حال کو دیکھتے تھے خواجہ نے نعلین کو منع کیا کہ وہ مارنے سے خاموش ہو گئی۔ پھر اجیپال نے عرض کیا کہ حضرت اب آپ بھی اپنا کمال دکھلایئے

ذکر معراج خواجۂ بزرگ

خواجہ بزرگ مراقبہ میں گئے اور آپ کی روح پاک نے ملکوت عالم میں عروج کیا چونکہ اجیپال بھی محنت کئے ہوئے تھا اور رتبہ استدراج کا حاصل کئے ہوئے تھا اور جسم اس کا ریاضت سے مثل ایسی سوکھی لکڑی کے ہوگیا تھا کہ آگ کے نزدیک ہوتے ہی روشن ہو جاوے۔ اس نے بھی مراقبہ کیا اور اس کی روح بھی خواجہ بزرگ کی روح پاک کے پیچھے پیچھے عروج کر رہی تھی یہاں تک کہ پہونچی آسمان اوّل کے دروازہ پر روح خواجہ بزرگ نے آسمان سے پھر عروج کیا اور روح اجیپال کو حکم عروج آسمان پر نہ ہوا اور روک لی گئی آسمان کے نیچے اس نے روحِ خواجہ سے عاجزی کی کہ مجھ کو بھی ساتھ لے چلیے۔ جناب خواجہ کی روح اس کو بھی ساتھ لے گئی یہاں تک کہ سیر ساتوں آسمانوں اور عجائبِ مخلوقات الٰہی کی عرش عظیم کے نیچے پہونچی اور خواجہ کی روح پاک کے صدقہ سے جوگی کی روح سے حجاب اٹھ گیا اور وہ تعظیم و تکریم جو فرشتہ جناب خواجہ کی روح کی کرتے تھے معائنہ کرتی تھی۔

جب خواجہ بزرگ کی روح نے وہاں سے مراجعت کی اور آسمان اول پر پہونچی اور پھر چاہتی تھی کہ عروج کرے تو اجیپال کی روح نے پھر الحاح وزاری کی کہ مجھ کو ساتھ لے چلئے اور یہاں نہ چھوڑیئے تاکہ آپ کے طفیل سے میں بھی بقیہ عجائبات وقدرت الٰہی کا مشاہدہ کرلوں۔ اس وقت جناب خواجہ نے ارشاد کیا کہ تو لائق اس کے نہیں ہے کہ عروج کر سکے تو اس وقت اس مقام کے لائق ہو سکتا کہ صدق دل سے خدا اور رسول پر ایمان لاوے جوگی نے اقرار کیا کہ میں مسلمان ہوتا ہوں اور ایمان لاتا ہوں مگر میری یہ التماس ہے کہ میں قیامت تک زندہ رہوں۔ قبول فرمایا اور فرمایا کہ تیری دعا قبول ہوئی اور اپنا ہاتھ جوگی کے سر پر رکھ کر ارشاد ہوا کہ تو زندہ ہے گا روح اجیپال نے اس وقت ایمان لاکر کلمہ شہادت کا پڑھ کر تائب ہوئی۔

اجیپال کا کلمہ پڑھنا خواجہ صاحب بزرگ نے اجیپال کی روح کو ساتھ لے کر پھر عروج کیا اور عرش پر پہنچ کر عرش اور کرسی اور بہشت اور دوزخ اور جمیع عجائبات دیکھ کر واپس تشریف لائے اور مراقبہ سے آنکھ کھولی اجیپال نے کلمہ شریف لا الہ الا اللہ محمد

الرسول اللہ برملا پڑھا اور قدموں میں حضرت کے گرا۔ اس وقت حق اور باطل کے مشاہدہ کے واسطے تمام خلقت اجمیر کی موجود تھی اجیپال نے مکرر کلمۂ شہادت اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ تین مرتبہ پڑھا راجہ اور تمام کفار شرمندہ اور ناامید ہوکر اپنے گھروں کو گئے۔

کہتے ہیں کہ خواجہ نے پرتھوی راج کو بھی مسلمان ہونے کے واسطے فرمایا تھا مگر وہ شقی ازلی اور بدبخت ابدی ایمان نہ لایا تو خواجہ بزرگ بحکم قول تعالٰے اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ (بیشک آپ نہیں ھدایت دے سکتے ہیں اپنی مرضی سے مگر جس کو اللہ چاہے ہدایت دیتا ہے) خاموش ہوگئے۔

مشہور ہے کہ اجیپال جوگی اب تک زندہ ہے اور اجمیر شریف کے پہاڑوں میں سیر کرتا رہتا ہے اور اس کا مکان زمانہ جاہلیت کا جس میں رہ کر ریاضت کیا کرتا تھا وہ بھی اب تک موجود ہے یعنی اجمیر اور پشکر کے درمیان میں ہے اور اجیپال ہر روز حضرت کے روضہ کی زیارت کے واسطے آیا کرتا ہے نام اس کا عبداللہ بیابانی مشہور ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

کاتب الحروف کہتا ہے کہ میں نے اکثر مردمان نواحی اجمیر سے سنا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ ہم فلاں جگہ راستہ بھول گئے تھے ہم کو عبداللہ بیابانی نے راستہ بتایا۔

الغرض اجیپال اور شادی دیو نہایت عجز و انکساری کے ساتھ بڑے اصرار سے حضرت کو شہر اجمیر میں لائے اور خواجہ نے شادی جن کے مقام کو قبول فرمایا وہاں جماعت خانہ اور عبادت خانہ اور باورچی خانہ بنوایا اور جس جگہ حضرت کا باورچی خانہ تھا اس جگہ اب روضہ شریف آپ کا ہے۔

سیر الاولیا میں لکھا ہے کہ سلطان المشائخ نظام الدین اولیا نے فرمایا کہ جب حضرت خواجہ اجمیر شریف میں تشریف لائے پتھورا ہی راجہ ملک ہندوستان کا اس زمانے میں اجمیر میں تھا حضرت خواجہ نے شہر اجمیر میں اپنی سکونت اختیار کی تو راجہ اور اس کے مقربوں کو بہت دشوار اور ناگوار معلوم ہوئی لیکن چونکہ کرامت اور عظمت خواجہ

کی دیکھ چکے تھے مجال دم مارنے کی نہ رکھتے تھے۔

سیر الاقطاب میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ بزرگؒ اجمیر میں آکر چالیس سال زندہ رہے اور آپ نے یہیں نکاح کیا اور اولاد ہوئی چنانچہ ذکر اولاد خواجہ کا فصل پنجم میں لکھا جائے گا۔

نقل ہے کہ راجہ پتھورا نے بعد معائنہ کرامت اور عظمت خواجہ کے اور مسلمان ہو جانے اجیپال جوگی اور شادی جن کے پھر کسی طرح مزاحمت جناب خواجہ بزرگؒ سے نہیں کی وہ بجائے خود حکومت کرتا تھا اور خواجہ بجائے خود فیض رسانی کرتے تھے یہاں تک کہ ہزاروں ہندو حضرت کی برکت صحبت سے مسلمان ہوئے۔

تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ خواجہ معین الدینؒ لاہور سے دہلی آئے اور وہاں سے سنہ ۵۹۱ ہجری میں اجمیر پہنچے اس زمانے میں سلطان قطب الدین ایبک کی طرف سے سید حسین خنگ سوار اجمیر کے داروغہ تھے اور خواجہ بزرگ سلطان شمس الدین کے عہد میں دو مرتبہ دہلی گئے دوسری مرتبہ دہلی سے واپسی کے بعد شادی کی اور اولاد ہوئی دختر سید وجیہ الدین مشہدی سے فرزند پیدا ہوئے اور بعد شادی کے سات سال پیچھے سنہ ۶۲۳ ہجری میں انتقال فرمایا۔

کاتب الحروف مؤلف کہتا ہے کہ یہ روایت تاریخ فرشتہ کی سراسر غلط ہے کیونکہ سیر الاولیا اور جمیع ملفوظات خواجگان چشت میں خواجہ بزرگ کا بمقام اجمیر عہد حکومت پرتھوراے چوہان میں اور بعد مدت بدعائے خواجہ بزرگ سلطان شہاب الدین غوری کا آنا کہ جس کو معز الدین شام بھی کہتے ہیں اور بعد از جنگ راجہ کو گرفتار کر کے قتل کرنا اور بعد اس کے شہاب الدین کا پھر واپس ولایت چلا جانا اور قطب الدین ایبک کو اپنی جگہ ہندوستان میں چھوڑ جانا لکھا ہے۔ البتہ خواجہ کا دہلی دو مرتبہ عہد شمس الدین التمش میں جانا اور شادی کرنا بعد واپسی مرتبہ دویم کی صحیح روایت ہے۔

مونس الارواح میں لکھا ہے کہ جب خواجہ بزرگ لاہور سے متوجہ

اجمیر کی طرف ہوئے اول دہلی پہنچے وہاں چند روز قیام فرما کر اجمیر کو روانہ ہوئے اور اجمیر شریف میں بھی اگرچہ مسلمان تھے لیکن کفار بہت غالب تھے سلطان قطب الدین ایبک نے خدمت داروغائی اس شہر کی سید حسین خنگ سوار مشہدی کو دی تھی سید مذکور نے حضور خواجہ بزرگ کی تشریف آوری کو دولت عظمیٰ خیال کیا اور ہمیشہ فیض پانے کی غرض سے خدمت خواجہ بزرگؒ کے حاضر ہوتے اور خواجہ کے قدم کی برکت سے بہت سے کفار اس خطہ کے مسلمان ہوئے تھے اور ان میں سے جو مسلمان نہیں ہوئے تھے وہ بھی بطریق نذر و نیاز کے خواجہ بزرگ میں بھیجتے تھے۔ چنانچہ اس وقت تک نذر بھیجنے کی رسم ان کی اولاد جاری ہے اور وہ لوگ ہر سال زیارت روضہ کے لئے آتے ہیں مونس الارواح میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ بعد شادی کرنے کے سات سال اور ایک روایت میں سترہ سال زندہ رہے۔

یہ فقیر کہتا ہے کہ یہ روایت بھی ضعیف ہے اس لئے کہ سیر الاولیا میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ کے فرزند تھے فخر الدین انھوں نے اپنے رہنے کے واسطے قصبہ ماندل آباد کیا تھا اور اجمیر کے حاکم نے صاحبزادہ سے مزاحمت کر کے کہا کہ بلا حکم شاہی تم کو حاصل اس گاؤں کا نہیں کھانے دوں گا تب خواجہ بزرگ فرمان شاہی لانے کے لئے مقام دہلی سلطان شمس الدین التمش کے پاس تشریف لے گئے تھے۔ اخبار الاخیار اور مرآت الاسرار میں یہ بھی لکھا ہے پس بمقابلہ روایت سیر الاولیا کے کیونکر اعتبار کیا جا سکتا ہے اس عبارت کا کہ حضرت خواجہ بعد شادی کے سات سال یا سترہ سال زندہ رہے تھے البتہ اس کی تاویل ہے وہ یہ ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ کے دو بیویاں تھیں شاید دوسری شادی کے بعد یہ معاملہ ہوا ہو۔

مونس الارواح میں لکھا ہے کہ بعد وفات حضرت خواجہ بزرگ کے اسی رات ایک جماعت نے اکابر دین سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپؐ فرماتے ہیں کہ خدا کا دوست معین الدین حسن آتا ہے اس کے استقبال کے لئے ہم آئیں ہیں۔

نیز یہ بھی لکھا ہے کہ ایک بزرگ نے بعد رحلت خواجہ بزرگ

کو خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ حال قبر اور موت اور منکر نکیر کا کیسا گذرا آپ نے فرمایا کہ بفضل خدائے رحمٰن و رحیم سب آسان ہوگیا اور جس وقت مجھ کو عرش کے نیچے لے گئے آواز آئی کہ اے معین الدین حسن تم کیوں اس قدر ڈرے عرض کیا الٰہی تیری قہاری اور جباری سے خوف کھاتا تھا فرمان ہوا کہ جو شخص تاریخ دسویں ذی الحجہ کو سورۃ الفجر کا پڑھنے والا ہو اس کو نہیں ڈرنا چاہئے جاؤ کہ تم کو ہم نے بخشا اور مقربین اور واصلین میں کیا یہ ہی لکھا ہے راحت القلوب میں۔

پھر مونس الارواح میں لکھا ہے کہ خواجہ بزرگ دو مرتبہ سلطان شمس الدین التمش کے زمانے میں دہلی تشریف لے گئے تھے کہ مولانا مسعود اور مولانا احمد خادمان حضرت نے روایت کی ہے کہ حضرت خواجہ بار اول دہلی تشریف لے گئے وہاں سے واپسی کے بعد آپ نے شادی کی تھی۔

القصہ خواجہ بزرگ اپنی فیض رسانی خلق اجمیر کو کرتے رہے اور رائے پتھورا اپنی حکومت ظاہری کرتا رہا اور آپ سے مزاحم نہ ہوا۔

ذکر راجہ پرتھوی راج کی بربادی اور اس کے ہاتھ سے ملک ہندوستان کے چلے جانے کا اور شہاب الدین کا بحکم خواجہ ہندوستان آنیکا

واضح ہو کہ باعث تباہی رائے پتھورا کا اور رنجیدہ ہونا حضرت خواجہ بزرگ کا اس سے اور اسلام کی فوجوں کا آنا اس پر تین وجہ سے کتب معتبرہ میں معلوم ہوتا ہے۔

اوّل یہ کہ سیر الاولیا اور اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ راجہ پتھورا حضرت خواجہ کے مریدوں میں سے ایک شخص مسلمان کو ستاتا تھا اس نے حضور میں خواجہ کے فریاد کی حضرت نے اس مسلمان کی سفارش راجہ کو کہلا بھیجی راجہ نے نہیں مانی اور کہا کہ یہ فقیر یہاں بیٹھ کر غیب کی باتیں کہتا ہے اس کو کہدو کہ یہاں سے چلا جاوے یہ جواب راجہ کا خواجہ کے پاس پہنچا آپ نے اسی وقت فرمایا کہ ہم نے پتھورا کو زندہ بگرفتار کردیا

کچھ ہی دنوں میں سلطان معز الدین سام مع لشکر جرار کے آیا اور راجہ سے بہت بھاری جنگ کر کے راجہ کو زندہ گرفتار کرکے قتل کردیا اور اسلام کی فتح ہوئی۔

دوسری وجہ مونس الارواح میں یہ لکھی ہے کہ ایک مسلمان راجہ کے نوکروں میں سے حضرت خواجہ کی خدمت میں ارادت کی نیت سے آیا اور خواجہ بزرگ نے اس کو مرید نہ کیا وہ واپس چلا گیا اور اسے مرید نہ کرنے کا شکوہ اس شخص نے راجہ سے کیا راجہ نے آپ کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ اس کو مرید کیوں نہیں کیا۔ خواجہ بزرگ نے جواب میں کہلا بھیجا کہ ہم نے تین باتوں کی سبب سے جو اس میں موجود ہیں مرید نہیں کیا اول تو یہ کہ یہ شخص بہت زیادہ گنہگار ہے۔ دوسرے جو شخص غیر سے رجوع کر رہے وہ شخص ہمارے مرید کرنے کے لائق نہیں ہے۔ تیسرے میں نے لوح محفوظ میں لکھا ہوا دیکھ لیا ہے کہ یہ شخص دنیا سے بے ایمان جائے گا۔ جب یہ جواب راجہ کے پاس پہنچا تو یہ کافر غصہ ہوا اور کہا کہ یہ فقیر غیب کی باتیں کہتا ہے اس سے کہدو کہ یہاں سے چلا جائے راجہ کے آدمی نے جب حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ پیغام راجہ کا پہنچایا کہ راجہ کا حکم ہے ہمارے شہر سے چلے جاؤ آپ نے ہنس کر فرمایا کہ راجہ سے کہدو کہ تجھ میں اور ہم میں تین روز کی مہلت ہے یا تو تو یہاں سے چلا جائے گا یا ہم چلے جائیں گے اسی تین روز کے عرصے میں خبر پہونچی کہ سلطان معز الدین کا لشکر غزنی سے پہونچا اور راجہ کو زندہ گرفتار کرلیا اور جو شخص کہ مرید ہونے آیا تھا وہ دریا میں غرق ہو کر مر گیا۔ اس روز سے اس ملک میں رونق اسلام ہوئی اور کفر کی جڑ اکھڑ گئی۔

کاتب الحروف کہتا ہے کہ تاریخ میں لکھا ہے کہ لشکر اسلام کی پہنچنے کی نہ ستے ہی راجہ اجمیر سے سرسہ میں پہنچا اور جنگ کر کے اسیر پنجہ بلا ہو گیا۔

تیسری وجہ فوائد السالکین میں خواجہ فرید الدین گنج شکرؒ کہتے ہیں کہ میرے مرشد خواجہ قطب الدینؒ بختیار کاکی فرماتے تھے کہ ایک روز میں اپنے پیر حضرت خواجہ معین الدینؒ چشتی کی خدمت میں بمقام اجمیر شریف بیٹھا تھا اس زمانے میں راجہ پتھورا زندہ تھا اور وہ ہر کس و ناکس کے روبرو حضرت خواجہ کا گلہ کر کے کہا کرتا تھا کہ کیا

اچھا ہو کہ یہ فقیر یہاں سے چلا جائے یہ خبر اس روز خواجہ کے کانوں میں پہونچی کہ آپ عالم سکر میں تھے اور بھی چند درویش حاضر خدمت تھے یکایک حضرت خواجہ نے آواز سے فرمایا کہ ہم نے پتھورا کو مسلمانوں کے ہاتھوں میں زندہ گرفتار کروا دیا۔ تھوڑے دنوں میں سلطان معز الدین سام آیا اور راجہ کو بعد جنگ جدل زندہ گرفتار کر کے لے گیا۔

مدائن المعین میں لکھا ہے کہ سلطان شہاب الدین سام چند مرتبہ ہندوستان پر حملہ آور ہو کر راجہ پتھورا سے شکست کھا کر واپس گیا تھا لیکن اس مرتبہ جبکہ حضرت خواجہ کی رنجیدگی راجہ سے ہوئی آپ نے سلطان کو خواب میں فرمایا کہ راجہ پر لشکر لے کر آ تجھ کو فتح ہوگی اور خواب میں ہی سلطان کو ایک تلوار خواجہ نے عنایت کی چنانچہ اس مرتبہ سلطان جب آیا تو اس کو فتح نصیب ہوئی۔ سلطان نے اجمیر پہنچ کر خواجہ کی قدم بوسی کی اور اس واقعہ خواب کو جو دیکھا تھا عرض کیا اور حضرت خواجہ کو معاً زیارت کرتے ہی پہنچان لیا کہ بے شک یہ وہ ہی درویش ہیں جنھوں نے مجھے خواب میں تلوار عطا فرما کر راجہ پر فتح پانے کی خوشخبری دی تھی چنانچہ سلطان شہاب الدین نے بہت کچھ آپ کے نذر و نیاز کی۔

تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ سلطان شہاب الدین غوری اول مرتبہ سنہ ۵۷۲ھ ہجری میں آ کر بعد فتح ملتان اور اوچہ کہ واپس غزنی چلا گیا تھا اور ملتان و اوچہ کو حوالہ علی کرماج نام ایک امیر کے کر گیا تھا سنہ ۵۷۴ھ ہجری میں براہ ملتان گجرات میں پہنچکر راجہ بھیم دیو سے جو نسل میں سے رائے برام دیو کے تھا شکست کھا کر غزنی کو چلا گیا تیسری مرتبہ لاہور میں آ کر خسرو شاہ سے کہ جو اولاد سلطان محمود غزنوی کے تھا اور پشتوں سے لاہور پر قابض تھا ایک ہاتھی نذر لیکر اور صلح کر کے واپس چلا گیا اس کے دوسرے سال دیول کی طرف کہ جو ملک سندھ میں ہے گیا اور ۵۸۰ ہجری میں پھر لاہور آ کر اس کے گرد و نواح کو تاخت و تاراج کیا اور قلعہ سیالکوٹ تعمیر کرا کے وہاں کا حاکم حسین خرمل کو کر کے واپس گیا سنہ ۵۸۲ھ ہجری میں پھر لاہور پر حملہ کر کے اس کو فتح کیا کہ یہ سال لاہور میں غوریوں کی سلطنت کا ابتدائی سال ہے اور سلطان محمود غزنوی کی اولاد کی انتہا۔ پھر سنہ ۵۸۷ھ ہجری میں سلطان نے غزنی سے آ کر قلعہ بھٹنڈہ کو

رجہ پرتھوی راج کے ملازموں سے چھین لیا اس کی اطلاع سنکر راجہ پتھورا معہ اپنے بھائی کھانڈی رائے اور چند راجہ ہائے ہندوستان اور دو لاکھ سوار اور تین ہزار ہاتھی کے روانہ ہوکر سلطان شہاب الدین سے موضع ترائن میں جو آب سرستی کے کنارہ تھا منسر سے سات کوس پر واقع ہے جسکو آب پتر داری کہتے ہیں جنگ آور ہوا سلطان شکست کھاکر اور زخمی ہوکر غزنی کو واپس چلا گیا اس کے بعد ۵۸۸ھ ہجری میں پھر سلطان شہاب الدین نے ایک لاکھ سوار سات ہزار ترک قتاجیک اور افغان لے کر راجہ سے آب سرستی کے کنارہ پر جنگ کی جس میں کھانڈی رائے مارا گیا اور راجہ پتھورا زندہ گرفتار کیا گیا اور دہلی و اجمیر اور تمام ملک نواحی اہل اسلام کے قبضہ میں آیا۔

(انتہا عبارت) غیاث اللغات میں لکھا ہے کہ ہندوستان کو شہاب الدین غوری نے ۵۸۸ھ ہجری میں فتح کیا تھا اور وفات حضرت خواجہ بزرگ کی ۶۳۳ھ ہجری میں ہوئی اور تاریخ فرشتہ والے آمد حضرت خواجہ بزرگ کی اجمیر میں ۵۶۱ھ ہجری میں ہونا لکھتے ہیں پس اس حساب سے بھی روایات ملفوظات خواجگان چشت کے بہت صحیح ثابت ہوئی سن آمد اجمیر کا جو تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے صحیح نہیں کیوں کہ وہ سن حضرت خواجہ کی اپنے مرشد کی خدمت میں رہنے کا ہے۔

ذکر بیان مجاہدہ و ریاضت غریب نواز

مونس الارواح میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ ریاضت اور مجاہدہ بہت کرتے تھے ساتویں دن ایک روٹی کا ٹکڑا جو پانچ مثقال سے زیادہ نہ ہوتا تھا پانی میں تر کر کے روزہ افطار کیا کرتے تھے حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر اپنے مرشد سے قطب الدین سے روایت کرتے ہیں۔

نقل ہے کہ خواجہ بزرگ موٹا کپڑا دوہرا پہنا کرتے تھے اگر کسی جگہ سے وہ کپڑا پھٹ جاتا تو پرانے کپڑے کا ٹکڑا ہر قسم کا جو پاک ملتا اس سے پیوند کیا کرتے تھے۔ فوائد الفوائد میں لکھا ہے کہ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا فرماتے ہیں کہ

میں نے اس دوتائی کو کر جو حضرت خواجہ بزرگ کی تھی دیکھا ہے اور آخر وہ جامہ مرقعہ حضرت خواجہ کا حضرت خواجہ نظام الدین اولیا کو پہونچا۔

نقل ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ بڑی مشغولی رکھتے تھے اکثر تجرید اور تفرید کی حالت میں سفر کیا کرتے تھے آپ کا قاعدہ تھا کہ جہاں کہیں جاتے قبرستان میں ٹھہرا کرتے تھے اور ہر روز دو ختم قرآن شریف کیا کرتے تھے جب قرآن شریف ختم کر لیا کرتے تو ہاتف غیب آواز دیتا تھا۔ قبلت ختمک یا حبیبی (ہم نے آپ کے ختم کو قبول کر لیا اے میرے محبوب)

سبع سنابل میں لکھا ہے کہ آپ ایک ختم قرآن شریف کا رات کو پڑھا کرتے تھے اور جس جگہ آپ کی شہرت ہو جاتی وہاں نہیں ٹھہرا کرتے تھے ہمیشہ آپ کا یہ خیال رہتا کہ کوئی آپ کے حال سے واقف نہ ہو۔ اظہار کرامت اور خوارق عادت سے آپ بہت پرہیز کیا کرتے تھے مگر ضرورت کے وقت مجبوراً حالت سکر میں جو کچھ اظہار ہو جاتا ہو جاتا۔

نقل ہے خواجہ قطب الدین بختیار کاکی فرماتے تھے کہ میں بیس برس تک حضرت خواجہ کی خدمت میں رہا ہوں میں نے کبھی نہیں سنا کہ آپ نے کبھی اپنی صحت ذات کے لئے دعا کی ہو بلکہ اکثر زبان مبارک سے یہ عرض کیا کرتے تھے کہ الہٰی جو درد اور محنت دنیا کی ہے وہ معین الدین کے نامزد کر دے۔ میں نے گستاخی کر کے عرض کیا حضور یہ کیا دعا ہے جو آپ اپنے لئے کر رہے ہیں فرمایا کہ مسلمان جب کسی درد یا مصیبت یا بیماری میں مبتلا ہوتا ہے تو یہ دلیل اس کے صحت ایمان کی ہے وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے کہ گویا آج ہی پیدا ہوا ہے۔

نقل ہے کہ حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر فرماتے تھے کہ میرے مرشد حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی فرمایا کرتے تھے کہ اس مدت دراز کے عرصہ میں کہ میں خدمت میں حضرت خواجہ کے رہا کبھی ایسا اتفاق نہیں ہوا کہ حضرت نے اسرار الہٰی زبان سے فرمایا ہو یا جو انوار الہٰی کہ حضرت پر وارد ہوتے تھے اس کا اظہار کیا ہو کذالک مونس الارواح۔

نقل ہے کہ خواجہ بزرگ صاحب سماع بھی راگ سنا کرتے تھے اور آپ کو وجد اور حال ہوا کرتا تھا عشق الٰہی میں ہمیشہ مست رہتے تھے اور جو شخص آپ کی صحبت میں ارشاد ہوتا وہ بھی صاحب سماع ہوتا اور حضرت خواجہ بزرگ کبھی کبھی ہندی راگ بھی سنتے تھے لیکن ہندی راگ پر حالت کرنے میں مختلف روایات ہیں کذافی مونس الارواح۔ نقل ہے کہ خواجہ بزرگ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ خواجہ یوسف چشتی کی خانقاہ میں بمقام چشت میں سماع ہو رہی تھی میں بھی موجود تھا قوال یہ بیت گاتے تھے ۔

رباعی

عاشق بہوائے دوست بیہوش شود	وز یاد محب خویش مدہوش شود
عاشق دوست کے اشتیاق میں بے ہوش ہو گیا	در اپنے محب کی مزید وارفتگی میں مدہوش ہو گیا
فردا کہ ہمہ بحشر حیراں باشند	نام تو درون سینہ در جوش شود
کل بروز حشر جب کہ سب حیران ہوں گے	تیرا نام خانۂ دل میں جوش مارتا ہو گا

اس پر مجھ کو اور دوسرے درویشوں کو حالت پیدا ہوئی سات روز تک ہم مدہوش تھے اور اپنی کچھ خبر نہ تھی ہم سب رقص میں تھے قوال دوسری بیت شروع کرتے تھے ہم یہی بیت ان سے کہلوا لیتے تھے ہم میں سے درویش ایسے مست ہوئے کہ ان کا خرقہ پڑا رہ گیا اور وہ خود غائب ہو گئے۔ کذا فی دلیل العارفین۔

نقل ہے کہ مونس الارواح میں لکھا ہے کہ جو کوئی تین رات دن صحبت میں خواجہ کی رہ جاتا وہ ولی کامل اور صاحب کشف و کرامات ہو جاتا۔ کذا فی سبع سنابل۔

نقل ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ درجۂ محبوبی اور وارداتوں میں تھے اکثر دوگانہ یگانہ کے واسطے پڑھاتے تھے اور درود شریف بہت زیادہ جناب سرور کائنات علیہ السلام پر بھیجا کرتے تھے اور کھانا کھاتے وقت ہر لقمہ پر بسم اللہ پڑھ کرتے تھے اور یہ بیت اکثر زبان مبارک پر رہا کرتی ہے

خوب رویاں چو پردہ برگیرند ۔۔۔ عاشقاں پیش شان چنیں میرند

عاشقانِ خوش جمال بھیاں جب اپنا نقاب اٹھاتے ہیں (تو ان کی) سامنے ان کے عشاق اسی طرح جان دیتے ہیں

مصرعہ رحمیت نیکاں بہ از ہر طاعت است کذا فی مونس الارواح ۔

نقل ہے کہ مونس الارواح میں لکھا ہے کہ خواجہ بزرگ حضرت خواجہ قطبؒ الدین بختیار کاکی کو مقام اوش میں بیعت کر کے بغداد شریف لے گئے وہاں سے ہندوستان میں آئے خواجہ قطبؒ الدین چند روز کے بعد اپنے پیر کی زیارت کی شوق سے بغداد پہونچے حضرت خواجہ کو وہاں نہ پایا تو شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی و صدرالدین کرمانی اور دیگر مشائخ سے مل کر حضرت خواجہ کی زیارت کے واسطے معہ شیخ جلال الدین تبریزی کے ہندستان بدیں راہ ملتان آئے ملتان میں بہاؤالدین ذکریا ملتانی سے ملے اور چند روز ان کی صحبت رکھی ان ہی دنوں میں ایک لشکر ترک نے ملتان کے قلعہ کا محاصرہ کر رکھا تھا اور اہل قلعہ پر کام بہت تنگ تھا۔ حاکم شہر حضرت خواجہ قطب الدینؒ کی خدمت میں ملتجی امداد کا ہوا۔ خواجہ قطب الدین نے ایک تیر پر ایک دعا پڑھ کر اس کو دیا اور فرمایا کہ اس تیر کو شام کے وقت دشمن کے لشکر پر چلانا حاکم ملتان نے ایسا ہی کیا خود بخود تمام لشکر ترک کا خائف ہو کر بھاگ گیا اور ملتان کی خلقت ان کے شر سے محفوظ رہی۔

کاتب الحروف کہتا ہے کہ اس وقت میں حاکم شہر ملتان ناصرالدین قباچہ داماد سلطان قطب الدین ایبک کا تھا اور ساڈھو سلطان شمس الدین التمش کا۔ کذا فی فوائد الفوائد ۔

سیرالاولیا میں لکھا ہے کہ حضرت سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ ایک زمانے میں خواجہ قطبؒ الدین بختیار کاکی اور شیخ بہاءالدین ذکریا اور جلال الدین تبریزی ملتان میں تھے اور لشکر کفار ترک نے شہر ملتان کا محاصرہ کر لیا حاکم ملتان قباچہ بارادہ دفع دشمناں کی دعا کے واسطے خدمت میں ان ہر سہ بزرگوں کی حاضر ہوا۔ خواجہ قطبؒ الدین نے ایک تیر پر دعا پڑھ کر قباچہ کو دیا اور فرمایا کہ اس کو شام کے بعد بجانب لشکر دشمن پھینکنا قباچہ نے ویسا ہی کیا صبح کے وقت لشکر کا کچھ پتہ نہ ملا کہ کہاں چلا گیا۔

واضح ہو کہ حضرت خواجہ قطبؒ الدین کی بیعت ہونے کی جگہ میں اختلاف ہے کہ کہاں اور کس جگہ حضرت قطب الدین کی بیعت خواجہ سے ہوئی تھی عبارت مونس الارواح وسبع سنابل سے تو اوش میں کہ جو مولد خواجہ قطبؒ الدین کا ہے بیعت ہونا ظاہر ہوتا ہے مگر یہ روایت صحیح نہیں ہے کیونکہ سیر الاولیاء میں لکھا ہے کہ خواجہ قطب الدین ماہ مبارک رجب ۵۲۲ھ ہجری میں شہر بغداد کی مسجد ابو اللیث ثمر قندی میں بموجودگی شیخ شہاب الدین سہروردی اور شیخ اوحد الدین کرمانی اور شیخ برہان الدین چشتی اور شیخ محمد صفاہانی کے شرف بیعت جناب خواجہ بزرگ سے مشرف ہوئے تھے۔

کہتے ہیں کہ جس وقت خواجہ قطبؒ الدین بہ رفاقت شیخ جلال الدین رح تبریزی کے ملتان میں آئے اس زمانے میں شیخ فرید الدین گنج شکر بھی ملتان میں تھے اور طالب علمی کرتے تھے اور علم وفقہ میں کتاب نافع پڑھتے تھے حضرت گنج شکر جب دیدار خواجہ قطب الدین سے مشرف ہوئے تو شیفتہ جمال باکمال حضرت کے ہو کر ملتان میں ہی خواجہ قطبؒ الدین سے بیعت حاصل کر لی خواجہ قطب الدین وہاں سے روانہ ہو کر شہر دہلی میں آئے سلطان شمس الدین التمش نے آپ کی تشریف لانے کو نعمائے الٰہی سمجھ کر استقبال کیا اور نہایت ادب اور تعظیم کے ساتھ آپ کو شہر میں لایا خواجہ نے کیلوکھری کہ جو قریب مقبرہ ہمایوں بادشاہ کے ہے پرانی دہلی میں نزول فرمایا شیخ محمد عطا المشہور قاضی حمید الدین ناگوری اور دیگر مشائخ دہلی خواجہ قطب الدین کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور سلطان شمس الدین بادشاہ مرید خواجہ قطبؒ الدین کا ہوا اور ہفتہ میں دو مرتبہ اپنے مرشد برحق کی قدم بوسی کے لئے حاضر ہوتا تھا۔ سلطان مذکور نے نہایت عاجزی کے ساتھ آپ کیلوکھری سے شہر دہلی میں لاکر مسجد ملک اعز الدین میں فروکش کیا۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نے عریضہ خدمت میں حضرت پیر ومرشد خواجگان خواجہ معین الدین چشتی حبیب اللہ کے لکھ کر عرض کیا کہ اگر مرضی مبارک ہو تو خدمت فیض موہبت میں حاضر ہو کر سعادت قدم بوسی کی حاصل کروں۔

حضرت خواجہ نے اس کے جواب میں لکھا کہ قرب جانی کو بعد

مکانی مانع نہیں ہے کہ حدیث شریف ہے المؤمن احبّ تم وہاں ہی رہو ہم ہی توفیق ایزدی سے اس طرف آویں گے۔

تھوڑے دن کے بعد خواجہ بزرگ نے بنفس نفیس دہلی کو اپنے قدم مبارک سے عزت بخشی اور منزل خواجہ قطب الدینؒ میں ٹھہرے تمام اکابر و مشائخ اور علماء فضلاء شہر دہلی کے سعادت زیارت سے مشرف ہوئے و نیز جملہ مریدان حضرت خواجہ قطب الدینؒ نے حاضر ہو کر قدم بوسی حضرت دادا پیر کی کی۔ لیکن حضرت شیخ فرید الدینؒ باوجودیکہ جو اس وقت دہلی ہی میں موجود تھے۔ بلحاظ ادب اپنے مرشد کے حضرت خواجہ بزرگ کی قدم بوسی کے لئے حاضر نہیں ہوئے۔ حضرت خواجہ بزرگ نے فرمایا اے قطب الدین تمہارے سب مرید طالب ہم سے ملنے کو آئے لیکن شیخ فرید الدین نہیں آیا اس کا سبب کیا ہے۔ خواجہ قطب الدینؒ خود شیخ فرید الدینؒ کے مکان پر تشریف لے گئے شیخ قدموں میں اپنے مرشد کے گر گئے۔ خواجہ قطب الدینؒ نے فرمایا اے فرید الدین تمام اکابر دہلی قدم بوسی خواجہ بزرگ کے لئے حاضر ہوئے تم اب تک نہیں آئے یہ کیا بات ہے تم کو خود حضرت نے یاد فرمایا ہے۔ عرض کیا کہ قبلہ میں اس لئے خدمت میں حاضر نہیں ہوا کہ اگر میں وہاں جاؤں گا تو میرے مرشد برحق یعنی جنابؒ تشریف رکھتے ہوں گے اور حضرت دادا پیر صاحب بھی رونق افروز ہوں گے اگر میں دادا پیر صاحب کی اول قدم بوسی کرتا ہوں تو بے ادبی حضرت پیر کی ہوتی ہے اور اگر اول قدم بوسی حضرت پیر برحق کی کرتا ہوں تو ترک ادب دادا پیر صاحب کا ہوتا ہے میں اسی اندیشہ میں تھا۔ اب مجھ کو اول قدم بوسی حضور مرشد کی حاصل ہو گئی جو میرا عین مقصود تھا۔ اب حضرت دادا پیر صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر سعادت قدم بوسی حاصل کرتا ہوں اور اپنے پیر خواجہ فرید الدین کے ساتھ روانہ ہو کر جناب خواجہ بزرگ کے حضور میں حاضر ہوئے اور قدم بوسی حاصل کی۔

جب نگاہ خواجہ بزرگ کی شیخ فرید الدینؒ پر پڑی دیکھ کر فرمایا کہ قطب الدینؒ تم نے ایک عجیب شہباز کو دام میں لیا ہے۔ جو سوائے سدرۃ المنتہیٰ کے آشیانہ نہیں رکھتا۔ لیکن اب تک اس کا کام باقی اور ناکمل کیوں چھوڑ رکھا ہے۔ خواجہ قطب الدینؒ

نے عرض کیا کہ اب حضور خود تشریف رکھتے ہیں فریدالدین کے حال پر توجہ فرما کر تکمیل فرمائیے خواجہ بزرگ نے اپنے سر سے کلاہ اتار کر ایک کنارہ خود نے پکڑا اور ایک گوشہ خواجہ قطب الدین کے ہاتھ میں دیا اور دونوں بزرگوں نے اپنے ہاتھ سے وہ کلاہ مبارک شیخ فریدالدین کے سر پر رکھی کہ اس رتبہ اعلیٰ اور درجہ بالا کو پہونچے۔

کہتے ہیں کہ جس وقت دونوں خواجہ نے کلاہ خود شیخ فریدالدین کے سر پر رکھی تو شیخ فرید بے ہوش ہو کر مستغرق تجلی ذات ہو گئے تھے۔

القصہ چند روز کے بعد دہلی سے خواجہ بزرگ اجمیر کو روانہ ہوئے اور خواجہ قطب الدین بھی ہم رکاب مرشد آپ کے ساتھ ہوئے تب روسائے شہر دہلی کو خواجہ قطب الدینؒ کے فراق میں ایسی حالت ہوئی کہ ہر طرف گریہ وزاری کی آواز آتی تھی اور سلطان شمس الدین التمش بھی دل سے چاہتا تھا کہ کسی طرح سے خواجہ قطب الدینؒ دہلی چھوڑ کر مرشد کے ساتھ نہ جاویں بلکہ نہایت اصرار کے ساتھ جناب خواجہ بزرگؒ سے سب نے مل کر خواجہ قطب الدینؒ کو ساتھ نہ لے جانے اور دہلی میں چھوڑ جانے کے واسطے عرض کیا خواجہ بزرگ نے ان لوگوں کا یہ اعتقاد اور گریہ وزاری دیکھ کر خواجہ قطب الدین کو دہلی میں رہنے کا حکم دیا اور خود خواجہ بزرگ اجمیر تشریف لے گئے۔

یہ فقیر کہتا ہے کہ میں نے ایک دوسری کتاب میں دیکھا کہ بوقت دہلی میں تشریف لانے کے خواجہ قطب الدین کی عمر سترہ سال کی تھی اور ایسا ہی سبع سنابل میں لکھا ہے کہ خلق دہلی کو باوجود موجود ہونے صدہا مشائخ و کاملین کے خواجہ قطب الدین کی طرف بہت زیادہ رجحانات تھی۔ شیخ نجم الدین صغریٰ جو پیر بھائی اور ہم خرقہ خواجہ بزرگؒ کے اور مرید خواجہ عثمانؒ کے تھے اور منجملہ ان چالیس درویشوں کے تھے۔ جو ہم رکاب خواجہ بزرگ کے ہندوستان میں آئے تھے جیسا کہ سیر الصدور میں لکھا ہے۔

جب خواجہ بزرگ دہلی سے اجمیر کو تشریف لے گئے تو شیخ نجم الدین صغریٰ دہلی میں آئے اور سلطان شمس الدین التمش نے ان کو باپ بنا کر عہدہ شیخ الاسلام دہلی کا دیا تھا کہ تمام خلق دہلی کی ان کی طرف متوجہ اور رجوع تھی۔

جب خواجہ قطب الدین دہلی میں تشریف لائے تو مخلوق دہلی اور سلطان خواجہ شمس الدین التمش کو خواجہ قطب الدین سے عقیدت بہت زیادہ ہوئی اور آپ کی طرف رجوع ہوئے شیخ نجم الدینؒ صغری کو رشک پیدا ہوا اور رجوعات خلق دہلی کی اور عقیدت سلطان وقت کی جو خواجہ سے ہوئی تھی یہ دیکھ کر بہت تنگ ہوئے ہنگامہ تشریف آوری جناب خواجہ بزرگ دہلی میں جب حضور غریب نوازؒ خواجہ بزرگ مکان پر شیخ نجم الدین صغریؒ کے ملنے گئے اور سلام کیا تو شیخ نے سلام خواجہ بزرگ کا جواب نہ دیا اور منہ پھیر لیا حضرت خواجہ بزرگ نے پوچھا اے برادر کیا حال ہے تم ہم سے کیوں رنجیدہ ہو جو سلام تک نہیں لیتے۔ جواب دیا کہ تم نے ایک ایسے لڑکے کو یہاں دہلی میں بھیجا ہے جس کی سبب سے ہماری قدر و منزلت جاتی رہی حضرت خواجہ نے تبسم کر کے فرمایا کہ آپ ناراض نہ ہوں میں اس لڑکے کو اپنے ساتھ اجمیر لے جاؤں گا۔

چنانچہ جب خواجہ بزرگ دہلی سے اجمیر کو روانہ ہوئے تو خواجہ قطب الدینؒ کو پرانی دہلی تک کہ اب جس کا نام مہرولی ہے اور جہاں خواجہ قطب الدینؒ کا مزار ہے ساتھ لے گئے۔ قصبہ مذکور میں ایک مسجد ہے شمس تالاب پر جس کا نام اولیا مسجد ہے وہاں تک خلق دہلی خواجہ کے پیچھے پیچھے خواجہ قطب الدینؒ کے فراق میں روتے روتے پہنچی اور حضرت خواجہ سے پھر عرض کیا کہ خواجہ قطب الدینؒ کو آپ یہاں چھوڑ جائیں ہم پر کرم فرمائیں خواجہ بزرگ کو ان لوگوں کے حال زار پر اور اس قدر اصرار پر رحم آیا اور فرمایا کہ قطب الدین ایک دل کے خوش کرنے کے واسطے اتنے دلوں کو رنجیدہ نہیں کرنا چاہئے تم یہاں ہی رہو تاکہ ان کی بے قراری دور ہوے خواجہ قطب الدین وہاں ہی ٹھہرے اور خواجہ بزرگ اجمیر تشریف لے گئے۔

کاتب الحروف کہتا ہے کہ اس حوض شمس پر اب تک اولیا مسجد موجود ہے اور دو لمبے پتھر بقدر مصلی کے مسجد مذکور میں قائم ہیں کہتے ہیں کہ ان دو پتھروں پر ان دونوں خواجہ نے نماز پڑھی ہے۔

سیر الاولیا میں لکھا ہے کہ حضرت سلطان المشائخ فرماتے تھے

کہ جس زمانے میں خواجہ معین الدینؒ اجمیر سے دہلی آئے شیخ نجم الدین صغریٰ شیخ الاسلام دہلی کے تھے اور باہم خواجہ بزرگ اور شیخ نجم الدین کے محبت تھی حضرت خواجہ بزرگ ان سے ملنے کے واسطے ان کے مکان پر گئے شیخ نجم الدینؒ اپنے گھر کے صحن میں چبوترہ تعمیر کرا رہے تھے جوں ہی خواجہ بزرگ سے نظر ملی شیخ نجم الدین نے منہ پھیر لیا حضرت خواجہ بزرگ نے دوسری طرف جا کر ان کا ہاتھ پکڑ لیا۔ شیخ نجم الدین صغریٰ نے کہا کہ آپ نے قطب الدین بختیار کو ہم پر کیوں مقرر کیا ہے اس کو منع نہیں کرتے حضرت خواجہ نے فرمایا کہ میں ضرور ان کو منع کر دوں گا۔ اس زمانے میں شہرت کمالات خواجہ قطب الدینؒ بدرجۂ غایت دہلی میں ہو رہی تھی حضرت خواجہ بزرگ مکان پر آئے اور فرمایا کہ بابا بختیار تو ایک مرتبہ ہی ایسا مشہور ہو گیا کہ لوگ تیری شکایت کرنے لگے یہاں سے چل اور میرے پاس اجمیر میں بیٹھ میں تیرے پاس کھڑا رہوں گا۔ خواجہ قطب الدینؒ نے عرض کیا کہ اے مخدوم میری کیا مجال کہ میں بیٹھوں اور آپ کھڑے رہیں الغرض خواجہ بزرگ اجمیر کو روانہ ہوئے ابھی اجمیر نہیں پہنچے تھے کہ شیخ قطب الدین بختیار کاکی شہر دہلی میں انتقال فرما گئے۔ چنانچہ تحقیق وفات خواجہ قطب الدین کا حال آگے لکھا جائے گا۔

سیر الاولیا میں شیخ فرید الدین گنج شکر کے حال میں لکھا ہے کہ
سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ شیخ الاسلام خواجہ معین الدین چشتی اور قطب الدین بختیار کاکی اور شیخ فرید الدین گنج شکر بمقام دہلی ایک حجرہ میں بیٹھے تھے حضرت خواجہ معین الدین نے شیخ قطب الدین کو فرمایا کہ اے بختیار اس جوان کو کب تک مجاہدہ میں جلا دے گا اس کو کچھ بخشش کر شیخ قطب الدین نے عرض کیا کہ میری کیا مجال۔ جو حضور ایسا فرماتے ہیں جیسی مرضی مبارک آپ کی ہو تب حضرت خواجہ بزرگ اٹھے اور فرمایا کہ آؤ ہم دونوں تجھکو بخشش کریں داہنی طرف خواجہ بزرگ کھڑے ہوئے اور بائیں جانب شیخ قطب الدین کھڑے اور دونوں صاحبوں نے شیخ فرید الدین گنج شکر کو بخشش کی۔

فائدہ۔ واضح ہو کہ ظاہری روایت میں خواجہ بزرگ کا تین مرتبہ دہلی میں تشریف لے جانا معلوم ہوتا ہے۔ اوّل مرتبہ تو ولایت عرب سے دہلی پہنچے

ہوئے اجمیر آئے تھے جیسا کہ مفصل حال اوپر لکھا جا چکا ہے اور دو مرتبہ سلطان شمس الدین التمش کے عہد سلطنت میں اجمیر سے تشریف لے گئے جیسا کہ اخبار الاخیار اور مرات الاسرار میں لکھا ہے کہ خواجہ بزرگ سلطنت شمس الدین التمش کے زمانے میں دو مرتبہ دہلی تشریف لے گئے تھے اوّل مرتبہ محض کمال مہربانی سے خواجہ قطب الدین کے ملنے کے واسطے کہ وہاں سے واپسی کے بعد آپ نے اجمیر میں نکاح کیا، دوسری مرتبہ دہلی جانے کا سبب یہ تھا کہ خواجہ بزرگ کے صاحبزادے خواجہ فخر الدین جو بڑے بیٹے آپ کے تھے کھیتی (کاشت) کیا کرتے تھے انھوں نے اپنی محنت سے موضع ماندل جو حوالئے اجمیر میں ہے آباد کر کے کاشت کاری شروع کی تھی حاکم اجمیر نے مزاحمت کی کہ بلا حکم شاہی اس گاؤں کا محاصل ہم آپ کو نہیں لینے دیں گے۔ پس جناب خواجہ بزرگ صاحبزادے فخر الدین کی خاطر سے فرمان شاہی بنام حاکم اجمیر لانے کے واسطے دہلی تشریف لے گئے تھے۔ جیسا کہ ملفوظات خواجگان چشت میں مرقوم ہے۔

نقل ہے جب خواجہ بزرگ اس عدم مزاحمت کا حکم شاہی لانے کے لئے دہلی تشریف لے گئے خواجہ قطب الدین نے عرض کیا کہ حضور کو معلوم ہے کہ بادشاہ شمس الدین التمش آپ کے غلام کا غلام ہے یعنی مرید ہے ایسی حالت میں آپ کا تکلیف اٹھا کر اجمیر سے یہاں خاص شاہی حکم موضع ماندل کی عدم مزاحمت کے واسطے حاصل کرنے کے لئے آنا کیا ضروری تھا اگر اس غلام کو ذرا سا اشارہ وہاں سے ہی فرما دیتے تو یہ کام فوراً انجام کو پہونچ سکتا تھا فرمایا کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

سیر الاولیا میں خواجہ قطب الدین کے ذکر میں لکھا ہے کہ جس کی عبارت کا ترجمہ یہ ہے۔

منقول ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین کے فرزندوں نے حوالئے اجمیر میں ایک گاؤں آباد کیا تھا اور حاکم اجمیر واسطے وصول حاصل کے مزاحمت کرتے تھے اور فرزندان خواجہ بزرگ سے کہتے تھے کہ دہلی جا کر بادشاہی حکم ہمارے نام معافی کا لاؤ۔ اس ضرورت سے خواجہ بزرگ اجمیر سے دہلی آئے اور خواجہ قطب الدین کے پاس ٹھہرے خواجہ

قطب الدین نے عرض کیا کہ آپ کو اس کام کے واسطے بادشاہ کے پاس جانے کی حاجت نہیں ہے۔ آپ یہاں تشریف رکھیں اور میں بادشاہ کے پاس جا کر حکم لا دوں گا۔ چنانچہ خواجہ قطب الدینؒ سلطان شمس الدین کے پاس گئے بادشاہ نے بڑا تعجب کیا کہ میں نے بارہا خواجہ قطب الدین کی خدمت میں کہلایا کہ میں زیارت کے واسطے آؤں گا مگر آپ نے اجازت نہیں دی آج خود تشریف لائے ہیں کیا معاملہ ہے ملاقات ہونے پر اسی وقت سلطان نے فرمان معافی موضع ماندن کا تیار کر دیا اور ایک تھیلی زر سرخ کی نذر کی خواجہ قطب الدینؒ نے وہ فرمان اور تھیلی زر سرخ کی خواجہ بزرگ کی خدمت میں پیش کی۔

آپ نے بمعائنہ اس شہرت کے کہ خواجہ قطب الدین کی ہو رہی تھی فرمایا اے بختیار تم نے یہ کیا کر رکھا ہے جو ایسے مشہور ہو رہے ہو تم کو گوشۂ تنہائی میں بیٹھنا چاہئے۔ خواجہ قطب الدین نے عرض کیا کہ یہ شہرت یا جو کچھ آپ نے ملاحظہ فرمائی ہے بندہ کی طرف سے کچھ نہیں ہے۔

مرات الاسرار میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ کے فرمان شاہی موضع ماندن کا بخاطر خواجہ فخر الدین فرزند خود کے لانے کے واسطے دہلی تشریف لے جانے میں ایک نکتہ بڑا نازک ہے جو قابل ملاحظہ ہے وہ یہ ہے کہ

سلطان شمس الدین حضرت خواجہ معین الدینؒ کے مرید کامل تھا یعنی خواجہ قطب الدین کا اگر ایک ادنی خادم خواجہ بزرگ کا سلطان سے فرمان موضع ماندن کا لکھا دینے کے لئے جا کر کہتا تو اسی وقت بلا تامل سلطان اپنی سعادت مندی جان کر فرمان معافی تیار کرا کر بھیج دیتا لیکن اولیاء کامل بیشتر ترک جاہ و مشیخت میں ساعی رہتے ہیں اور اپنے کو نظر مردم میں نہایت عاجز دکھلاتے ہیں۔ جیسا کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم باوجود اپنے اس کمال مرتبت کے خرید اشیاء کے لئے بازار میں خود تشریف لے جایا کرتے تھے۔

۲ دوسرے یہ کہ فقراء کاملین کا کام راستی اور دیانت ہے جب

آپ کا کوئی مقصود کسی آدمی سے ہو تو اس کو پوشیدہ کیوں رکھیں کیونکہ اللہ تعالیٰ دلوں کی طرف دیکھنے والا ہے دنیا کی رسم اہل دنیا کے نیک و بد کہنے سے ان کو کچھ خیال نہیں ہوتا۔

۲ تیسرے یہ کہ حضرت خواجہ کا ایک امیر کے پاس کسی حاجت کے واسطے جانا ایک رحمت تھی مریدوں کے حق میں تاکہ کوئی شخص اس کام سے انکار نہ کرے اور آپ کے مریدوں سے آپ کی شخصیت پر ناز نہ کرے اور اصل سخن یہ ہے کہ یہ گروہ عارفین کا مامور ہوتا ہے اپنے حال پر اپنے اختیار کو کام میں نہیں لاتے اگر کوئی ہجرت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ معظمہ سے محض خوف کفار خیال کرے یہ اس کی غلطی اور نافہمی ہے وہ ایک پر اسرار بھید تھا آنحضرتؐ کا اپنے پروردگار سے اور رحمت تھی اکثر قوموں کے حق میں۔

اور سبع سنابل میں لکھا ہے۔ تیرھویں سیر میں۔ اخیر کتاب میں کہ حضرت خواجہ معین الدین حسنؒ سنجری رحمت اللہ علیہ بہت بڑے عالم تھے تصانیف ان کی بہت ہیں۔ ان کی اس ملک میں ہندوستان میں دو کتابیں مشہور ہیں ایک انیس الارواح۔ دوسرا رسالہ وجودیہ اور اس میں لکھا ہے کہ خواجہ قطب الدین نے فرمایا کہ حضرت خواجہ بزرگ کی مجلس میں بہت سے مشائخ کامل غیر سلسلہ کے بھی حاضر ہو کر فیض حاصل کرتے تھے۔

چنانچہ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ شیخ اوحدالدین کرمانی شیخ محمد علی اصفہانی، مولانا بہاؤالدین بخاریؒ مولانا شہاب الدین محمد بخاریؒ خواجہ لعل سنجریؒ سیف الدین باخرزی شیخ احمد کرمانی، شیخ احمد بن محمد چشتیؒ شیخ جلال الدین تبریزی شیخ برہان الدین چشتی شیخ محمد بن احمد اصفہانی شیخ احمد واحدؒ شیخ برہان الدین غزنوی خواجہ سلیمان عبدالرحمٰن شیخ اجل سنزائی شیخ برہان بخاری شیخ محی الدین سنجری شیخ محمد علی چشتی خواجہ عبدالرحمٰن بہاؤالدین صاحب تفسیر علی ہذا اور بہت سے مشائخ گرد و نواح و اطراف و اکناف ملک کے دولت پائے بوس خواجہ بزرگ کی حاصل کر کے فائدہ اٹھاتے تھے۔ کذا فی دلیل العارفین۔

زبدۃ الحقائق میں لکھا ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نے

بھی بحکم رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خواجہ بزرگ سے خرقہ لیا ہے کذافی فخر الاولیاء و اقتباس الانوار اس کی تفصیل و تشریح اوپر لکھی جا چکی ہے۔

فوائد السالکین میں شیخ فرید گنج شکر لکھتے ہیں کہ میرے پیر و مرشد شیخ قطب الدین فرماتے تھے کہ جس وقت میں اپنے پیر و مرشد خواجہ معین الدین چشتی کے برابر دساتھ خانہ کعبہ کے راستے میں مسافر تھا اور حج کر کے ہم واپس پھرے تو راستہ میں ایک شہر میں پہونچ کر ایک بزرگ کو دیکھا کہ وہ اپنے صومعہ میں معتکف ایک غار میں کھڑے تھے اور دونوں آنکھیں ہوا میں ٹھہرائے ہوئے تھے بدن ان کا مثل خشک لکڑی کے لاغر ہو گیا تھا حضرت خواجہ نے مجھ سے فرمایا کہ اگر تیری صلاح ہو تو چند روز یہاں ٹھہریں میں نے زمین پر سر رکھ کر عرض کیا کہ جو مرضی حضور کی ہو بہتر ہے۔

چنانچہ حضرت خواجہ اور میں ایک مہینے اس کی صحبت میں رہے اس مدت میں ایک دن وہ بزرگ عالم صحو میں آئے ہم نے سلام کیا اس نے جواب سلام دے کر کہا کہ اے عزیزو تم کو تکلیف ہوئی لیکن یہ تکلیف اور رنج تمہاری البتہ راحت میں مبدل ہوگا کیوں کہ اہل صفہ نے فرمایا ہے کہ جو کوئی درویش کی خدمت کرے گا ضرور مقام قرب پہنچے گا اس کے بعد ہم کو اشارہ بیٹھنے کا کیا ہم بیٹھ گئے اور اس نے حکایت شروع کی کہ فرزندان محمد سلم طوسی سے ہوں آج تیس سال ہوتے ہیں کہ میں عالم تحیر میں ہوں نہ دن کو دن جانتا ہوں نہ رات کو رات حق تعالی آج تمہاری وجہ سے مجھے عالم صحو میں لایا ہے بس اے عزیز تم جاؤ کہ تم کو تکلیف ہوئی ہے للہ تعالی اس تکلیف کے عوض میں تم کو راحت دے مگر میری ایک بات یاد رکھنا کہ اگر تم نے قدم تیری میں رکھا ہے تو ہرگز خواہش ہوائے نفس اور دنیا کی طرف مت کرنا اور خلق سے گوشہ پکڑنا اور جو کچھ تم کو تحفہ وغیرہ سے پیدا ہو اس کو ادا رکھنا اور سوائے مشغول حق کے دوسری کسی چیز میں مشغول نہ کرنا۔ یہ کہہ کر پھر وہ شیخ عالم تحیر میں گیا اور ہم چلے آئے۔

ایضاً فیہ۔ خواجہ قطب الدین نے فرمایا کہ ایک روز میں نماز نفل پڑھ رہا تھا۔ میرے پیر خواجہ بزرگ نے مجھے آواز دی میں نے نفل کو چھوڑا اور حاضر خدمت

ہوا مجھ سے آپ نے پوچھا کیا کرتا تھا عرض کیا کہ نفل نماز میں مشغول تھا آپ کے بلانے کی آواز سن کر میں نے نفل چھوڑ دیئے فرمایا کہ تو نے خوب کیا یہ نوافل سے افضل ہے۔

فوائد السالکین میں لکھا ہے کہ خواجہ قطب الدینؒ نے فرمایا کہ میرے پیر خواجہ معین الدینؒ فرماتے تھے کہ میں نے اپنے پیر خواجہ عثمان ہارونیؒ کی زبان سے سنا ہے مقام سمرقند میں خواجہ قطب الدین مودود چشتیؒ کو جب اشتیاق خانہ کعبہ کی زیارت کا ہوتا تو فرشتوں کو حکم الہٰی ہوتا کہ خانہ کعبہ کو اٹھا کر چشت میں لے جاؤ اور نظر میں خواجہ مودود کے ٹھہراؤ چنانچہ فرشتے ایسا ہی کرتے۔ خواجہ مودود چشتی طواف کرتے اور جو کچھ نماز اور دعا حج اور طواف کے وقت فرض ہیں وہ سب ادا کر لیتے اس کے بعد پھر خانہ کعبہ کو فرشتے اٹھا کر اسی جگہ پر لے جاتے۔ اس وقت یہ بھی فرمایا کہ خواجہ حذیفہ مرعشیؒ نے ستر سال تک سر سجدے سے نہ اٹھایا اور کسی جگہ بھی نہیں گئے تھے حاجی لوگ جو سفر کعبہ سے ہر سال واپس آپ کی خدمت میں آتے سب بیان کرتے کہ ہم نے خواجہ حذیفہ کو خانہ کعبہ میں اور بیت المقدس میں دیکھا تھا۔

ایضاً۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نے فرمایا کہ میں خدمت میں حضرت خواجہ بزرگؒ اپنے پیر کے تھا۔ انہوں نے حکایت فرمائی کہ میں ایک دن اپنے مرشد خواجہ عثمان ہارونی کے آگے کھڑا تھا اتنے میں شیخ برہان الدین نام درویش جو مرا ہم خرقہ تھا اپنے ہم سایہ کا گلہ لے کر حاضر خدمت ہوا اور پریشان تھا پیر و مرشد نے حکم دیا وہ بیٹھ گیا آپ نے پوچھا میں تجھ کو پریشان و مغموم دیکھتا ہوں کیا سبب ہے اس نے سر زمین پر رکھ کر عرض کیا کہ حضور میں ایک ہمسایہ کے ہاتھ سے پریشان ہوں اس نے ایک بالا خانہ بنایا ہے میرا گھر اس کے گھر کے نیچے ہے جب وہ اپنے بالا خانہ پر چڑھتا ہے تو میرا گھر بے پردہ ہو جاتا ہے خواجہ عثمانؒ نے فرمایا کہ کیا وہ جانتا ہے کہ ہمارا مرید ہے عرض کیا ہاں واقف ہے خواجہ عثمان نے ایک سانس مار کر کہا کہ کیوں نہیں اس بالا خانہ سے گرے اور گردن اس کی ٹوٹ جائے وہ درویش خدمت سے واپس گھر

کو روانہ ہوا ابھی نصف راستہ اپنے گھر کا طے نہ کیا ہوگا کہ آواز سنائی دی کہ فلاں شخص کا ہمسایہ بالا خانہ سے گر کر اس کی گردن ٹوٹ گئی۔

راحت القلوب میں لکھا ہے کہ شیخ الاسلام خواجہ معین الدینؒ کے اوراد میں لکھا ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی سورہ والضحیٰ کو ایام عشرہ ذی الحجہ میں پڑھے حق تعالیٰ اس کو بخش دیتا ہے اور جو کوئی تمام مہینے ذی الحجہ والضحیٰ پڑھے آگ دوزخ سے خلاصی پاوے اس کے بعد شیخ فریدالدین گنج شکرؒ نے فرمایا کہ خواجہ معین الدین چشتی کو انتقال کے بعد خواب میں دیکھا اور موت اور قبر اور منکر نکیر کا حال پوچھا فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سب کچھ اپنے فضل سے آسان کر دیا لیکن جب مجھ کو زیر عرش لے گئے میں سر بسجود ہو گیا آواز آئی کہ اے معین الدین سر اٹھالے میں نے سر اٹھالیا حکم ہوا کہ تو ایسا کیوں ڈرا عرض کیا کہ تیری جباری اور قہاری سے حکم ہوا کہ اے معین الدین جو آدمی ہمارے کام میں ہے ہم اس کے کام میں ہیں اور جس کسی نے عشرہ ذی الحجہ میں والفجر پڑھی ہو اس کو خوف سے کیا کام جا تجھ کو ہم نے بخشا اور واصلان خود سے کیا۔

مرات الاسرار میں لکھا ہے کہ خواجہ عثمانؒ کے ذکر میں کہ سیر العارفین میں آیا ہے کہ جب خواجہ معین الدین اپنے پیر سے رخصت ہو کر روانہ ہوئے خواجہ عثمانؒ نہایت محبت کے ساتھ کہ جو خواجہ معین الدین چشتیؒ سے رکھتے تھے تھوڑے دن کے بعد طلب خواجہ معین الدین میں اپنے مقام سے روانہ ہو کر ایک جگہ پہنچے کہ جہاں مغان رہتا تھا اور ایک آتش کدہ تھا اس کے اوپر ایک گنبد تھا ہر روز اس آتش کدہ میں بیس گاڑیاں لکڑیوں کی جلا کرتی تھی۔ اتفاق سے خواجہ عثمان وہاں پہنچے اور ایک درویش کو آپ نے آگ لانے کے واسطے اس آتش کدہ میں بھیجا۔ آتش پرستوں نے اپنا معبد سمجھ کر آگ نہیں دی اور کہا کہ کیا تم مسلمان کہتے ہو کہ جو کوئی کلمہ **لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ** ______ کہے اس کو آگ دوزخ کی نہیں جلاوے گی اس نے کہا کہ بے شک ایسا ہی ہے۔ آتش پرستوں نے کہا کہ ہم تم کو اس آتش کدہ میں ڈال دیں دیکھیں آگ سے جلتے ہو یا نہیں اگر نہیں جلو گے تو تم کو سچا سمجھیں گے اور تم اپنے دعوے

میں صادق ہو گئے درویش نے کہا کہ تم یہ بات حضرت خواجہ سے کہو۔ آتش پرستوں نے وہی بات حضرت خواجہؒ سے کہی آپؒ نے فرمایا کہ سچ ہے کہ کلمہ شریعت کہنے والے کو آگ نہیں جلا دے گی اور ایک لڑکا تھا مختا نام پیر مغاں کے لڑکوں میں سے اس کا ہاتھ جناب خواجہ نے پکڑا اور آیت قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ پڑھتے ہوئے آتش کدہ میں داخل ہوئے اور نظروں سے غائب ہو گئے آتش پرستوں نے اپنے اس لڑکے کے واسطے واویلا اور گریہ وزاری بہت کی۔ کچھ دیر کے بعد حضرت خواجہ مع اس لڑکے کے آگ سے باہر آئے اور آتش پرستوں نے لڑکے سے پوچھا تو اس نے بیان کیا کہ آگ کہاں تھی وہ سب باغ سرسبز ہو گیا تھا۔ بس وہ مختا مع اپنے تمام چیلوں کے جو آتش پرست تھے مسلمان ہو گئے۔ خواجہ نے اس کا نام عبداللہ رکھا اور وہ بدولت عنایت خواجہ کے واصلان حق سے ہو گیا اور اس آتش کدہ کی جگہ ایک مسجد تعمیر کرائی۔ کذا فی مونس الارواح اور مرات الاسرار میں لکھا ہے کہ جب وہاں سے خواجہ عثمان روانہ ہوئے نہایت مہربانی اور اشتیاق سے خواجہ معین الدین چشتیؒ کے دیدار کے واسطے دہلی تک تشریف لائے اور چند روز ہر دو بزرگ وار نے دہلی میں قیام رکھا اور ایسا ہی لکھا ہے رسالہ گنج الاسرار میں۔ اس کے آگے صاحب مرات الاسرار لکھتے ہیں کہ یہ روایت نہایت ضعیف ہے کیونکہ رسالہ گنج الاسرار اور بعض دوسرے رسائل بجاوران کے جمع کیے ہوتے ہیں ان پر اعتماد صحت کا نہیں ہو سکتا اور حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلیؒ نے اس مقولہ سے انکار کیا ہے

صحیح تر قول یہ ہے کہ حضرت خواجہ عثمانؒ بعد مسافرت بسیار مکہ معظمہ میں جا کر معتکف ہوئے اور دو مطلب درگاہ حق سے مانگے۔

۱۔ اوّل یہ کہ قبر ان کی مکہ معظمہ میں ہوئے اور نشان قبر خواجہ عثمانؒ کا مٹایا نہ جائے تاکہ فاتحہ پڑھنے والے فاتحہ پڑھیں اور روح کو ثواب پہنچتا رہے کیونکہ مکہ معظمہ میں رسم ہے کہ نشان قبر ہر کسی کا رہنے نہیں دیتے ہیں اور زمین سے برابر کر دیتے ہیں۔

۲۔ دوسرے یہ کہ فرزند معین الدین چشتی نے مدت ہائے دراز میری خدمت

کی ہے اس کو ایسی ولایت عطا ہو کہ ویسی آج تک کسی دوسرے کو نہ ملی ہو۔ ہاتف غیب نے خواجہ عثمانؒ کے دل تک آواز پہنچائی کہ تمہاری قبر مکہ میں ہوگی اور اس کا نشان مٹایا نہ جائے گا اور معین الدین کو ہم نے ولایت ہندوستان عطا کی جو آج تک کسی اہل اسلام کو نہیں دی گئی ہے لیکن اول معین الدین مدینہ میں جاکر باجازت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملک ہندوستان میں جاکر متصرف ہو۔ پس خواجہ عثمان نے سجدہ شکر الٰہی ادا کرکے جمیع نعمت اور امانت پیران عظام کی معہ اسمائے عظام اور خرقہ خلافت خواجہ معین الدین کو عنایت کرکے مدینہ کی طرف روانہ کیا۔

جب خواجہ معین الدین مدینہ منورہ پہنچ کر زیارت حضرت رسول علیہ السلام سے مشرف ہوئے تو رسالت مآب نے بباطن اشارہ ملک ہندوستان فرماکر حکم دیا کہ تمہارا مقام اجمیر میں مقرر کیا گیا ہے وہاں جاکر سکونت اختیار کرو تمہارے وہاں رہنے سے دین اسلام استقامت پکڑے گا۔ پس ایسا ہی ہوا۔

کاتب الحروف کہتا ہے کہ بہ نسبت پہلی روایت کے یہ روایت صحیح ہے۔

فصل تیسری

ذکر کرامات خوارق وعادات

حضور غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ

واضح ہو کہ اگرچہ تمام احوال جناب خواجہ بزرگؒ کے کرامات اور خوارق عادات ہی ہیں جیسا کہ اوپر لکھے ہوئے حال سے روشن ہے لیکن تبرکاً اس بارہ میں ایک فصل علیحدہ ہی لکھنا مناسب سمجھ کر لکھا جاتا ہے۔

سیر الاولیاء میں لکھا ہوا ہے جس کی عبارت کا ترجمہ یہ ہے۔

عرض کرتا ہے کاتب الحروف یعنی سید محمد کرمانی کہ کون سی کرامت اس سے زیادہ ہوگی کہ جن بزرگوں نے حضرت خواجہ معین الدین چشتی سے پیوند ارادت درست کیا ہے انہوں نے ایسی بادشاہی حاصل کی ہے کہ بندگان خدا کی دستگیری کرتے ہیں۔ ان کو غرور دنیا سے نکال کر سر درعقبیٰ کی منزل تک پہنچاتے ہیں۔ اور قیامت تک نقارہ ان کی عظمت وجلال کا زمین سے آسمان تک بجتا رہے گا اور مخلوق الٰہی کو ان کی پیروی اور محبت کے طفیل قصور صدق میں جگہ ملے گی۔

دوسری کرامت یہ ہے کہ ولایت ہندوستان کی تمام کی تمام جس قدر ہے وہ سب کے سب کفر بت پرستی میں مشغول تھے اور سرکشان ہند ہر ایک دعوئے أنا ربکم الأعلیٰ کا کرتا تھا اور خدائے عز وجل کا شریک بن رہا تھا۔ پتھر مٹی اور درخت گائے بیل اور گوبر وغیرہ کو سجدہ کیا جاتا تھا کفر کے اندھیرے کے قفل ہند کے رہنے والوں کے دلوں پر لگے ہوئے تھے۔ حضرت خواجہ بزرگ کے قدم کی برکت سے وہ ظلمت کفر کی نور اسلام سے مبدل ہوگئی۔

نظم

از تیغ او بجائے صلیب و کلیسہا	در دار کفر مسجد و محراب و منبر است
اس کے تیغ سے صلیب و کلیسا کی جگہ	کفرستان میں مسجد و محراب و منبر ہے
آنجا کہ بود نعرۂ فریاد مشرکاں	اکنو خروش نعرۂ اللہ اکبر است
جس جگہ مشرکوں کے فریاد کے نعرے بلند ہوتے تھے	وہاں اب نعرۂ تکبیر کی صدا گونجتی ہے

جو کوئی اس ولایت میں مسلمان ہوگا اور قیامت تک مسلمان ہوگا اور اولاد اس کی مسلمان ہوگی اور جس کسی کو تیغ اسلام کیساتھ دار حرب سے ولایت اسلام کی طرف اسلام کیساتھ قیامت تک لائیں گے وہ بارگاہ شیخ الاسلام خواجہ معین الدین چشتی اور متابعان خواجہ بزرگ سے ملنے والے اور ساتھ رہنے والوں میں ہوں گے۔

مرات الاسرار میں یہ عبارت لکھی ہے۔ قطب وحدت خواجہ

معین الدین چشتیؒ بن غیاث الدین حسن سنجری اولیاء کبار اور عارف صاحب اسرار تھے آپ کے کمالات و خوارق عادات بے شمار ہیں بیان نکات حقائق اور توحید میں مقام عالی رکھتے تھے اور مقربان خاص درگاہ الٰہی سے تھے آپ کی بہت بڑی شان اور حال بہت قوی تھا جو کوئی آپ کے جمال باکمال کو ایک نظر دیکھتا اسی وقت توحید الٰہی اور نبوت حضرت رسالت پناہی کا قائل ہو جاتا تھا در اصل چہار طرف ہندوستان کو کہ ہر ایک شرک انا و لا غیری کا دم مارتا تھا اور بت پرستی کو اپنا شعار بنا رکھا تھا سب کو معبود حقیقی ذات حق کی عبادت کی ہدایت بخشے اسی سبب سے ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ کو وارث نبی بلکہ نبی الہند کہتے ہیں یہاں سے ہی قیاس کرنا چاہئے کہ آدم علیہ السلام سے لے کر ہمارے حضور سرور کائنات محمد صلی اللہ علیہ والسلم کے زمانہ تک کوئی نبی ہندوستان میں نہیں آیا جیسا کہ حدیث صحیح سے ثابت ہے اور جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کر پانچ سو کئی سال تک ایک کو بھی اولیاء امت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے اس ملک پر تصرف نہیں ہوا مگر حضرت خواجہ بزرگ کو ہی یہ سب مدارج عنایت ہوئے۔ انتہا عبارت۔

یہ فقیر کاتب الحروف کہتا ہے کہ صاحب مرآت الاسرار نے جو خواجہ بزرگ کو نبی الہند لکھا ہے اس کے معنی نبی صاحب شرع کے نہیں ہیں کیونکہ نبوت صاحب شریعت کی تو ختم ہو چکی جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بلکہ لفظ نبی بمعنی خبر دینے والے کے ہیں یہ تو قیامت تک باقی ہے۔

مونس الارواح میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی فرماتے تھے کہ میں بیس سال تک خدمت میں حضرت خواجہ بزرگ کے رہا ہوں تے کبھی نہیں دیکھا کہ حضرت خواجہ نے کسی کو اپنے تک راہ دیا ہو جب آپ کے باورچی خانہ میں کچھ موجود نہ ہوتا اور خادم اگر عرض کرتا تو آپ مصلےٰ اٹھا کر فرماتے کہ اس کے نیچے سے اٹھالے جس قدر کہ تجھ کو کفایت کرے آج اور کل کے دن کے واسطے خادم اسی قدر مصلےٰ کے نیچے سے اٹھا لیتا اگر کوئی غریب یا مریض حاضر خدمت ہوتا اس کا مطلب جو کچھ ہوتا تھا آپ حاصل کراتے اور بوقت رخصت اپنے مصلےٰ

کے نیچے ہاتھ ڈالکر جو نکلتا اس کو دیتے ۔

نقل ہے کہ حضرت قطب الدین بختیار کاکی فرماتے تھے کہ میں نے بیس سال کی خدمت کے عرصہ میں کبھی نہیں دیکھا کہ حضرت خواجہ بزرگ کسی پر ناخوش ہو کر غصہ ہوئے ہوں۔ مگر ایک روز ایک مقام پر حضرت تشریف لے گئے میں ساتھ تھا خواجہ بزرگ کے ایک مرید شیخ علی نام کو ایک شخص نے پکڑ رکھا تھا کہ جب تک تو روپیہ نہ دے گا تجھ کو نہیں چھوڑوں گا جب ہم اس کے قریب پہنچے اور حضرت خواجہؒ نے یہ حال دیکھا تو اس شخص کو منع کیا اس نے کچھ خیال آپ کے کہنے کا نہ کیا خواجہ بزرگ غصے میں آئے اور آپ نے چادر جو کندھے پر تھی زمین پر ڈال دی اسی وقت وہ زمین روپے اور اشرفیوں سے بھر گئی۔ خواجہ نے فرمایا کہ اس میں سے لے لے جتنا تیرا حق ہو۔ اس شخص نے چاہا اپنے حق سے زیادہ لیوے فوراً اس کا ہاتھ خشک ہو گیا وہ عاجزی سے فریاد کرنے لگا اور پکارنے لگا کہ میں توبہ کرتا ہوں مجھ پر رحم کیجئے۔ خواجہ بزرگ نے دعا فرمائی اس کا ہاتھ اصلی صورت میں آگیا۔ کذا فی مونس الارواح۔

نقل ہے کہ ایک شخص ظاہر میں ارادۂ بیعت کا کر کے خواجہ بزرگ کی خدمت میں آیا اور دل میں قصد خواجہؒ کی ہلاکت کا رکھتا تھا بغل میں ایک چھری تھی خواجہ بزرگ اس کی طرف بار بار دیکھتے تھے اور مسکراتے تھے پھر آپ نے اس سے فرمایا کہ اے شخص جو آدمی فقیروں کے پاس آیا کرتا ہے یا تو کوئی صحیح نیت سے آتا ہے یا غلط نیت سے۔ پس تو کس نیت سے آیا ہے ان دونوں میں سے ایک اختیار کر جب خواجہ نے یہ بات فرمائی وہ شخص اٹھا اور ارادۂ فاسد کا اقرار کیا اور چھری جو بغل میں تھی نکال کر دور پھینک دی اور خالص ارادت کے ساتھ مرید ہوا اور پینتالیس ۴۵ حج اس شخص نے اپنی عمر میں ادا کئے۔

نقل ہے کہ ایک مرتبہ خواجہ بزرگ یادِ حق میں مشغول تھے اور عالم علوی آپ پر منکشف ہو رہا تھا اسی اثنا میں ایک شخص آپ کے مریدوں میں سے آیا حاکم شہر کا شکوہ کیا کہ وہ مجھ کو شہر سے نکالتا ہے خواجہؒ نے فرمایا کہ وہ اب کہاں ہے

عرض کیا کہ سوار ہو کر میدان میں سیر کے لئے گیا ہے فرمایا جاتو اپنے گھر وہ شخص گھوڑے سے زمین پر گر کر مر گیا ہے۔ جب وہ باہر آیا تو سنا کہ والیے ملک گھوڑے سے گر کر مر گیا۔ کذا فی مونس الارواح۔

فوائد السالکین میں شیخ فرید الدین گنج شکر لکھتے ہیں کہ میرے پیر خواجہ قطب الدین بختیار کاکی فرماتے تھے کہ ایک دن خواجہ بزرگ اور شیخ اوحد الدین کرمانی اور شیخ شہاب الدین سہروردیؒ بغداد میں ایک جگہ بیٹھے تھے ان کے سامنے سے سلطان شمس الدین التمش، تیر و کمان ہاتھ میں لیے ہوئے گزرا خواجہ کی نظر اس پر پڑی فرمایا یہ لڑکا بادشاہ دہلی کا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس کو دنیا سے نہیں اٹھائے گا جب تک یہ بادشاہی دہلی کی نہ کرے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ سلطان شمس الدین بادشاہ دہلی ہوا۔

کاتب الحروف کہتا ہے کہ بادشاہ شمس الدین التمش آزاد کردہ غلام سید شہاب الدین غوری کا تھا شہاب الدین غوری نے اس کو ایک سوداگر سے خریدا تھا چنانچہ اس کا مفصل حال تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے۔

نقل ہے کہ ایک دن خواجہ بزرگ مع اپنے تمام اصحاب کے ایک جگہ پر بیٹھے تھے اور باتیں سلوک کی ہو رہی تھیں۔ ہر مرتبہ کہ داہنی طرف حضرت خواجہ دیکھتے تھے تعظیم کے لیے اٹھتے تھے اور تمام حاضرین آپ کی اس بار بار تعظیم کرنے اور اٹھنے سے حیران تھے کہ آپ کس کے واسطے اٹھتے ہیں جب آپ وہاں سے اٹھے تو ایک خادم نے سبب اس تعظیم کا پوچھا فرمایا کہ اس طرف قبر میرے مرشد خواجہ عثمان ہارونیؒ کی ہے۔ پس جب ادھر کو دیکھتا تھا تو قبر میرے سامنے نظر آتی تھی اور پردہ اٹھ جاتا تھا پس بے اختیار مجھ کو تعظیم کے لئے اٹھنا پڑتا تھا جیسا کہ فوائد السالکین اور مونس الارواح میں لکھا ہے۔

نقل ہے کہ ہر رات کو خواجہ بزرگ خانہ کعبہ کے طواف کے واسطے جاتے تھے اور مخلوق حج کے لئے مکہ معظمہ میں جمع ہوتی تھی آپ کو طواف کرتے ہوئے دیکھتی تھی اور اجمیر میں گھر کے لوگوں کو یہ خیال ہوتا کہ خواجہ حجرہ میں موجود ہیں۔ آخر مکہ سے آنے

والوں سے یہ حال معلوم ہوا کہ خواجہ بزرگؒ ہر شب خانہ کعبہ میں جاتے ہیں اور نماز فجر اجمیر میں آکر جماعت کے ساتھ پڑھتے ہیں کذا فی مونس الارواح۔

کاتب الحروف کہتا ہے کہ خواجہ کا ہر شب مکہ معظمہ میں جانا ابتدائے حال میں یعنی درجہ غوثیت اور قطب مداری میں تھا۔ لیکن جب کہ رتبہ محبوبی اور محبی کو پہونچے تو خود خانہ کعبہ طواف خواجہ کے لئے آتا تھا۔

جیسا کہ قول مستحسن شرح قمر الحسن میں لکھا ہے قَدْ صَحِیْحَہٗ عنہ اَنَّہٗ قَالَ قَدْ طُفْتُ زَمَنًا حَوْلَ الْکَعْبَۃِ وَالْآنَ تَطُوْفُ الْکَعْبَۃُ حَوْلِیْ۔ یعنی تحقیق کہ یہ روایت صحیح ہے خواجہ بزرگؒ سے وہ فرماتے تھے چند مدت میں نے کعبہ کا طواف کیا اور اب کعبہ میرا طواف کرتا ہے جیسا کہ سیر الاولیاء میں لکھا ہے۔

فائدہ۔ جاننا چاہئے کہ جامع العلوم ملفوظ سید جلال الدین المشہور مخدوم جہانیاں میں لکھا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ میں نے ایک کتاب میں دیکھا ہے کہ مومن نماز پڑھنے والے کو چاہئے کہ نیت نماز کی اس طرح سے کرے کہ میں متوجہ ہوا طرف میدان کعبہ کے کیونکہ کعبہ واسطے زیارت اولیا اللہ کے جاتا ہے۔

نقل ہے کہ خواجہ بزرگؒ ستر سال تک رات کو نہیں سوئے تھے اور آپ کا پہلو زمین پر نہیں لگا تھا ایک دن زمین نے عرض کیا کہ اے خواجہ معین الدینؒ مجھ سے کیا خطا ہوئی کہ جو تم اپنی پشت مجھ پر نہیں رکھتے ہو اور مجھ کو اس سے مشرف نہیں فرماتے ہو۔ فرمایا کہ اے زمین تو پاک ہے اور میری پشت نجس ہے اس واسطے تجھ پر میں اپنی پشت نہیں رکھتا ہوں۔

سبع سنابل اور مونس الارواح میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ بزرگؒ وضو بغیر قضائے حاجت کے نہیں ٹوٹتے تھے اور ہمیشہ آنکھ بند کئے ہوئے مراقبہ میں رہتے تھے جس وقت آپ نظر کھولتے تھے تو جس آدمی پر آپ کی نظر پڑ جاتی تھی وہ شخص واصل باللہ ہو جاتا تھا اور جس فاسق پر آپ کی نظر پڑ جاتی تھی اسی وقت تائب ہو جاتا تھا۔

نقل ہے ایک روز خواجہ بزرگؒ نے فرمایا کہ جو کوئی میرا مرید یا میرے فرزندوں کا مرید ہوگا جب تک اس کو بہشت میں نہ لے جاؤں گا میں بہشت میں قدم نہ رکھوں گا۔ حاضرین نے عرض کیا کہ حضرت فرزندوں سے کیا مراد ہے فرمایا فرزندوں سے میرے خلفاء مراد ہیں۔ قیامت تک شجرۂ ارادت جس آدمی کا مجھ سے ملے گا اس کو امید نجات ہے کذافی سبع سنابل و مونس الارواح۔

کاتب الحروف کہتا ہے اس واسطے اس خاندان کو چشتیہ بہشتیہ کہتے ہیں اور سچ کہا ہے کسی نے جو یہ کہا ہے ؎

ہر کرا جاوید باید جنت الماویٰ بہشت	ہر زباں با صدق خواند شجرۂ پیران چشت
جس کو بھی بہشت بریں میں دائمی زندگی کی خواہش ہو	اسے انتہائی صدق دل سے مشائخ چشتیہ کا تذکرہ ورد زباں رکھنا چاہیے

نقل ہے کہ خواجہ بزرگؒ فرماتے تھے کہ میں ایک روز مکہ معظمہ میں مشغول بیٹھا ہوا تھا ہاتف غیب نے آواز دی۔ اے معین الدین ہم تجھ سے خوش ہوئے اور تیرے گھر والوں کو ہم نے بخش دیا۔ میں یہ خوشی لے کر خوش ہوا اور عرض کیا الٰہی اگرچہ غریب معین الدین کو تو نے بخشدیا لیکن میری ایک درخواست ہے اگر قبول ہو تو عرض کروں ہاتف نے جواب دیا ہاں کہ جو چاہتا ہے ہم سے مانگ تو ہمارا دوست ہے، میں عرض کیا کہ جو میرے مرید اور مریدوں کے مرید اور قیامت جو میرے سلسلے میں مرید ہوں گے ان کو بخش دے۔ پھر ہاتف نے آواز دی کہ جو شخص قیامت تک تیرے سلسلے میں مرید ہوں گے ہم نے ان کو بخش دیا۔ کذافی مونس الارواح و سبع سنابل۔

نقل ہے تعداد میں سات شخص کافر صاحب ریاضت ایسے تھے کہ چھٹے مہینے ایک لقمے سے افطار کیا کرتے تھے اور مخلوق بہت معتقد ان کی تھی۔ آگے کی ہونے والی خبریں سادیا کرتے وہ لوگ ایک روز حضرت خواجہؒ کے پاس آئے خواجہ بزرگؒ کی نظر پڑتے ہی ساتوں شخص خواجہ کے قدموں میں گر پڑے حضرت نے فرمایا اے بے دینو خدا کو دیکھتے ہو اور غیر خدا یعنی آگ کو پوجتے ہو۔ عرض کیا کہ ہم آگ سے ڈرتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ کل کے روز جب اس سے ہمارا کام پڑے گا تو یہ ہمارا لحاظ

رکھے گی اور ہم کو نہیں جلادے گی۔ خواجہ بزرگ نے فرمایا اگر تم خدا کو پوجو تو وہ تمہاری عزت رکھے گا اور آگ دوزخ میں نہیں جلاوے گی۔ ان کفار نے عرض کیا کہ تم جو خدا کو پوجتے ہو اگر تم کو آگ نہ جلاوے تو ہم صحیح سمجھیں۔ خواجہ نے فرمایا کہ آگ کو اتنی طاقت نہیں ہے جو ہمارے پاپوش کو بھی جلاوے ہم کو تو وہ جلا ہی نہیں سکتی۔ انھوں نے کہا کہ اگر ہم یہ بات دیکھ لیں تو ایمان لے آویں خواجہؒ نے اپنے نعلین مبارک کو آگ میں ڈال دیا اور کہا کہ آگ معین الدین کی پاپوش کو اچھی طرح سے نگاہ رکھ، بفور ڈالنے نعلین کے وہ آگ سرد ہوگئی اور غیب سے آواز آئی کہ آگ کی کیا طاقت ہے جو ہمارے دوست کی نعلین کو جلاوے۔ جب ان کافروں نے یہ حال دیکھا اسی وقت ایمان لے آئے اور خواجہ بزرگ کے مرید ہوئے اور خواجہ کی برکت سے وہ ساتوں ولی ہوگئے کذا فی مونس الارواح۔

نقل ہے کہ ایک روز خواجہ بزرگؒ سفر کرتے ہوئے کفرستان میں پہونچے کفار کو خبر ہوئی کہ چند مسلمان یہاں آئے ہوئے ہیں ایک جماعت کفار کی تلواریں نکالے ہوئے آپ کی ہلاکت کے ارادے سے آئی۔ جب خواجہ کی نگاہ ان پر پڑی سب کے سب فریاد کرتے لگے کہ اے خواجہ بزرگؒ ہم آپ کے غلام ہیں ہم پر رحم کیجیے ہم مسلمان ہوتے ہیں۔ حضرت خواجہ بزرگؒ نے ان سب کو کلمہ شریف تلقین کیا اور وہ مسلمان ہوگئے۔ ایسے ہی گروہ کے گروہ حضرت خواجہ کے ہاتھ پر ایمان لاتے تھے۔

دلیل العارفین میں خواجہ قطب الدین لکھتے ہیں کہ میرے پیر حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ میں سفر کرتا ہوا ایک شہر میں پہنچا جس کا نام یاد نہیں رہا اتنا یاد ہے کہ وہ جگہ سمرقند کے پاس تھی محلہ میں امام ابو اللیث سمرقندی کی یک شخص مسجد بنوا رہا تھا وہاں ایک دانشمند بھی کھڑا تھا وہ کہتا تھا کہ محراب ادھر بناؤ کعبہ اس طرف ہے۔ میں بھی حاضر تھا میں نے کہا کہ اس طرف کعبہ نہیں ہے بلکہ اس طرف ہے اور میں نے اس طرف کا اشارہ کیا۔ وہ دانشمند مجھ سے بحث

کرنے لگا جب بحث زیادہ ہوئی تو میں نے اس دانشمند اور صاحب مسجد کی گردن پکڑ کر دکھلا دیا کہ دیکھو یہ کعبہ موجود ہے اس کو مقابلہ کر لو محراب مسجد کا اس طرف بناؤ پھر ایسے ہی بنایا جیسا کہ میں نے دکھلا دیا تھا

غریب نوازؒ کی جانب سے حمید الدینؒ صوفی کو

سلطان التارکین کا لقب

اخبار الاخیار میں سیر العارفین میں و نیز جمع ملفوظات خواجگان چشت میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ خواجہ بزرگؒ اجمیر میں بیٹھے تھے اور آپ پر وقت خوش تھا اور زمانہ اجابت دعا کا تھا خواجہ نے فرمایا کہ اس وقت جو شخص جو چیز ہم سے مانگے گا وہ پائے گا کہ دروزہ قبولیت کا کھلا ہوا چنانچہ ایک شخص نے دین چاہا دوسرے نے دنیا مانگی خواجہ نے اپنا منہ اپنے خلیفہ اور امام خواجہ حمید الدین صوفی ناگوری کی طرف کر کے فرمایا کہ تم بھی جو چاہتے ہو مانگو انھوں نے عرض کیا کہ میں تو نہ دنیا مانگتا ہوں نہ دین بلکہ خدا کو آپ سے مانگتا ہوں ایک روایت میں ہے کہ خواجہ حمید الدین نے عرض کیا کہ بندہ کی کوئی خواہش نہیں ہے خواہش مولا کی ہے حضرت خواجہ نے فرمایا اَلتَّارِكُ مِنَ الدُّنْيَا وَالْفَارِغُ عَنِ الْعُقْبٰى الْوَاصِلُ بِالْمَوْلٰى سُلْطَانُ التَّارِكِيْنَ حَمِيْدُ الدِّيْنِ یعنی آپ نے فرمایا کہ تم سلطان التارکین ہو اس روز سے سلطان التارکین کے نام سے خواجہ حمید الدینؒ مشہور ہوئے۔ پھر خواجہ بزرگ نے توجہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی طرف کر کے فرمایا کہ تم کیا چاہتے ہو انھوں نے عرض کیا کہ میں بھی خدا چاہتا ہوں پس خواجہ بزرگؒ نے ان کے حق میں بھی دعا فرمائی۔ کذا فی سیر الاولیاء۔

نقل ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ شیخ حمید الدین صوفی ناگوری سلطان التارکینؒ کے حال پر نہایت شفقت اور توجہ فرماتے تھے ایک دن خواجہ بزرگ نے فرمایا کہ اے حمید الدین تمہاری اولاد اور میری اولاد ایک ہے چنانچہ ویسا ہی ہوا کہ اس زمانے سے اب تک رشتہ داری اور قرابت ان دونوں بزرگوں

کی اولاد میں جاری ہے۔ کذا فی مونس الارواح۔

نقل ہے کہ خواجہ حمید الدین صوفی سلطان التارکین خوب صورت بہت تھے اور آپ کا حسن و جمال ایسا تھا کہ جو کوئی آپ کو دیکھتا شیفتہ ہو جاتا۔ یہاں تک بہت سی عورتیں آپ کے عشق میں مبتلا ہو رہی تھیں۔ کہتے ہیں کہ ایک روز خواجہ حمید الدین صوفی ناگوریؒ حضرت خواجہ بزرگؒ کے سامنے ہو کر راستے سے نکلے۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ اے حمید الدین جیسے کہ خلق خدا تیرا حسن و جمال دیکھ کر عاشق ہوتی ہے گر تو میرے پاس آئے اور بیعت ہوئے تو خدا تجھ پر عاشق ہو جائے انھوں نے اسی وقت توبہ کی اور خواجہ بزرگؒ سے بیعت ہوئے تو درجہ سلطان التارکین کو پہنچے۔

فوائد الفوائد اور دیگر ملفوظات میں لکھا ہے کہ جب حضرت سلطان التارکین مرید ہونے کے بعد واپس ناگور میں گئے تو آپ کے پرانے دوستوں نے پھر آپ کو تکلیف دی فرمایا کہ اب میں نے اپنا ازار بند ایسا مضبوط باندھا ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ حوران بہشتی پر بھی نہیں کھولوں گا۔

دلیل العارفین میں لکھا ہے کہ خواجہ بزرگؒ فرماتے تھے کہ میں ایک دفعہ شیخ اوحد الدین کرمانیؒ کی رفاقت میں اور خواجہ عثمانؒ کے ہمرکاب سفر کرتا ہوا دمشق میں پہنچا وہاں بارہ ہزار انبیاء کے روضے ہیں اور دنیا کی حاجتیں روا ہوتی ہیں چنانچہ ہم نے بھی زیارت روضہ ہائے پیغمبران وہاں کے کی اور مشائخ سے ملاقات کی ایک دفعہ مسجد دمشق میں خواجہ عثمان ہارونیؒ اور شیخ اوحد الدین کرمانی اور میں پہنچے اور بھی لوگ موجود تھے منجملہ ان کے یک بزرگ تھے واصلان حق سے جن کا نام خلف محمد عارف تھا مع دیگر درویشوں کے وہ بھی بیٹھے تھے۔ حکایت یہ ہو رہی تھی کہ جو شخص کسی چیز کا دعویٰ کرے جب تک خلق میں اس کا اظہار نہ کرے جانا جاتا ہے کہ یہ مدعی جھوٹا ہے۔ الغرض ایک شخص محمد عارف سے بحث کرنے لگا محمد عارف نے کہا کہ قیامت کے روز درویشوں کو معذور رکھیں گے اور تونگروں سے حساب لیا جائے گا اور عذاب دیا جائے گا۔ اس مرد کو یہ کلام بہت ناگوار معلوم ہوا اور کہا کہ یہ بات کونسی

کتاب میں عکس ہے۔ محمد عارف کو کتاب کا نام یاد نہیں تھا تھوڑی دیر مراقبہ میں گیا اور
کہا کہ کشف المحجوب میں لکھا ہے اس مرد نے کہا کہ جب تک اس کتاب میں مجھ کو نہیں
دکھلاؤ صحیح نہیں سمجھا جا سکتا۔ محمد عارف نے سر او نچا کر کے عرض کیا کہ الٰہی تو اپنے
بندہ کو جس طرح سے دکھلاتا ہے دوسروں کو بھی دکھلادے۔ فی الفور فرشتوں کو
حکم ہوا کہ کتاب کشف المحجوب میں جہاں یہ عبارت لکھی ہے اس شخص کو دکھلادو۔

چنانچہ وہ شخص اٹھا اور اقرار کیا اور سر اپنا محمد عارف کے قدموں
میں رکھا اور کہا کہ یہ ہیں مردان خدا اس کے بعد ذکر اس بات کا شروع ہوا کہ حاضرین
میں سے ہر ایک شخص اپنے دل کا نور دکھلائے۔ فی الفور حضرت خواجہ عثمان ہارونی نے
اپنے مصلے کے نیچے ہاتھ ڈالا اور ایک مٹھی اشرفیوں کی نکالی اور ایک درویش
کو دی کہ جا اس کا حلوہ لا اور درویشوں کو کھلا۔ جب یہ کرامت خواجہ عثمان ہارونی نے
ظاہر کی تو شیخ اوحدالدین کرمانی ایک خشک لکڑی کے پاس بیٹھے تھے انھوں نے
اس لکڑی پر ہاتھ مارا کہ وہ لکڑی فی الفور سونے کی ہوگئی میں ان میں سے باقی رہا یعنی
خواجہ معین الدین چشتی سو میں بسبب ادب مرشد کے کچھ نہیں دکھلا سکا۔ جب خواجہ
عثمان ہارونی نے میری طرف دیکھ کر کہا کہ حاضر رہ۔ مرشد کی بات سنتے ہی ایک درویش
کو جو ہمارے میں بھوک لگ رہی تھی میں نے اپنے کمبل میں ہاتھ ڈال کر چار روٹی
جو کی نکالی اور دی۔ اس درویش اور محمد عارف نے کہا کہ جب تک درویش میں
اس قدر طاقت نہ ہو درویش نہیں کہلا سکتا۔

فوائد السالکین میں لکھا ہے کہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے
فرمایا کہ شیخ الاسلام خواجہ معین الدین چشتیؒ ہر سال اجمیر سے مکہ معظمہ میں جاتے تھے
جب آپ کی تکمیل پوری ہوگئی تب حاجی لوگ حج کے لئے جایا کرتے تھے
تو حضرت خواجہ کو طواف کرتے ہوئے خانہ کعبہ میں دیکھتے تھے اور خواجہ بزرگ رو
اپنے گھر میں بمقام اجمیر معتکف بیٹھے رہا کرتے آخر معلوم ہوا کہ خواجہ بزرگ ہر رات
خانہ کعبہ میں جاتے اور رات بھر وہاں رہ کر صبح کے وقت نماز کے پہلے اجمیر میں آکر جماعت

کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے۔

راحت القلوب میں لکھا ہے کہ شیخ فرید الدین گنج شکر نے فرمایا
کہ میرے پیر خواجہ قطب الدین فرماتے تھے کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی کا دستور
تھا کہ جو کوئی ہمسایہ آپ کا مر جاتا اس کے جنازہ کے ساتھ جاتے اور لوگوں کے چلے
آنے کے بعد اس کی قبر پر بیٹھتے اور جو کچھ امداد چاہیے وہ پوری کرتے پھر گھر کو آتے۔

چنانچہ آپ کا ایک ہمسایہ اجمیر میں فوت ہو گیا اس کے جنازہ کے
ساتھ گئے بعد دفن کرنے کے لوگ تو چلے آئے اور خواجہ اس کی قبر پر بیٹھے رہے تھوڑی
دیر بعد خواجہ بزرگ اٹھے اور رنگ آپ کے چہرے کا متغیر ہو گیا خواجہ قطب الدین
کہتے ہیں کہ میں خواجہ بزرگ کے پاس ہی تھا۔ میں نے دیکھا اور تھوڑی دیر بعد خواجہ
بیٹھے اور فرمایا الحمد للہ۔ بیعت نہایت عمدہ چیز ہے۔ خواجہ قطب الدین نے حضرت
سے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ تھا فرمایا کہ بعد دفن کرنے کے جب لوگ چلے آئے میں
بیٹھا رہا دیکھا کہ عذاب کے فرشتے آئے اور چاہا کہ اس کو عذاب کریں اس وقت روح
خواجہ عثمان ہارونی کی قبر میں آگئی یعنی حاضر ہوئی اور کہا کہ یہ شخص میرے مریدوں میں سے ہے فرشتوں
کو حکم آیا کہ کہہ دو عثمان ہارونی سے کہ یہ شخص تمہارے طریقے سے خلاف رہا ہے خواجہ
عثمان نے کہا کہ بیشک میرے خلاف طریقہ رہا ہے لیکن جبکہ اس نے اپنے کو مجھ سے
وابستہ کیا ہے تو میں نہیں دیکھ سکتا کہ اس کو عذاب دیا جائے حکم الٰہی آیا کہ اے
فرشتوں چھوڑ دو اس شخص کو میں نے خواجہ عثمان کے طفیل سے بخش دیا۔ ایسا ہی
لکھا ہے سیر الاولیا مراۃ الاسرار اور سیر العارفین شاہ حبیب اللہ قادری میں۔

راحت القلوب میں حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء
نے لکھا ہے کہ میرے پیر شیخ فرید الدین گنج شکر فرماتے تھے کہ میں جس وقت اجمیر
جاتا تھا مدت تک روضہ حضرت خواجہ معین الدین حسنؒ میں معتکف بیٹھا تھا عرفہ
ذی الحجہ کی رات کو میں وہیں رہا۔ اور دو رکعت نفل جو کتابوں میں مذکور ہیں میں نے
خواجہ بزرگؒ کے روضہ کے نزدیک ہی پڑھا۔ دونوں رکعت میں بعد فاتحہ کے

ایک سو مرتبہ آیۃ الکرسی پڑھی اس لئے کہ اس کا ثواب بہت ہے۔ یعنی ایک ہزار حج کے برابر ثواب ہے۔ بعد فراغت نفل کے تلاوت قرآن شریف میں مشغول ہو گیا قریب ایک شب تہائی کی گزری تھی کہ میں نے پندرہ سپارہ پڑھ لئے۔ سورہ کہف یا سورہ مریم مجھے یاد نہیں رہا ایک حرف مجھ سے ترک ہو گیا۔ اسی وقت قبر سے خواجہ بزرگ کے آواز آئی کہ پھر پڑھ یہ حرف تو نے چھوڑ دیا ہے۔ میں نے اس آیت کو دہرایا پھر آواز آئی کہ اب صحیح طور پر ہے۔ فرزند تجھ کو تیرے جیسا چاہیے ہوتا ہے۔ میں نے اپنے سر کو خواجہ کے روضہ کے پاؤں میں رکھا اور رونے لگا اور مناجات کی اور فکر کیا کہ مجھ کو نہیں معلوم ہے کہ میں بخشش یافتہ میں سے ہوں یا رانده ہوئے میں سے مثلاً اس کا خیال آتے ہی روضہ منورہ سے آواز آئی کہ مولانا فرید جو شخص یہ دو رکعت نفل کہ جو تو نے پڑھی ہے۔ شب عرفہ میں پڑھے گا۔ وہ بخشے ہوؤں میں سے ہے۔ اس روز سے مجھ کو معلوم ہوا کہ میں بھی کچھ ہوں اور دل کو تسلی ہوئی۔

مرات الاسرار میں لکھا ہے کہ جب حضرت خواجہ بزرگ کی کرامت اور خوارق عادات زیادہ مشہور ہوئی کفار جماعت در جماعت ہر طرف سے آتے تھے اور خواجہ بزرگ کے آستانہ پر اپنا سر نیاز و اعتقاد سے ملتے تھے اور خواجہ بزرگ کی نظر اس قول تعالیٰ پر تھی۔ یھدی اللہ من یشاء و یضل من یشاء موافق مشرب صوفیہ صافیہ کے حضرت خواجہ کسی کو دین کی دعوت اور مسلمان ہونے کی تلقین نہیں کرتے تھے جو کوئی خلوصاً خود بخود مسلمان ہو جاتا اس کو تلقین فرماتے تھے ورنہ کسی کے حال کے مزاحم نہیں ہوتے اور نہایت استغراق وحدت الوجود کے سبب ہر کسی کے ساتھ تواضع سے پیش آتے تھے اس سبب سے کافر مسلم اور خویش و بیگانہ ہر ایک مذہب کا آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر نیاز مندانہ ملتے تھے اور عقیدت سے فیض لے جاتے تھے۔

چنانچہ یہی طریقہ اب بھی جاری ہے کہ ہندو اور سب مذہب والے ولایت گرد و نواح اجمیر کے حضرت خواجہ کے عرس کے دنوں میں اور دیگر ایام میں مثلاً جمعرات وغیرہ کے دن تندنیا نہ کر روضہ منورہ میں حاضر ہوتے ہیں۔ و ر سر نیاز آستانہ فیض کاشانہ پر

رکھتے ہیں اور ان کے بہت سے ایسے مرید ہوئے ہیں جو صاحب ولایت ہوئے ہیں اور بادشاہی کرتے ہیں اور چہار دانگ ملک ہندوستان میں کوئی ایسا شہر اور قصبہ نہ ہوگا جس میں حضرت خواجہ کے مریدوں میں سے ایک بھی آسودہ نہ ہوگا اور لوگوں کو فیض نہ پہنچاتے ہوں اور بعضے لوگ جو دوسرے سلسلوں کے ہندوستان میں صاحب شہرت ہیں وہ بھی بدولت فیض باطنی جناب خواجہ کے تصرف کرتے ہیں۔

بعضے بطریق خرقہ خلافت اس سلسلے کے اور بعضے بسبب روحانیت فیض حضرت خواجہؒ ہی سے لئے ہیں۔ جیسا کہ احوال سالار مسعود غازی میں یہ حال لکھا ہے اور شیخ بدیع الدین شاہ مدارؒ کے احوال میں بھی لکھا ہے۔ اور بعد حضرت خواجہؒ کے طبقہ بہ طبقہ ہر ایک وقت میں مریدان اس سلسلے عالیہ چشتیہ سے سجادۂ باطنی حضرت خواجہ بزرگؒ کے بیٹھے ہیں اور چہار دانگ ہندوستان پر ان کا فیض جاری ہے اور تقرر اور موقوفی ولایت ظاہری اور باطنی ان کے قبضے میں چھوڑی جاتی ہے اور روح پرفتوح حضرت خواجہ بزرگؒ کی تا ہنوز ان پر سایہ فگن ہے۔ اس قسم کا کمال تصرف کہ جس کی حیات و ممات میں فرق نہ ہو دوسرے اولیاء اللہ میں کم پایا جاتا ہے مگر انشاء اللہ یہ تصرف کامل صاحب سجادۂ باطنی جناب خواجہ بزرگ میں قیامت تک موجود رہے گا۔ یہاں تک ختم ہوئی عبارت مرات الاسرار کی۔

کاتب الحروف کہتا ہے کہ اس عبارت مرات الاسرار سے معلوم ہوا کہ دوسرے سلسلے کے بزرگ بھی ہندوستان میں فیض اور عنایت خواجہ بزرگ کی سے تصرف ہوتا ہے۔ اس کی شرح یہ ہے کہ جب حضرت خواجہ بزرگ بحکم خداوندی اور ارشاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جو مالک ملک ہندوستان اور شہنشاہ اولیائے جہاں کے ہیں اور تمام بزرگان ہندوستان کے تابع ہیں۔ پس بحکم النَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِهِمْ کے ہر خاندان کا ولی جو اس ملک ہند میں جائے گیر حضرت خواجہ بزرگؒ کے حکم سے اور آپ کی متابعت سے تصرف کرتا ہے۔ جیسا کہ ذوق سماع و وجد و حالت سوائے خاندان چشتیہ کے دوسرے خاندانوں میں نہیں ہے۔ بلکہ حضرت محبوب سبحانی

عبدالقادر جیلانی نے سماع و سرود کو اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں مطلق حرام لکھا ہے
پس بزرگان سلسلہ قادریہ جو اس ملک ہندوستان میں رتبہ ذوق و شوق و وجد سماع
کو پہنچے ہیں۔ وہ بہ برکت خواجگان چشت اہل بہشت کے پہنچے ہیں۔

ایسے ہی سلسلہ نقشبندیہ وغیرہ کے بزرگ ہیں جو اس دولت عشق اور وجد
اور سماع سے بطفیل خواجگان چشت اہل بہشت کے سرشار ہوگئے ہیں ورنہ خاندان
نقشبندیہ وغیرہ میں سماع ممنوع ہے کہ شیخ بہاء الدین نقشبندی سماع کے بارے
میں فرماتے تھے کہ "نہ این کار میکنم نہ آں کار می کنم" (نہ میں یہ کام کرتا ہوں نہ وہ کام کرتا ہوں)
بلکہ سلسلہ نقشبندیہ دو گروہ کے ساتھ اس ملک ہندوستان میں مشہور ہے ایک
مجددیہ جو منسوب ہے حضرت شیخ احمد سرہندی الملقب مجدد الف ثانی سے
کہ تابعین ان کے بوجہ انکار سماع کے اس نعمت ذوق سے محروم ہیں۔

۲۔ دوسرا ابو العلایہ جو منسوب ہے حضرت میر سید ابو العلاء نقشبندی اکبرآبادی
سے۔ یہ بہت بڑے بزرگ ہوئے ہیں ان کے خاندان میں نعمت سماع اور
وجد ذوق و شوق کی موجود ہے۔

یہ فقیر کاتب الحروف اس خاندان کے اکثر بزرگوں سے ملا ہے اور ان
کی کیفیت ذوق و شوق کو ایسا خوب دیکھا ہے کہ جس کا بیان نہیں ہو سکتا۔ یہ
فیض حضرت خواجہ بزرگ کا ہے جو میر سید ابو العلا نقشبندی اکبرآبادی کو بحسب روحانیت
خواجہ بزرگ سے پہنچا ہے اور اجازت اور خلافت معاً جناب خواجہ سے ان کو ملی
ہے چنانچہ ایک ملفوظ میر ابو العلائی فقیر نے دیکھا ہے۔

نقل ہے کہ حضرت میر ابو العلا کے ایک مرید کو شوق غالب ہوا کہ عرس
شریف خواجہ بزرگ پر اجمیر جا کر زیارت روضہ منورہ سے مشرف ہوں میر ابو العلا
ہر چند اس کو منع کرتے رہے لیکن کچھ اثر نہیں ہوتا تھا مجبوراً سید ابو العلا صاحب

نے اس بجازت اجمیر شریف جانے کی دے دی اور یہ کہا کہ جیسے ہی تو روضہ مطہر کو حضرت خواجہ بزرگ پر پہنچے تو میری جانب سے بعد سلام کہہ کر حضرت خواجہ سے عرض کرنا کہ آپ کو دور دراز ملک سے مخلوق کو کھینچ کر بلانے میں آپ کو کیا فائدہ ہے جو اس قدر رنج اور تکلیف سفر میں لوگوں کو پہنچا کر اپنے تک بلاتے ہو۔

چنانچہ وہ شخص جب مزار پرنور خواجہ بزرگ پر پہنچکر درود وفاتحہ سے فارغ ہوا تو اس کے بعد اپنے پیر کا پیغام بھی عرض کردیا اسی شب کو زیارت خواجہ سے خواب میں مشرف ہوا۔ دیکھا کہ خواجہ فرماتے ہیں کہ ہماری طرف سے اپنے پیر کو سلام کہدینا اور کہنا کہ ہم کو مخلوق کو کھینچکر بلانے سے کچھ فائدہ نہیں ہے اور نہ ہم کسی کو بلاتے ہیں۔ خود بخود مخلوق چلی آتی ہے۔ جب تم سے تمہارا ایک مرید ہی ہمارے پاس آنے سے نہ رک سکا تو اس قدر مخلوق کیونکر باز رہ سکتی ہے اب کے سال تو تمہارا مرید ہی آیا ہے اور آئندہ سال تمہاری عورت اور تم خود آؤ گے۔ جس طرح ہو سکے روکنا۔ وہ شخص واپس اکبرآباد آگیا۔ اور مخدوم ابوالعلاء سے یہ سب ماجرا خواب کا بیان کیا۔

عرس خواجہ بزرگ کا وقت قریب آیا تو ابوالعلا صاحب کی بیوی کو شوق زیارت روضہ خواجہ بزرگ کا غالب ہوا اور سامان روانگی اجمیر کا کیا ان کے خاوند یعنی ابوالعلا صاحب نے بہت کچھ سمجھایا مگر سود مند نہ ہوا مجبور ہو کر ابوالعلاء صاحب بھی اپنی عورت کے ساتھ اجمیر کو روانہ ہو کر روضہ خواجہ بزرگ پر پہنچے دروازہ روضہ شریف کا جو بند تھا۔ خود بخود کھل گیا میر ابوالعلا مزار شریف پر پہنچے تو جناب خواجہ بزرگ مرقد مبارک سے نکل کر ابوالعلا صاحب سے ملے۔ اور ان کو سلسلہ چشتیہ میں بیعت کر کے خلافت عنایت فرمائی اور نعمت اس خاندان عالیہ سے بہرہ ور کر کے اجازت سماع کی بخشی اس روز سے اس سلسلہ ابوالعلائیہ میں درود اور سماع جاری ہے ایسا ہی حال بزرگان خاندان والاشان قادریہ کا ہے بہت سوں نے جناب خواجہ بزرگ اور ان کے غلاموں سے فیض حاصل کیا ہے اور

جو کوئی شخص اس بارگاہ والاجاہ سے منحرف ہوا ہے اس کی نعمت اور فیض سلب ہو گیا ہے۔ حضرت شیخ سعدیؒ نے صحیح کہا ہے ؎

بیت

عزیزیکہ از درگہش سر بتافت ۔ بہ ہر در کہ شد ہیچ عزت نیافت
اے عزیز جس شخص نے بھی اس کے در سے منہ پھیرا ۔ جس کسی دروازے پر گیا کوئی عزت نہیں ملی

فصل چہارم

ذکر کلمات قدسی وصفات

حضور غریب نواز خواجہ معین الدین چشتیؒ

حضرت سلطان التارکین خواجہ حمیدالدین صوفی ناگوری کے ملفوظ سرور الصدور میں لکھا ہے کہ حضرت سلطان التارکین فرماتے تھے میں نے بار بار یہ رباعی حضرت خواجہ بزرگ کی زبان مبارک سے سنی ہے۔

رباعی

ہاں اے دل گرم با دم سرد بساز ۔ با دیدۂ لعل و با رخ زرد بساز
ہاں اے دل میں اگر اس سرد صفت محبوب کیساتھ موافقت کروں ۔ گریہ مایہ اشک چشم اور رخ زرد کے ساتھ موافقت کروں
فریاد رسی چو نیست فریاد مکن ۔ درماں چو نمی بینی با درد بساز
اگر فریاد رسی سے کچھ حاصل نہیں ہوتا تو فریاد نہ کر ۔ جب کوئی علاج نہیں پاتا تو اس کے ساتھ موافقت کر

اسی میں لکھا ہے کہ یہ رباعی بھی آپ بہت فرمایا کرتے تھے۔

اے دل غم آں خور کہ فردا چہ شود	زیرا کہ ہمہ خوشی دراں پردہ شود
اے دل اس کا فکر کر کہ کل بروز شمار کیا ہو گا	اس لئے کہ تمام خوشی اسی حجاب کے پیچھے ہے
حکم کہ بکرد است خداوند جہاں	دانم چہ شود وگر نہ دانم چہ شود
خدائے جہاں نے جو فرمان صادر فرمایا ہے	اس سلسلے میں میرا جاننا اور نہ جاننا خلل نہیں دیتا

اور یہ بیت آنکھوں میں آنسوں بھر کے پڑھا کرتے تھے۔

او برسد قتل و من بروئش حیراں	کیں را بدن تیغیش چہ نکوئی آید
وہ میرے قتل کے درپے ہے اور میں اس کے چہرے پر حیران ہوں	اس کو تیغ چلانے میں نہ جانے کیا حاصل ہوتا ہے

کذا فی دلیل العارفین اور مرآت الاسرار اور دلیل العارفین اور مونس الارواح میں ہے کہ حضرت خواجہ اس بیت کو اکثر فرماتے تھے۔

خوب رویاں چوں پردہ بہ گیرند	عاشقاں پیش شاں چنیں میرند
یہ خوش جمال جہاں جب نقاب اٹھاتے ہیں	تو ان کے سامنے یہ عشاق اسی طرح مر جاتے ہیں

دلیل العارفین اور اخبار الاخیار، مرآت الاسرار، مونس الارواح اور تمام ملفوظات خواجگان چشت میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے خواجہ بزرگ کے ملفوظات جمع کئے ہیں وہ یہ ہیں

فرمان خواجہ غریب نواز

فرمایا۔ عاشق کا دل محبت کا آتش کدہ ہے جو کچھ اس میں گزرے جل جاوے اور ناچیز ہو جائے کیونکہ کوئی آگ محبت کی آگ سے برتر نہیں ہے۔ فرمایا کہ پانی جاری اور ندی نالوں سے تم سنتے ہو کہ شور کی آواز آتی ہے لیکن جب وہ پانی دریا میں مل جاتا ہے کوئی آواز نہیں آتی اور ساکن ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی جب طالب واصل حق ہو جاتا ہے تو جوش و خروش اس کا زائل ہو جاتا ہے۔

۲۔ فرمایا کہ۔ میں نے اپنے پیر و مرشد سے سنا ہے کہ خدائے تعالیٰ کے دنیا میں ایسے بھی دوست ہیں کہ اگر تھوڑی دیر بھی خدا سے وہ محجوب ہو جاویں تو وہ نابود

ہو جاویں۔

۳۔ فرمایا کہ میں نے اپنے پیر و مرشد یعنی خواجہ عثمان ہارونی سے سنا ہے کہ جس آدمی کے اندر یہ تین خصلتیں ہوں گی وہ اللہ کا دوست ہے۔ اول سخاوت مثل دریا کے، دوسری شفقت مثل آفتاب کے تیسری تواضع مثل زمین کے۔

۴۔ فرمایا۔ نیکوں کی صحبت نیک کام سے اچھی ہے اور بروں کی صحبت بدکام سے بُری ہے۔

۵۔ فرمایا۔ مرید توبہ میں اس وقت تک ثابت ہوتا ہے کہ بائیں طرف کا فرشتہ اس کا بیس سال تک کوئی گناہ اس کا نہ لکھے۔

۶۔ فرمایا۔ کہ میرے پیر و مرشد فرماتے تھے کہ مرد مستحق فقیر کہلانے کا اس وقت ہوتا ہے کہ اس سے عالم فانی میں کچھ باقی نہ رہے۔

۷۔ فرمایا کہ نشان محبت کا یہ ہے کہ پوری اطاعت کی جائے اور خوف اس بات کا ہے کہ مبادا محبوب ناخوش نہ ہو جاوے۔

۸۔ فرمایا کہ۔ عارفوں کا ایک مرتبہ ہے جب اس مرتبے پر پہونچتے ہیں تمام دنیا اور مافیہا کو اپنی دونوں انگلیوں کے بیچ میں دیکھتے ہیں۔ (یعنی استغراق میں جب اپنی حقیقت کو بھول کر عرفان میں ڈوب جاتا ہے۔)

۹۔ فرمایا کہ عارف وہ ہے کہ جو کچھ وہ چاہے وہ ہی موجود ہو اور جس سے بات کہے اس سے جواب سنے لیکن اس راہ میں عارف وہ نہیں ہے کہ بے خبری میں رہے فرمایا کہ میں برسوں اس کام پر رہا آخر سوائے ہیبت کے ہم کو نہ ملا۔

۱۰۔ فرمایا کمتر زیادہ رتبہ عارف کا یہ ہے کہ صفات حق کے ساتھ متصف ہو اور کمال درجہ عارف کا محبت میں یہ ہے کہ اگر اس پر کوئی دعوے سے آوے وہ اس کو قوت کرامت میں ملزم گردانے۔

۱۱۔ فرمایا کہ تم کو گناہ تمہارے اس قدر نقصان نہیں پہونچائیں گے جس قدر کہ خوار اور ذلیل کرنا کسی مسلمان کا تمکو مضر ہوگا۔

۱۲۔ فرمایا کہ اہل معرفت کی عبادت پاس انفاس ہے۔

۱۳۔ فرمایا کہ خدا کو پہچاننے کی علامت بھاگنا خلق سے ہے اور چپ رہنا معرفت میں۔

۱۴۔ فرمایا کہ جس وقت بندہ آئینہ دل کو زنگار دنیا سے محبت حق کے صیقل کے ساتھ پاک کرتا ہے اور ذکر خلق سے انس پکڑتا ہے اور ہستی غیر درمیان سے اٹھا دیتا ہے اس وقت اللہ تعالیٰ سے یگانہ ہو جاتا ہے اور اگر ایسا نہ کرے قسم ہے حق کی کہ وہ خدا تک نہیں پہنچتا۔

۱۵۔ فرمایا۔ عارف وہ ہے کہ جو کچھ اس کے دل میں ہووے ظاہر نہ کرے تاکہ یگانہ ہو جاوے جیسا کہ دوست یگانہ ہے۔

۱۶۔ فرمایا کہ بدبختی کی علامت یہ ہے کہ گناہ کرے اور امیدوار رہے کہ میں مقبول ہوں۔

۱۷۔ فرمایا کہ محبت والے ایک گروہ ہیں کہ ان میں اور خدائے تعالیٰ میں کوئی حجاب نہیں ہوتا۔

۱۸۔ فرمایا کہ علامت عارف یہ ہے کہ چپ رہے غمگین رہے۔

۱۹۔ فرمایا کہ جس کسی نے نعمت پائی ہے سخاوت سے پائی ہے۔

۲۰۔ فرمایا کہ درویشی یہ ہے کہ جو کوئی اس کے پاس کسی امید سے آوے وہ محروم نہ جاوے۔

۲۱۔ فرمایا کہ چار چیز گوہر نفس مردوں کے ہیں اول درویشی جو تونگری دکھلاوے دوسرے بھوکا جو سیری دکھلاوے تیسرے غمگین جو خوشی دکھلاوے۔ چوتھے وہ کہ دشمن سے دوستی کرے۔

۲۲۔ فرمایا کہ میرے پیر و مرشد فرماتے ہیں کہ مومن وہ آدمی ہے جو تین چیزوں کو دوست رکھے اول درویشی کو دوسرے بیماری کو تیسرے موت کو۔ جو کوئی ان تین چیزوں کو دوست رکھے اس کو فرشتے اور خدا تعالیٰ دوست رکھتے ہیں اور عوض اس کا بہشت ہے۔

۲۳۔ فرمایا کہ محبت کی راہ میں عارف وہ ہے جو اپنے دل کو دونوں جہان سے اٹھا لے۔

۲۴۔ فرمایا کہ دنیا میں سب سے پیارا کام یہ ہے کہ درویش درویش کے پاس بیٹھے اور بدترین چیز یہ ہے کہ درویش درویش سے جدا ہووے۔

۲۵۔ فرمایا کہ حقیقت میں متوکل وہ ہے کہ رنج اور محنت خلق کا خیال نہ کرے نہ کسی سے شکایت کرے اور نہ کسی سے حکایت۔

۲۶۔ فرمایا کہ عارف زیادہ خلق میں وہ ہے کہ متحیر ہووے زیادہ۔

۲۷۔ فرمایا کہ عارف کی علامت دوست رکھنا ہے موت کو اور چھوڑنا آرام کا اور انس پکڑنا ذکر حق سے۔

۲۸۔ فرمایا کہ عارف کی علامت صبح کو اٹھے تو رات کی بات اس کو یاد نہ رہے۔

۲۹۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ زندہ کرتا ہے اپنے محبوں کو اپنے انوار سے۔ یہی روایت ہے۔

۳۰۔ فرمایا کہ محبت والے وہ لوگ ہیں کہ بے واسطے کی بات دوست کی سنتے ہیں۔

۳۱۔ فرمایا کہ علم ایک دریا ہے محیط اور معرفت ایک ندی ہے اس دریائے محیط سے پس خدا تعالیٰ کہاں اور بندہ کہاں علم خدا کا ہے اور معرفت بندہ کو۔

۳۲۔ فرمایا کہ فاضل ترین اوقات یہ ہے کہ وسوسہ جس وقت دل میں نہ اٹھے۔

۳۳۔ فرمایا کہ عارف لوگ مثل آفتاب کے ہیں کہ تمام جہان میں ان کی روشنی رہتی ہے۔

۳۴۔ فرمایا کہ آدمی منزل گاہ قرب میں نزدیک ہی نہیں ہو سکتا مگر فرماں برداری سے نماز میں کیونکہ یہ نماز مومنوں کیلئے معراج ہے۔

۳۵۔ فرمایا کہ نماز ایک بھید ہے کہ بندہ اپنے پروردگار سے کہتا ہے اور بھید کہنے میں وہ ہی قرب پاتا ہے کہ جو لائق اس بھید کے ہے اور بھید نہیں کہا جاتا مگر نماز میں

۳۶۔ فرمایا کہ ایک مدت تک خانہ کعبہ کا طواف میں نے کیا جب میں حق پہنچ گیا تو کعبہ میرا طواف کرتا ہے۔

۳۷۔ فرمایا کہ جب حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش واقع ہوئی تمام چیزیں آدم پر روئیں مگر چاندی اور سونا نہیں روئے فرمان حق ہوا کہ تم کیوں نہیں روئے انھوں نے

عرض کیا الٰہی جو شخص تیرا نافرمان ہو اس پر ہم کیسے روئیں، خدا کا حکم ہوا ہمکو اپنے عزت و جلال کی قسم کہ تمہاری قیمت کو اور جو کچھ تم سے بنایا جائے اس کو فرزندان آدمؑ کے ہاتھ پر ظاہر کر دوں گا اور ان کو تمہارا خادم بنا دوں گا۔

۳۸۔ فرمایا کہ حاجی لوگ جسم سے طواف کعبہ کرتے ہیں اور بہشت مانگتے ہیں اور عارف لوگ دل کے ساتھ گرد عرش کے اور حجاب عظمت کے پھرتے ہیں اور بقا چاہتے ہیں کذا فی سیر الاولیاء و مراٰت الاسرار وغیرہ

۳۹۔ فرمایا کہ کتاب ریاحین میں لکھا دیکھا ہے کہ ایک وقت حضرت رسول علیہ السلام ایک جماعت پر گزرے کہ وہ ہنس رہی تھی آنحضرتؐ نے ان پر سلام کیا انھوں نے جواب سلام کا دیا اور روئے ادب زمین پر رکھا۔ حضرت نے فرمایا کہ لوگو کیا تم قبر سے گزر چکے ہو عرض کیا نہیں، فرمایا کہ کیا حساب دے چکے ہو اور دوزخ سے گذر چکے ہو عرض کیا کہ نہیں، فرمایا کہ بس تم کو کس بات پر ہنسی آرہی ہے، اس کے بعد اس جماعت کو کبھی ہنستے ہوئے نہیں دیکھا۔

۴۰۔ فرمایا کہ عارف اس کو کہتے ہیں کہ اگر عالم غیب سے روزمرہ ایک لاکھ اور دو لاکھ انوار تجلی اس پر وارد ہوں اور ایک زماں میں ایک لاکھ حال اس پر وارد ہوں تو ذرہ بھی ظاہر نہ کرے۔

۴۱۔ فرمایا کہ عارف وہ ہے کہ تمام علوم سے واقف ہو اور عقل سے ایک لاکھ معنی بیان کرے اور تمام وقت دریائے معانی میں تیرتا رہے تاکہ ایک دروازہ اسرار انوار الٰہی کا باہر لائے اور جوہر بیان پر کہنے والوں کے ظاہر کرے جب اس کو پسند کرلیں تب کہا جائے کہ یہ شخص عارف ہے۔

۴۲۔ فرمایا کہ محبت والوں کی توبہ تین قسم کی ہے۔ اول ندامت، دوسرے ترک معاملات تیسرے پاک ہونا مکالمت سے۔

۴۳۔ فرمایا کہ اللہ کے دوست تین صفت کے ساتھ قائم ہیں اول قوت صائم دوسرے نماز دائم، تیسرے ذکر قائم۔

۴۴۔ فرمایا کہ محبت میں عارف وہ شخص ہے کہ کسی چیز میں اس کو خود نمائی نہ ہو کیونکہ تسلیم اور دعویٰ ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔

۴۵۔ فرمایا کہ ہم سانپ کی طرح سے کینچلی سے باہر آئے اور دیکھا تو عشق اور عاشق اور معشوق ایک ہی ہے یعنی عالم توحید میں سب کو ایک دیکھنا چاہیے۔

۴۶۔ فرمایا کہ جب درویش کو لذت طاعت کی پیدا ہو جاتی ہے تو وہ حلاوت ہی اس کے واسطے حجاب ہو جاتا ہے۔

۴۷۔ فرمایا کہ درجہ عارف کا وہ ہے کہ عجب طاعت اور اس کی حلاوت سے توبہ کرے۔

۴۸۔ فرمایا کہ میں جب حضرت حق تعالیٰ میں پہنچا تو کوئی تکلیف نہ تھی تمام راحت میں نے پائی۔

۴۹۔ فرمایا کہ ہم نے اہل دنیا کو دیکھا تو ان کو دنیا میں مشغول پایا اور جب اہل عقبیٰ پر نظر کی تو ان کو آخرت کے بند میں پایا اور محجوب مطلق اور مدعیان اور اہل تقوی اور اہل تصوف کو اس کی قید میں دیکھا اور ایک قوم کو کھانے پینے اور رقص میں پایا اور جو لوگ کہ مقدم اور پیش رو اور سپہ سالار تھے وہ حیرت کی جنگ میں گم ہو گئے اور دریائے عشق میں غرق ہوئے دیکھے۔

۵۰۔ فرمایا کہ محبت میں سچا وہ شخص ہے کہ جو کوئی بلا اس پر پہنچے تو اس کو بخوشی خاطر قبول کرے۔

۵۱۔ فرمایا کہ میں نے آثار الاولیا میں لکھا دیکھا ہے ایک مرتبہ رابعہ بصریؒ اور حسن بصریؒ اور شفیق بلخی اور مالک دینار ایک جگہ بیٹھے تھے اور باتیں سچائی کی اور مولیٰ کی ہو رہی تھی ہر ایک ان میں سے سخن کہتا تھا۔ جب باری رابعہ بصریؒ کی آئی تو انھوں نے کہا کہ محبت مولیٰ میں سچا وہ ہے کہ جب اس کو کوئی درد یا رنج پہنچے تو مشاہدہ دوست میں اس درد کو بھول جائے۔

۵۲۔ فرمایا کہ میں ایک مرتبہ ایک بزرگ صاحب حال اور مقامات کے ساتھ

ایک قبر پر بیٹھا تھا قبر والے کو عذاب کیا جا رہا تھا اس بزرگ نے جب یہ حال دیکھا نعرہ مارا اور جان دیدی ایک گھڑی بھی نہ گزری تھی کہ تمام جسم اس کا پانی ہو کر بہہ گیا اور ناپید ہو گیا۔

۵۲۔ فرمایا اے عزیزو اگر حال قبر میں سوئے ہوؤں کا جو سانپ اور چیونٹیوں کی قید میں گرفتار ہیں ذرا سا بھی تم دیکھ لو تو اس کی ہیبت سے مثل نمک کے گل جاؤ۔

آپ سے یعنی خواجہ بزرگ سے لوگوں نے پوچھا کہ بقار کیا ہے۔ فرمایا کہ بقا عین حق ہے اور بس۔ پوچھا کہ تجرید کیا ہے۔ فرمایا کہ غیر سے کاٹنا اور دوست سے ملنا۔ یہ سب بیان کتاب سیر الاولیاء اور مرات الاسرار ور دلیل العارفین اور اخبار الاخیار سے لکھا گیا ہے۔

نقل ہے کہ ایک دن خواجہ بزرگ تلو بٹیلی اجمیر پر بیٹھے ہوئے تھے ایک درویش نے خواجہ سے پوچھا کہ تارک دنیا کس کو کہتے ہیں اور تارک کو کتنی چیزیں ترک کرنا چاہئے فرمایا کہ شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں تارک اس کو کہتے ہیں کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وہ بجا لاوے اور جس کو منع کیا ہے اس کو نہ کرے اور باز رہے پس ایسے شخص کو اگر تارک دنیا کہا جاوے تو روا ہے۔ لیکن طریقت میں نو چیزیں ہیں اگر ان کو نہ کرے تو ان کو تارک نہیں کہا جاتا۔ اس درویش نے عرض کیا کہ وہ نو چیزیں کیا ہیں بیان فرمائیے۔ خواجہ بزرگ نے اپنا منہ حضرت سلطان التارکین حمید الدین صوفی سعیدی سوالی ناگوری فاروقی کی طرف کرکے (آپ کے خلیفہ اعظم اور پیش امام خواجہ تھے) فرمایا کہ اے حمید الدین تم اس درویش کو وہ نو باتیں بیان کرو اور لکھ دو تاکہ یہ شخص دوسرے لوگوں کو دکھلائے اور اس سے بہت مسلمانوں کو نفع ہووے۔ اس کے بعد حضرت مخدوم العالم قطب مدار شیخ حمید الدین صوفی سلطان التارکین نے فرمایا کہ اے برادر تارک کو چاہئے کہ :۔

۱۔ اوّل۔ کسب نہ کرے۔

۲۔ دوسرے۔ کسی سے قرض نہ لے

۳ تیسرے۔ اگر سات روز کا بھوکا ہو تب بھی اپنا پردہ کسی پر نہ کھولے اور کسی سے کچھ نہ مانگے۔

۴ چوتھے۔ اگر بہت سا کھانا یا نقد یا غلّہ یا جنس اس کو ملے تو دوسرے دن کے واسطے نہ بچا رکھے۔

۵ پانچویں۔ کسی کے لئے بددعا نہ کرے اگر کوئی شخص اس کو زیادہ ستا دے تو بھی کہے کہ الہٰی اس شخص کو راہ راست کی ہدایت کر۔

۶ چھٹے۔ اگر اس کے ہاتھ سے کوئی نیک کام بن جائے تو اپنے پیر کی شفقت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اور خدا کی رحمت سے جانے۔

۷ ساتویں۔ اگر برا کام اس سے بن آوے تو شومئ نفس سے سمجھے اور اپنے کو برے کاموں سے بچاوے اور خدا تعالیٰ سے ڈرے تاکہ دوسری مرتبہ وہ کام اس سے نہ ہووے۔

۸ آٹھویں۔ جب کسی مقام پر پہنچے تو دن کو روزے رکھے اور رات کو قیام کرے۔

۹ نویں۔ بہت چپ رہے جب ضرورت پڑے بات کہے جیسے شریعت میں آیا ہے کہ سخن کہنا حرام ہے اور چپ رہنا حلال ہے۔ پس وہ بات کہے جس میں خوشنودی حق تعالیٰ کی ہووے۔ انتہیٰ۔

۵۴ فرمایا خواجہ بزرگ نے کہ درویش کو ایسی طاقت باطنی چاہیے کہ اگر کوئی سننے والا حکایت اولیا میں نقص کرے اس کو وہ دکھلاوے تاکہ اس کو اپنی قوت و کرامت سے ملزم گردانے۔

۵۵ فرمایا کہ میں بعد بیعت کے اپنے مرشد کی خدمت میں متواتر بیس برس رہا ان کی خدمت کرنے سے ایک دن بھی غافل نہ تھا اور اپنے نفس کی آسودگی نہ دیتا تھا نہ دن کو دن جانتا نہ رات کو رات سمجھتا۔ جہاں میرے پیر جاتے تھے میں ان کے ساتھ حضرت کے بستر سونے کے اور توشۂ راہ سر پر لئے چلتا تھا۔ جب حضرت پیر نے میری خدمت ایسی دیکھی تو خوش ہو کر مجھ کو وہ ایسی نعمت دی کہ جس کی حد اور انتہا نہیں ہے اس وقت

خواجہ بزرگ نے فرمایا کہ جس نے پایا خدمت سے پایا۔

پس مرد کو چاہیئے کہ ذرہ بھر مرشد کے حکم سے تجاوز نہ کرے جو کچھ پیر نماز روزہ نفل درود وظیفے کے لئے فرماوے پوری اطاعت اور فرماں برداری اس کی کرے تب اس مقام کو پہونچے کہ پیر مشاطہ مرید کا ہے کیونکہ پیر جو کچھ مرید کو ترغیب دے گا اس کی کمالیت کے واسطے ہوگا۔

۵۶ فرمایا کہ گروہ عارفاں سے اہل فضل ہیں کہ وہ لوگ محبت دوست میں مستغرق ہیں وہ اپنی شرح میں لکھتے ہیں کہ جب آدمی باطہارت سو وے تو اس کی جان کو اونچی لے جاکر زیر عرش پہنچاتے ہیں حکم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کو سجدہ کر۔ آخر پچھلی رات تک وہاں رہتا ہے یعنی سجدہ میں پڑا رہتا ہے۔ اس کے بعد حکم ہوتا ہے کہ نور کا خلعت اس کو پہناؤ اور اس کو پھیر دو کہ یہ باطہارت سویا تھا اور جو بے طہارت سویا ہو تو پہلے آسمان سے ہی اس کی جان کو واپس پھیرتے ہیں کہ یہ جان لایق اس درگاہ کے نہیں ہے کہ اونچی جائے اور سجدہ کرے۔

۵۷ فرمایا کہ عارف تمام وقت ولولۂ عشق میں ہے اور پیدائش قدرت میں متحیر اگر کھڑا ہے تو دولت کے وہم میں کھڑا ہے اور بیٹھا ہے تو دولت کے ذکر میں اور بیٹھا ہے تو تماشائے قدرت میں اگر سوتا ہے تو خیال دوست میں اگر جاگتا ہے تو گرد حجاب عظمت دوست میں اور طواف میں۔

۵۸ فرمایا کہ عاشق جب نماز صبح کی پڑھتا ہے جائے نماز پر قرار پکڑتا ہے یہاں تک کہ آفتاب نکلے مقصد اس کا یہ ہوتا کہ دوست کی نظر میں قبول اور انوار تجلی دمبدم دل اور سر پر نازل ہو۔

۵۹ فرمایا کہ علامت عارف کی یہ ہے کہ عارف تمام وقت تبسم میں رہتا ہے اور جس وقت کہ عارف تبسم کرتا ہے عالم ملکوت میں درمیان مقرباں درگاہ کے پڑتا ہے۔ پس جو کچھ اس سے ظاہر ہوتا ہے اس کو دیکھ کر یہ تبسم کرتا ہے۔ اس وقت فرمایا کہ عارف میں ایک حال ہے جس وقت کہ وہ حال پیدا ہوتا ہے ایک قدم مارنے میں عرش سے حجاب عظمت تک پہنچتے ہیں اور دوسرا قدم مارنے میں اپنے مقام پر واپس آتے ہیں اسوقت خواجہ چشم پر آب کر کے

اور روئے۔

۶۰ فرمایا کہ کثرت درجہ عارف کا ایک یہ ہے کہ جو ذکر کیا گیا مگر وہ لوگ کہ کامل ہیں خدا جانے ان کا درجہ کہاں تک ہے اور کہاں تک پہونچتے ہیں اور کہاں سے لئے آتے ہیں۔

۶۱ فرمایا کہ اول درجہ چلنے والوں کا راہ شریعت ہے جب آدمی شریعت پر ثابت قدم ہو جاتا ہے اور ذرا تجاوز شریعت سے نہیں کرتا ہے اس جگہ سے آگے۔

دوسرا درجہ ہے جس کا نام طریقت ہے۔ جب اس درجہ میں بموجب احکام طریقت کے مضبوط ہو جاتا ہے اور اس سے بھی ذرہ بھر تجاوز اور تفاوت نہیں کرتا ہے تو اس کے آگے تیسرے درجہ کو پہونچتا ہے۔

جس کا نام معرفت ہے پس جبکہ معنی کو پہنچے گا اس جگہ تمام شناخت اور آشنائی ہے اور جس جگہ آشنائی آوے حقیقتاً وہاں روشنائی پیدا ہو جاتی ہے۔ پس جب اس درجہ میں ثابت قدم ہو گیا تو چوتھے رتبے کو پہنچتا ہے۔ جس کا نام حقیقت ہے۔ اس درجہ میں ثابت قدم ہونے کے بعد جو مانگتا ہے پاتا ہے۔

۶۲ فرمایا کہ ایک بزرگ سے میں نے سنا ہے کہ عارف وہ ہے کہ دو جہان سے فرد ہو جاوے پس مقام فردانیت میں پہونچتا ہے کیونکہ اس راہ میں وہ آگے چلتا ہے جو تمام سے یگانہ ہو جاتا ہے اور جب وہ ہوتا ہے کہ تمام علایق دنیا سے بیزار ہو جائے۔

۶۳ فرمایا کہ نماز ایک امانت ہے پروردگار عالم سے بندوں پر واجب ہے کہ اس امانت کو ایسا نگاہ رکھیں اور اس کا حق ایسا ادا کریں کہ کوئی خیانت اس میں ظاہر نہ ہو۔

۶۴ فرمایا کہ شیخ اوحد احمد غزنوی سے کہ جو قریب ملک شام کے ایک قلعہ میں

معتکف تھے۔ میں نے سنا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ خدا کا خوف دل میں ہو وے اس سے خوف کھاوے۔

۶۵ فرمایا کہ افسوس اس پر کہ فردائے قیامت جناب رسول علیہ السلام میں شرمندہ ہے پس اسکو کونسی جگہ ہوگی اور جبکہ آنحضرتؐ سے شرمندہ ہوگا تو پھر کس کے آگے جاوے گا۔

۶۶ فرمایا کہ عجب مسلمان ہیں وہ لوگ کہ خداوند تعالیٰ کی بندگی کرنے میں تقصیر کرتے ہیں۔

۶۷ فرمایا کہ میں نے اپنے استاد مولانا حسام الدین بخاری سے یہ حدیث پڑھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ **من اکبر الکبائر الجمع بین الصلوتین** یعنی سب بڑے گناہوں میں سے بڑا گناہ یہ ہے کہ آدمی فرض نماز میں یہاں تک ڈھیل کرے کہ نماز کا وقت گزر جائے پھر دونوں وقت کی نماز ایک وقت میں گذارے۔

۶۸ فرمایا کہ میں نے اپنے پیر سے سنا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ کیا تم کو منافقوں کی نماز بیان کروں صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ فرمائیے۔ کہا کہ جو کوئی ڈھیل کرے عصر کی نماز میں آفتاب کے غروب ہونے تک کہ وہ وقت گنہگاری کا ہے وہ گنہگار ہوتا ہے اور وقت عصر کا یہ ہے کہ رنگ آفتاب کا نہ پھرا ہو اور زرد نہ ہوا ہو جائے، اور گرمی میں یہی حکم ہے۔

۶۹ فرمایا کہ جو شخص بھوکے آدمی کو پیٹ بھر کر کھانا کھلاوے اللہ تعالیٰ درمیان اس کے اور دوزخ کے سات حجاب کر دیتا ہے اور ہر ایک حجاب پانچسو برس کا رستہ ہوگا۔

۷۰ فرمایا کہ جو کوئی جھوٹی قسم کھاوے گویا اس نے اپنا گھر بار برباد کر دیا اور خیر و برکت اس سے اٹھالی جاتی ہے۔

۷۱ فرمایا کہ ہنسی یعنی قہقہہ روا نہیں ہے بلکہ گناہ کبیرہ میں داخل ہے اور قبرستان

میں ہنسی قہقہہ کی روا نہیں ہے۔

۱ ﴾ فرمایا کہ ایک گناہ کبیرہ سے یہ ہے کہ قبرستان میں کھانا کھادیں یا پانی پیویں ہوائے نفس کے ساتھ یعنی عمداً اور قصداً پس وہ ملعون ہے اور منافق کیونکہ وہ جگہ عبرت کی ہے نہ جگہ شہوت کی۔

۲ ﴾ فرمایا کہ مرتبہ سوم میں اہل سلوک نے اس کو بھی گناہ کبیرہ لکھا ہے کہ کوئی آدمی اپنے بھائی مسلمان کو بلا وجہ ستائے اور کلام اللہ میں اس کے بارے میں یہ آیت آئی ہے۔ والذین یوذون المومنین والمومنات بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بھتانا و اثما مبینا ط

۳ ﴾ فرمایا کہ مرتبہ چہارم میں اہل سلوک کہتے ہیں گناہ کبیرہ یہ ہے کہ آدمی نام اللہ کا سنے یا کلام اللہ سنے اور اس کا دل نرم نہ ہووے اور اللہ تعالیٰ کی ہیبت سے اس کا اعتقاد زیادہ نہ ہوے بلکہ شدہ اور لہو اور کھیل میں مشغول ہوے۔ یہ علامت منافقوں کی ہے۔ پس مومن کو چاہئے کہ اللہ کا نام سننے سے اور کلام اللہ سننے سے دل اس کا نرم ہو جاوے اور ہیبت نام خدا سے اس کا اعتقاد زیادہ ہو۔

۴ ﴾ فرمایا کہ پانچ چیزوں کا دیکھنا عبادت ہے۔

اوّل ماں باپ کا منہ دیکھنا
دوسرے مرشد کا منہ دیکھنا
تیسرے قرآن شریف کا دیکھنا
چوتھے خانہ کعبہ کا دیکھنا
پانچویں علماء کو دیکھنا

۵ ﴾ فرمایا معرفت المسلمین شیخ خواجہ عثمان ہارونی کی قلم سے میں نے لکھا ہوا دیکھا ہے کہ جو کوئی ایک روز اپنے پیر کی خدمت ایسی کرے جو خدمت کا حق ہے اللہ تعالیٰ اس کو ہزار محل جنت میں دے گا، اور ہزار نیکی اس کے نامۂ اعمال میں لکھے گا اور ہزار حور بخشے گا اور قیامت کے دن بے حساب بہشت میں جاوے گا اور ثواب ہزار سال

عبادت کا اس کے نامہ اعمال میں لکھے گا۔

۷۶ فرمایا کہ مرید کو چاہئے کہ جو کچھ مرشد کے زبان سے سنے اپنا کان اس کے متعلق رکھے اور جو ذکر نماز یا روزہ یا اس کے متعلق علاوہ نیکی کا سنے اس کو اپنی قدرت کے بموجب عمل کرے اور ہمیشہ پیر کی خدمت میں رہے۔

۷۷ فرمایا کہ قیامت کے دن اولیا اور مشائخ اور درویش صادق کمبل اوڑھے ہوئے اٹھیں گے اور ہر ایک کمبل میں ایک لاکھ تار سے زیادہ ہوں گے پس ان درویشوں کے مرید اور اولاد ہر ایک ریت کمبل کے لپٹیں گے اور پلہ پکڑے ہوتے کھڑے رہیں گے جب خلق حشر سے فارغ ہوگی اللہ تعالیٰ ان کو طاقت دے گا کہ پل صراط پر پہونچیں اور اس کمبل کے پکڑنے والے سب کے سب پل صراط سے گزر کر بہشت کے دروازے پر پہونچیں گے اور فرشتگان مقربین میں سے کسی کی یہ طاقت نہ ہوسکے گی جو کہیں کہ تم کیسے یہاں پہونچ گئے۔

۷۸ فرمایا کہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ جو اللہ کی قدرت میں نہ ہو مگر چاہئے کہ اس کی عبادت میں کسی قسم کی تقصیر نہ کرے۔

۷۹ فرمایا جو آدمی چاہے کہ قیامت کے عذابوں سے بے خوف ہو جائے اس کو چاہئے کہ وہ بندگی کرے جو اس سے برتر کوئی عبادت نہ ہووے۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے عرض کیا کہ یا حضرت ایسی کونسی عبادت ہے فرمایا کہ عاجزوں کی مدد کرنا اور بیچاروں کی حاجت روا کرنا اور بھوکوں کو کھانا کھلانا کوئی عمل اللہ کے نزدیک اس سے بہتر نہیں ہے۔

۸۰ فرمایا کہ مشائخ کبار کے اوراد میں میں نے لکھا دیکھا ہے کہ سورہ فاتحہ حاجات برآنے کے لئے بہت زیادہ پڑھنا چاہیے جس کسی کو کوئی مہم یا مشکل پیش آوے سورہ فاتحہ کو اسی طرح پڑھے یعنی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ رب العالمین یعنی رحیم کی میم کو الحمد کے لام میں ملاوے اور ختم فاتحہ پر لفظ آمین کو تین مرتبہ پڑھے اللہ تعالیٰ تمام مہم اور مشکل اس کی آسان کر دے گا۔

۸۱ فرمایا کہ سورہ فاتحہ سب دردوں کے لئے دوا ہے اور شفا۔ جو کوئی اس سورہ کو بسم اللہ کے ساتھ پڑھ کر بیمار پر دم کرے حق تعالیٰ اس کو شفا بخشے اس سورہ کی برکت سے اس کے بعد فرمایا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ الفاتحہ شفاء لکل داء۔ یعنی سورہ فاتحہ دوا ہے ہر بیماری کے واسطے۔

۸۲ فرمایا حق تعالیٰ نے تمام سورتوں کا ایک ایک نام مقرر کیا ہے مگر سورہ فاتحہ کے سات نام رکھے ہیں۔

اوّل فاتحہ
دوسرے سبع المثانی
تیسرے ام الکتاب
چوتھے ام القرآن
پانچویں سورہ معرفت
چھٹے سورہ الرحمت
ساتویں سورۃ المیثاق

۸۳ فرمایا کہ ایک دفعہ میں اپنے پیر کے ساتھ سفر میں تھا دریائے دجلہ کے کنارے پر ہم پہونچے وہاں کشتی نہیں تھی جس سے عبور کرتے۔ جب ہم نزدیک پہونچے حضرت مرشد نے فرمایا کہ آنکھ بند کر لے میں نے بند کر لی پھر فرمایا کھول دے۔ آنکھ جب کھولی تو دوسرے کنارے پر اپنے کو اور مرشد کو پایا۔ مجھے تعجب ہوا۔ جب ہم منزل پر پہونچے تو میں نے حضرت پیر سے عرض کیا کہ یا حضرت ہم کس طرح سے اس کنارہ دجلہ سے دوسرے کنارہ دجلہ پر پہنچ گئے۔ فرمایا کہ پانچ دفعہ میں نے سورہ فاتحہ پڑھی اور پانی کے پار تر گئے پس جو کوئی کسی مہم کے واسطے سورہ فاتحہ صدق دل سے پڑھے گا اور اس کی وہ حاجت پوری نہ ہو تو قیامت کے دن وہ شخص مرا دامن پکڑ لے۔

۸۴ فرمایا کہ سلوک کے بعض مشائخ نے ایک سو درجہ رکھے ہیں ان میں سے سترہواں درجہ کشف اور کرامت کا ہے پس جو کوئی اس سترہویں درجہ پر پہنچ کر اپنے

آپ کو ظاہر کرے وہ تحقیق تمامی رتبوں کو نہیں پہونچے۔ پس سالک کو چاہئے کہ جب تک پورے ایک سو مرتبہ طے نہ کرلے اپنے کو ظاہر نہ کرے۔

۸۵ فرمایا کہ ہمارے خانوادہ چشت میں پندرہ ہی درجہ سلوک کے رکھے گئے ہیں۔ ان میں سے پانچویں مرتبہ میں کشف وکرامت ہے۔ پس ہمارے خواجگان چشت فرماتے ہیں کہ جب تک پندرہ درجہ طے نہ کرلے اپنے کو ظاہر نہ کرے تاکہ کامل ہوجاوے۔

۸۶ فرمایا کہ ایک دفعہ لوگوں نے خواجہ جنیدؒ بغدادی سے پوچھا کہ آپ دیدار خدا کیوں نہیں مانگتے اگر مانگو تو ضرور ملے جواب دیا کہ اس سبب سے میں دیدار نہیں مانگتا ہوں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیدار خدا کا چاہا اور سوال کیا مگر نہیں پایا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے رویت الٰہی نہیں مانگی اور بغیر چاہنے کے حاصل ہوئی پس بندہ کو خواہش ظاہر کرنے سے کیا مطلب۔ جب لائق اہلیت دیدار کے ہوگا خود بخود حجاب اٹھالے گا اور تجلی ہوجائے گی مجھ کو کیا حاجت۔ جو درخواست کروں۔

۸۷ فرمایا چنانچہ چیونٹی نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو طعنہ دیا کہ اے سلیمانؑ اگر تم صابر ہوتے اور جلدی نہ کرتے اور دیووں کی خواہش نہ کرتے تو فرشتے تمہارے فرمان میں ہوتے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے درخواست نہیں کی تو جو کچھ مملکت خداوندی تھی وہ سب ان کے تصرف میں کردی اور جیسے کہ دیو آپ کے فرماں بردار ہیں فرشتے ان کے فرماں بردار ہوں گے۔

۸۸ فرمایا کہ جب عارف کامل کو حال ہوتا ہے ایک لاکھ مقام سے باہر آتا ہے اور اپنا کام کھینچتا ہے اور اگر اس مقام سے باہر نہیں آوے تو اسی مقام میں اس کا ٹھکانا ہے۔ پس چاہئے کہ بیشتر ہو تاکہ صانع نہ رہے۔

۸۹ فرمایا کہ قرار پکڑنا اس راستے میں دو چیز کا ہے ایک ادب عبودیت کا دوسرے تعظیم حق تعالیٰ کا۔

۹۰ فرمایا کہ متوکل حقیقت میں وہ ہے جو محنت اور اپنے رنج کو خلق سے اٹھالے۔

۹۱ فرمایا کہ جو معتقدین میں سے ہیں وہ صوفی ہیں۔

۹۲ فرمایا قیامت کے دن حق تعالیٰ فرشتوں کو حکم دے گا تاکہ دوزخ کو سانپ کے منہ میں سے نکالیں اس وقت دوزخ کو تاب دیں گے یہاں تک کہ ایک دم اگر وہ مارے تو تمام حشر قیامت دھواں دھواں ہو جائے اگر کوئی چاہے کہ عذاب حشر سے بچے اس کو چاہئے کہ عذاب سے بچنے کے لئے ایسی طاعت کرے کہ اس سے بہتر کوئی طاعت نہ ہووے وہ یہ ہے کہ بھوکوں کو پیٹ بھر کر کھانا کھلانا حاجت مندوں کی حاجت پوری کرنا اور عاجزوں کی مدد کرنا۔

۹۳ فرمایا قیامت کے دن بعضے عاشقوں کو بہشت میں بھیجنے کا حکم ہوگا وہ نہیں جائیں گے اور کہیں گے کہ یا خدا بہشت ان لوگوں کو دے جنہوں نے تیری عبادت بہشت کے واسطے کی ہو سچ ہے جس آدمی کو رضائے خدا تعالیٰ حاصل ہو وہ بہشت کا کیا کرے۔

۹۴ فرمایا کہ اہل سلوک سے اور عشاق سے جو حرکت اور شغل اور گفتگو وجود میں آئی ہے جب تک وہ پردہ سے باہر ہے لیکن جب پردہ کے اندر ان کو جگہ مل جاتی ہے تو خاموشی اور آرام اور سکوت مل جاتا ہے گویا کہ کبھی فریاد کی ہی نہیں تھی۔

۹۵ فرمایا کہ اگر کوئی مددگار نیکو کی صحبت میں رہے تو امید ہے کہ اس میں یہ نیک صحبت اثر کرے گی اور دلیل نعمت اور نیکی کی ہوگی اور اگر کوئی نیک آدمی بروں کی صحبت میں چند روز بیٹھے تو وہ بھی مثل بروں کے ہو جائے اسی واسطے سلوک میں آیا ہے کہ نیکوں کی صحبت نیک کام سے اچھی ہے اور بروں کی صحبت برے کام سے بری ہے اور یہ مصرع پڑھا۔ صحبت نیکاں بہ از طاعت است

۹۶ فرمایا راہ محبت میں تمام حاضران بہشت تین قسم پر ہیں

ایک حاضر ہے مشاہدہ وعید

دوسرا غائب

تیسرا حاضر ہے مشاہدہ لاچار ہمیشہ خوشی میں رہتا ہے۔

۹۷ فرمایا عارف حق کی ہمت ایسی ہوتی ہے کہ کسی چیز کے ساتھ حق سے باز نہیں رہتا۔

۹۸ فرمایا حسن بصریؒ نے کہ عارف وہ ہے کہ دنیا ترک کرے اور جو کچھ اس کے پاس ہووے دوستی حق میں ایثار کرے۔

۹۹ فرمایا کہ چونکہ عاشقوں کی راحت اخلاق اور صحبت میں ہے لہذا آزادی نفس سے وہ بیکار رہتے ہیں۔

۱۰۰ فرمایا کہ توکل عارفوں کا سوائے خدائے تعالیٰ کے کسی پر نہیں ہوتا۔

۱۰۱ فرمایا کہ حقیقت میں توکل وہ ہے کہ جو کچھ اس پر گزرے خلق سے شمار نہ کرے نہ کسی سے شکایت کرے نہ کسی سے حکایت۔

۱۰۲ فرمایا کہ اصل توکل یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کو جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ تمہاری کیا حاجت ہے کہا کہ تم سے کچھ نہیں۔

۱۰۳ فرمایا کہ توکل والوں کو حقائق توکل میں وقت ہوتے ہیں اگر وقت غلبہ عشق میں ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالیں یا ان کو کوئی رنج والم پہونچائیں یا ان کا چمڑا بھی اکھیڑ ڈالیں تو ان کو کچھ خبر نہیں ہوتی۔

۱۰۴ فرمایا کہ عارف کا توکل یہ ہے کہ ہمیشہ متحیر رہے اور عالم سکر میں۔

۱۰۵ فرمایا خواجہ بایزید بسطامیؒ سے پوچھا کہ عارف کون ہے فرمایا کہ وہ جو اپنے کو تین چیزوں سے الگ کرلے۔

اوّل۔ علم سے

دوم۔ عمل سے

سوم۔ خلق سے۔ پھر عالم توکل میں ثابت رہتا ہے۔

۱۰۶ فرمایا کہ عارف وہ ہے جو راہ عشق میں سوائے خدا کے دوسرا کوئی نہ جانے

۱۰۷ فرمایا کہ ایک بزرگ سے پوچھا کہ شوق عارف کہاں تک ہے کہا

عارف جب تک کہ چند چیزوں سے باخبر نہ ہووے وہ عارف نہیں کہلا سکتا۔

اول۔ دوست رکھنا موت کا راحت کے وقت۔

دوم۔ انس رکھنا ذکر مولیٰ سے۔

سوم۔ نظر فکر خاصہ میں رکھنا اس وقت تک کہ نظر حق پر ہووے۔

فرمایا کہ توبہ کے کئی مقام ہیں۔

اول۔ دور رہنا جاہلوں سے

دوسرے۔ ترک کرنا جھوٹوں کا۔

تیسرے۔ مغروروں سے منہ پھیرنا۔

چوتھے۔ محبوبوں سے دور رہنا۔

پانچویں۔ دوڑنا خیرات پر۔

چھٹے۔ درست کرنا توبہ کا۔

ساتویں۔ لازم کرنا توبہ کا۔

آٹھویں۔ مظالم کی داد دینا۔

نویں۔ طلب کرنا غنیمت کا۔

۱۰۸ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمیوں میں سب سے ضعیف وہ ہے کہ عاجز ہووے بوقت رکھنے شہوت کے اور قوی ترین مردماں وہ ہیں جو قادر ہوویں اس کے ترک کرنے پر۔

۱۰۹ فرمایا کہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ شوق کا مرتبہ بڑا ہے یا محبت کا جواب دیا کہ محبت کا کیونکہ شوق محبت سے پیدا ہوتا ہے۔

۱۱۰ فرمایا۔ جو محب دعویٰ مملکت کا کرے محبت سے گر پڑتا ہے۔

۱۱۱ فرمایا۔ محبت وفا ہے ساتھ وصل کے اور حرمت ہوتی ہے ساتھ وصل کے یعنی مشاہدہ نظر محبت کا ہے کہ نگاہ رکھتا ہے اپنے بھید کی اور کوشش میں رکھے اپنے نفس کو ساتھ ادا کرنے فرائض کے۔

۱۱۲ فرمایا۔ جنید بغدادی سے پوچھا کہ درجات محبت کے کیا ہیں۔ کہا وہ لوگ کہ سات دوزخ کو اس عظمت اور ہیبت کے ساتھ اس کے دست راست پر رکھیں تو وہ کہیں کہ دست چپ پر رکھنا چاہیئے۔ فرمایا اول وہ چیز جو بندہ پر فرض ہوئی معرفت تھی حق تعالیٰ نے ایک چیز کو دوسری چیز کے لئے دلیل بنایا ہے۔ اپنے فکر میں۔

۱۱۳ فرمایا کہ اسرار الاولیا میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب اپنے محبوب کو زندہ کرے گا اپنے نوروں سے وہی روایت ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر کی حق تعالیٰ کی طرف باقی رہے بے زماں و بے مکاں اس واسطے کہ وہ حاضر ہی نہیں ہے مکان اوصاف حق تعالیٰ کی سے۔

۱۱۴ فرمایا قیامت کے دن عاشقوں کو صدق محبت سے سوال کریں گے اگر عاشقوں میں سے کہ جنھوں نے دعویٰ محبت کا کیا ہے صادق اور ثابت اترا وہ شرمندہ نہیں ہوگا اور صادق و ثابت نہیں اترا وہ شرمندہ ہوگا اور درمیان محبوں کے منہ نہیں دکھلا سکے گا اس کو عاشقوں سے دور کر دیں گے۔

۱۱۵ فرمایا کہ اہل محبت وہ ہیں کہ یہ واسطے استاد کے دوست کی بات سنتے ہیں جیسا کہ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قلبی حدث ربی۔

۱۱۶ فرمایا۔ ایک شخص درویش کے جنگل میں مر گیا اور مرنے کے بعد ہنسا اس سے پوچھا کہ تو مر گیا ہے اور ہنستا ہے کہا کہ محبت ایسی ہی تھی اس وقت خواجہ نے فرمایا کہ وہ شخص اپنے حال سے فانی تھا اور مشاہدہ دوست میں باقی باللہ تعالیٰ متولی اس کے اعمال کا تھا اس کو خود کوئی اختیار نہ تھا اور غیر سے اس کو قرار نہیں تھا۔

۱۱۷ فرمایا کہ اے غافل توشہ تیار رکھ اس سفر کے لئے کہ تجھ کو کرنا ہے یعنی موت کا۔

کا ۱۱۸ فرمایا اہل محبت ایک گروہ ہیں کہ ان میں اور اللہ تعالیٰ میں حجاب نہیں ہوتا۔

۱۱۹ فرمایا جس کو کہ محبت اور فقر دیا گیا اگر اس کو وحشت نہ دی جاتی تو وہ دیوانہ ہو جاتا۔

۱۲۰ فرمایا عارف کہتے ہیں کہ یقین ایک نور ہے کہ بندہ اس سے منور ہو جاتا ہے اپنے حال میں پس وہ نور اس کو درجہ محبان اور مشتاقان میں پہونچا دیتا ہے۔

۱۲۱ فرمایا اصل اولاد آدم کی آب اور خاک سے ہے پس کوئی ہوتا ہے کہ اس پر پانی غالب ہوتا ہے اس کو لطف ریاضت کا دینا چاہیئے اور کسی پر خاک غالب ہوتی ہے اس کو سختی سے محنت سے گوندھنا چاہیئے۔

۱۲۲ فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ چاہا کہ پانی کو پیدا کرے تو سب رنگوں کو ملا کر اور سب ذائقوں کو آمیز کر کے پانی بنایا کہ اسی سبب سے پانی کا کوئی رنگ نہیں ہوتا اگرچہ اس کے پینے سے زندگی ہوتی ہے مگر رنگ کی خبر نہیں ہوتی۔

پوچھا محبوب کون ہے۔ فرمایا کہ آغاز عشق میں ناپید ہو جاوے اور دوسرے تیسرے روز ہی ناپید ہو جاوے فرمایا بقا حق ہے اور فنا اس کا غیر ہے۔

۱۲۳ فرمایا تجرید صفات محبوب کی ہے۔

۱۲۴ فرمایا میں نے ملتان میں ایک بزرگ سے سنا ہے وہ کہتے تھے کہ توبہ اہل محبت کی تین قسم کی ہوتی ہے۔

اول۔ ندامت۔

دوسرے۔ ترک معاملت۔

تیسرے۔ اپنے کو پاک رکھنا مظالم اور خصومت سے

۱۲۵ فرمایا توبہ نصوح تین چیزیں ہیں درمیان اہل سلوک کے

اول۔ کم کھانا روزہ کے واسطے

دوسرے۔ کم سونا واسطے نماز کے

تیسرے کم بولنا واسطے ذکر کے

فرمایا۔ ایمان تین ہیں

اول۔ خوف

دوسرے۔ امید

تیسرے محبت پس خوف کے درمیان میں ترک کرنا گناہ کا ہے تاکہ آگ دوزخ سے نجات پائے اور امید کے ضمن میں بندگی خوف سے کرنا تاکہ بہشت ملے اور محبت کے ضمن میں چھوڑنا مکروہات کا ہے تاکہ رضائے حق حاصل ہووے۔

۱۲۶ فرمایا محبت میں عارف وہ ہے کہ کسی چیز کو دوست نہ رکھے مگر ذکر کو۔

فوائد السالکین میں لکھا ہے کہ خواجہ قطب الدینؒ نے فرمایا کہ میں نے اپنے مرشد خواجہ معین الدین چشتیؒ سے سنا ہے وہ فرماتے تھے ایک بزرگ تھا جس نے مدت دراز تک عبادت خداوند تعالیٰ کی کی اور جو کچھ مجاہدہ کا حق تھا وہ پورا کیا اس پر ایک بھید نے اسرار محبت سے اس پر تجلی کی۔ چونکہ وہ بزرگ حوصلہ کم رکھتا تھا تاب اور طاقت ضبط کی نہ لایا فوراً اس کو ظاہر کر دیا اسی وقت جو کچھ نعمت وہ رکھتا تھا وہ سب سلب کر لی گئی وہ درویش دیوانہ ہو گیا کہ یک ہو گیا۔ ہاتف نے آواز دی کہ اے خواجہ اگر تو اس ایک بھید کو پوشیدہ رکھ لیتا تو دوسرے اسرار کی تجلی تجھ پر ہوتی لیکن جو دیکھا گیا کہ ابھی تک تو ستر حجاب کے درمیان میں ہے پس وہ نعمت تجھ سے لے لی گئی اور دوسرے کو دیدی گئی۔

ایضاً فیہ خواجہ قطب الدینؒ فرماتے تھے کہ خواجہ معین الدین چشتیؒ نے فرمایا ہے جو کوئی محب ہووے اور دعویٰ محبت کا کرے تو جانے کہ بلائے دوست کی دوست کے واسطے ہے۔ جس دن کہ بلا ہم پر نازل نہیں ہوتی حقیقتاً ہم جانتے ہیں کہ آج نعمت ہم سے لے لی گئی۔ اس لئے کہ راہ سلوک میں بلائے دوست کی نعمت سمجھی گئی۔

رباعی

تا بلا بہر کسے قصا نکنیم	نام او را ز اولیا نکنیم
جب تک کسی شخص کو آزما نہیں لیتا	میں ان کو اولیا میں شمار نہیں کرتا
ایں بلا گوہر خزانۂ ماست	گوہر خود بجس عطا نکنیم
یہ بلا ہمارے خزانے کا گوہر ہے	اپنا گوہر کسی کو نہیں نوازتا

ایضاً فیہ۔ خواجہ قطب الدینؒ نے فرمایا کہ خواجہ معین الدین چشتی اپنے پیر سے

کپڑوں سے تجدید بیعت کیا کرتے تھے۔

راحت القلوب میں لکھا ہے کہ خواجہ بزرگ نے فرمایا کہ ستائیسویں تاریخ رجب کی شب معراج ہے یہ رات رحمت کی ہے جو کوئی اس رات کو زندہ رکھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم نہیں رہے گا۔

ایضاً فیہ۔ شیخ فریدالدین گنج شکرؒ نے فرمایا کہ میں ایک روز خدمت میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی حسن سنجریؒ کے بیٹھا تھا فرمایا کہ اہل معرفت کو بے توکل اوقات کا اور وہ علم علوی اور شوق۔ پس اگر اس کو اس وقت میں جلادیں تو بھی خبر نہیں ہوتی اس کے بعد فرمایا کہ اہل معرفت کو دعویٰ کرنا اور گفتگو کرنا اس وقت میں درست ہے کہ اول وہ خود ثمرۂ معرفت کا مخلوق کو دکھلادیں اور جو لوگ کہ دعوے میں برسر بحث آویں ان کو اپنی قوت و کرامت سے ملزم گردانے۔

ایضاً فیہ۔ حضرت گنج شکرؒ نے فرمایا کہ میں نے شرح شیخ الاسلام خواجہ معین الدین حسن سنجری میں لکھا دیکھا ہے۔ بروایت حضرت ابن مسعودؓ کے کہ جو کوئی تہجد کی نماز میں دس آیت سورہ بقر کی اس ترتیب سے پڑھے کہ چار آیت پہلی آیت الکرسی سے اور چار آیت بعد آیت الکرسی کی اور دو آیت آخر سورت سے پڑھے اس روز اس گھر میں شیطان نہ جائے رات تک۔

ایضاً فیہ۔ حضرت گنج شکرؒ نے فرمایا میں نے اوراد خواجہ معین الدین حسن سنجریؒ میں لکھا دیکھا ہے کہ تمام ماہ صفر میں تین لاکھ بیس ہزار بلا نازل ہوتی ہیں۔

اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ خواجہ معین الدین چشتی نے خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کو پانچسو درہم تک قرض لینے کی اجازت دی تھی اور جب اس درجہ تکمیل کو پہنچ گئے تو اس سے منع کر دیا۔

دلیل العارفین میں خواجہ قطب الدینؒ نے لکھا ہے کہ جب خواجہ بزرگ تمام فوائد بیان کر چکے تو چشم پر آب کر کے بیان فرمایا کہ اب ہم اس جگہ کی طرف سفر کریں گے کہ جہاں ہمارا دفن ہوگا یعنی اجمیر کو جائیں گے۔ بس آپ نے سب کو

وداع کیا اور مجھ کو یعنی خواجہ قطب الدین کو فرمایا کہ تم ہمارے ساتھ رہو چنانچہ میں دو ماہ سفر میں آپ کے ساتھ رہا اور ہم اجمیر میں پہونچے اس زمانہ میں پتھورا زندہ تھا اور اجمیر اس کے قبضے میں تھا۔ اجمیر میں چنداں مسلمانی نہ تھی بعد قدم رنجہ فرمانے خواجہ کے اجمیر میں اسلام نے اس قدر رونق پائی کہ جس کی حد اور انتہا نہیں ہے۔

کاتب الحروف کہتا ہے کہ اس عبارت مذکورہ بالا دلیل العارفین سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام الفاظ گزشتہ خواجہ بزرگ نے بغداد شریف میں فرمائے ہیں اور یہ کتاب دلیل العارفین بھی وہاں ہی جمع کی گئی ہے اور رہنا خواجہ بزرگ کا بغداد شریف میں مدت تک اور آنا جانا آپ کا معلوم ہوتا ہے اور بیعت بھی خواجہ قطب الدین کی حضرت خواجہ بزرگ سے بغداد شریف کی مسجد امام ابو اللیث سمرقندی میں ظاہر ہوتا ہے اور یہ بھی ثابت ہو رہا ہے کہ خواجہ قطب الدین بغداد شریف سے اجمیر تک خواجہ بزرگ کے ساتھ آئے اس کے بعد اجمیر سے روانہ ہو کر دہلی میں مقیم ہوئے ہیں اور آخر عمر میں خواجہ بزرگ پھر اجمیر میں آئے ہیں۔ جیسا کہ مرات الاسرار میں لکھا ہے کہ عبارت دلیل العارفین سے معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ قطب الدین اجمیر شریف میں بخدمت خواجہ بزرگ اپنے پیر مرشد کی آخری عمر میں آئے ہیں کہ آخر کتاب دلیل العارفین کی عبارت یہ ہے۔

مجلس گیارہویں جمعرات کے روز کے یہی مجلس آخری تھی مسجد اجمیر میں دولت قدم بوسی حضرت خواجہ کی حاصل ہوئی۔ درویش لوگ اور عزیزان اہل صفا اور مریدان دیگر خدمت میں حضرت خواجہ کے حاضر تھے۔ سخن ملک الموت کے ذکر میں ہو رہا تھا۔ فرمایا کہ دنیا بغیر ملک الموت کے ایک جو کے برابر بھی قیمت نہ پاوے عرض کیا کہ کیوں؟ فرمایا اس سبب سے کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب۔ یعنی موت ایک پل ہے کہ دوست کو دوست سے ملاتی ہے۔ اور جو کچھ اس کے غیر ہو اس سے بات کو کاٹ ڈالا جائے۔

فرمایا کہ دلوں کو پیدا کیا گیا ہے اس واسطے کہ گرد عرش کے طواف کریں

فرمایا کہ کتاب محبت میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اے بندے
جب میرا ذکر تجھ پر غالب ہوتا ہے میں تیرا عاشق ہو جاتا ہوں اور عشق کے معنی محبت
کے ہیں۔

فرمایا اے درویش ہم کو جو اس جگہ لایا گیا ہے ہمارا مدفن یہاں ہوگا
ہم چند روز میں کوچ کریں گے یہاں سے پھر تھوڑے دنوں کے بعد آپ نے
رحلت فرمائی۔

شیخ علی سنجریؒ کو حکم ہوا مثال لکھ تا کہ قطب الدین دہلی جاوے کہ میں نے
خلافت اور مصلے اپنے خاندان کا اس کو دیا ہے اور دہلی مقام اس کا ہے جب وہ
مثال تمام ہوگیا وہ مثال مجھ کو عنایت فرمایا میں نے سر زمین پر رکھ کر عرض کیا فرمایا
میرے نزدیک آؤ۔ میں نزدیک گیا خواجہ نے اپنی دستار مبارک اور ٹوپی میرے
سر پر رکھی اور شیخ عثمان ہرونی کا عصا میرے ہاتھ میں دیا اور خرقہ مجھ کو پہنایا اور قرآن
شریف و مصلے اور نعلین دیکر فرمایا کہ یہ امانت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمارے
خواجگان کو پہنچی ہے اور ہم نے تجھ کو عنایت کی ہے جیسا ہم نے حق اس امانت کا ادا
کیا ہے ویسا ہی تم بھی حق بجا لانا تاکہ قیامت کے روز ہم کو ہمارے خواجگان کے
روبرو شرمندگی نہ ہو۔ میں نے اپنا منہ زمین پر رکھا اور دوگانہ نماز کا ادا کیا اس
کے بعد خواجہ بزرگ نے میرا ہاتھ پکڑا اور منہ آسمان کی طرف کرکے مجھ سے فرمایا کہ
جا ہم نے تجھ کو خدا کے حوالے کیا۔ منزل گاہ عزت تک تجھ کو پہنچا دیا اور جنگل سے حقیقت
کے پار کر دیا اس وقت فرمایا کہ چار چیزیں گوہر یقین کے ہیں۔

اول۔ درویشی جو تونگری دکھلاوے
دوسرے۔ بھوک کو سیری دکھلاوے
تیسرے۔ وہ غم جو خوشی دکھلاوے
چوتھے۔ وہ مرد کہ دشمن سے دوستی دکھلاوے

پھر خواجہ بزرگ نے فرمایا کہ جہاں تو رہے با خدا رہے اور جس جگہ رہے

مردود ہے۔ میں نے پھر سر زمین پر رکھا، روانہ ہو کر دہلی میں سکونت اختیار کی کہ تمام رؤسا اور صدور اور حکام اور ائمہ دہلی میری طرف متوجہ ہوئے۔

اس بات کو چالیس دن نہیں گزرے تھے کہ ایک اجمیر سے آنے والے نے بیان کیا کہ خواجہ بزرگ تمہارے دہلی روانہ ہونے سے بیس روز بعد رحلت فرما گئے۔ اسی رات کو میرا دل خراب ہوا میں مصلے پر سوتا تھا کہ حضرت خواجہ بزرگ کے جمال کو میں نے خواب میں دیکھا کہ آپ عرش کے نیچے کھڑے ہیں۔ میں نے ان کے قدموں میں سر رکھا اور رحلت کا حال پوچھا فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا اور کروبیاں نے عرش کے نزدیک مجھے مکان دیا تاکہ یہاں رہوں۔

فرمایا ان وظیفوں کو آدمی ہمیشہ پڑھتا رہے اگر دن میں نہ پڑھ سکے تو رات کو پڑھا کریں کہ رات خلیفہ دن کی ہے اور دن خلیفہ رات کا ہے۔

فرمایا کہ صاحب ورد کو چاہئے کہ بہر حال میں اپنا وظیفہ پڑھتا رہے بعد ورد کے اپنے کام میں مشغول ہووے کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ تارک الورد ملعون۔ یعنی ورد کا ترک کرنے والے ملعون ہے۔

فرمایا کہ مشائخ اور اولیا اور انبیا اپنا ورد مقررہ پڑھتے اور جو کچھ اپنے پیروں سے سنتے ہیں اس کو ادا کرتے ہیں اس کے بعد فرمایا کہ ہمارے خواجگان سے چلا آرہا ہے کہ وہ سب اس وظیفہ کو پڑھا کرتے تھے اور ہم بھی پڑھتے ہیں اور تم بھی یہ وظیفہ پڑھا کرو کہ یہ ہمارے خاندانی وظیفے ہیں۔

فرمایا جب خواب سے اٹھے آدمی صبح صادق کے وقت تو اس کو چاہیے کہ داہنے پہلو پر اٹھے اور یہ کہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ الذی ینزل الرحمۃ والبرکۃ۔ پھر وضو با شرائط کرے اور دوگانہ پڑھے اور مصلے پر بیٹھا رہے اور ستر آیت سورہ بقرہ سے اور ستر آیت سورہ انعام سے اور تیس آیت سورہ یوسف سے پڑھے اس کے بعد یہ ذکر سو مرتبہ کرے لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ اس وقت ۲۳ آیت سورہ انعام سے پڑھے اور آیت تیس سورہ

یوسف پڑھے اس کے بعد صبح کی نیت ادا کرے دوں رکعت میں الحمد کے بعد الم نشرح
اور دوسری رکعت الم ترکیف پڑھے اور بعد سلام کے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ
سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِہٖ، اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ
سو مرتبہ پڑھے پھر فرض نماز صبح کے ادا کرے اور قبلہ کی طرف منہ کرکے بیٹھے اور دس
مرتبہ کہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ
وَیُمِیْتُ وَھُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ اَبَدًا اَبَدًا ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ وَھُوَ عَلٰی
کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اس کے بعد تین دفعہ کہے اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ
لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اس کے بعد تین
دفعہ درود پڑھے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ مَا اخْتَلَفَ الْمَلَوَانِ وَتَعَاقَبَ
الْعَصْرَانِ وَتَکَرَّرَ الْجَدِیْدَانِ وَاسْتَقْبَلَ الْفَرْقَدَانِ بَلِّغْ رُوْحَ مُحَمَّدٍ
مِنَّا التَّحِیَّۃَ وَالسَّلَامَ یَا عَزِیْزُ یَا غَفَّارُ اس کے بعد تین بار یہ کہے سبحان اللہ
وبحمدہ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِہٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ مِنْ
کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ اس کے بعد یک دفعہ پڑھے اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ
اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ غَفَّارُ الذُّنُوْبِ سَتَّارُ الْعُیُوْبِ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ کَشَّافُ
الْکُرُوْبِ مُقَلِّبُ الْقُلُوْبِ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ اس کے بعد تین دفعہ کہے لَا حَوْلَ وَلَا
قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ یَا قَدِیْمُ یَا دَائِمُ یَا قَائِمُ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ یَا اَحَدُ
یَا صَمَدُ یَا عَلِیْمُ یَا حَلِیْمُ یَا عَظِیْمُ یَا عَلِیُّ یَا نُوْرُ یَا اَللّٰہُ یَا فَرْدُ یَا وِتْرُ یَا قَوِیُّ
یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ اقْضِ حَاجَتِیْ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ اس کے بعد ننانوے نام اللہ
تعالیٰ کے پڑھے ھُوَ اللّٰہُ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ الْمَلِکُ الْقُدُّوْسُ
السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُھَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَکَبِّرُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ
الْغَفَّارُ الْقَھَّارُ الْوَھَّابُ الرَّزَّاقُ الْفَتَّاحُ الْعَلِیْمُ الْقَابِضُ الْبَاسِطُ الْخَافِضُ
الرَّافِعُ الْمُعِزُّ الْمُذِلُّ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ الْحَکَمُ الْعَدْلُ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ الْحَلِیْمُ
الْعَظِیْمُ الْغَفُوْرُ الشَّکُوْرُ الْعَلِیُّ الْکَبِیْرُ الْحَفِیْظُ الْمُقِیْتُ الْحَسِیْبُ الْجَلِیْلُ

الکریم الرقیب المجیب الواسع الودود المجید الباعث الشہید
الحق الوکیل القوی المتین الولی الحمید المحصی المبدی المعید
المحی الممیت القیوم الواجد الماجد الواحد الاحد الصمد القادر
المقتدر المقدم الاخر الاول الظاہر الباطن الوالی المتعالی البر التواب
المنتقم العفو الرؤف المالک الملک ذوالجلال والاکرام المقسط الجامع
الغنی المغنی المانع الضار النافع النور الہادی البدیع الباقی الوارث
الرشید الصبور الذی لیس کمثلہ شیء وھو السمیع البصیر غفرانک
ربنا والیک المصیر نعم المولیٰ ونعم النصیر اس کے بعد ننانویں نام پیغمبر صلی
اللہ علیہ وسلم کے پڑھے۔ وہ یہ ہیں محمد احمد حامد محمود عاقب
فاتح خاتم حاشر ماح داع سراج منیر بشیر نذیر رسول نبی ہاد
مہتد مہدی خلیل ولی نصیر طٰہٰ یٰس مزمل مدثر حبیب کلیم
مرتضیٰ مصطفیٰ مختار مصدق قائم حجۃ بیان حافظ شہید عدل
علیم نور مبین برہان مطیع مذکر امین واعظ صاحب ناطق صادق
مکی مدنی بطحی عربی ہاشمی قریشی عزیز مصری حریص رؤف رحیم
جواد غنی کریم علیم طیب مطیب خطیب فصیح رشید طاہر مطہر
امام امی متقی بار شفا متوسط سابق مقتصد حق متین اول آخر ظاہر
باطن رحمۃ شافع مشفع محلل محرم امر ناہ حکیم قریب شکور رقیب
مجتبیٰ منیب اولیٰ حسبنا اللہ ونعم الوکیل نعم المولیٰ ونعم النصیر اس کے
بعد میں یہ درود تین مرتبہ پڑھے اللھم صل علی محمد حتی لا یبقی من البرکات
شیء اس کے بعد ایک بار آیت الکرسی پڑھے اس کے پیچھے تین مرتبہ قل اللھم
مالک الملک قدیر تک پڑھے۔ پھر تین بار سورہ اخلاص بسم اللہ کے ساتھ پڑھے
اس کے بعد سات مرتبہ یہ آیت پڑھے فان تولوا فقل حسبی اللہ لا الہ الا ھو
علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم پھر تین مرتبہ کہے ربنا ولا تحملنا

مالاطاقۃ لنابہ واعف عنا واغفرلنا وارحمنا انت مولانا فانصرنا علی القوم الکافرین اس وقت تین بار کہے اللّٰھم اغفرلی ولوالدی ولجمیع المؤمنین والمؤمنات والمسلمین والمسلمات الاحیاء منھم والاموات برحمتک یاارحم الراحمین پھر تین مرتبہ کہے سبحان اللّٰہ الاول المبدی سبحان اللّٰہ الباقی اللّٰہ الصمد لم یلد ـــــ ولم یکن لہ کفوا احد پھر تین بار کہے واشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ علیٰ کل شیٔ قدیر وان اللّٰہ قد احاط بکل شیٔ علما واحصیٰ کل شیٔ عددا بعدہٗ تین مرتبہ پڑھے توحید اطاما لا یملک نفسہ نفعا ولا ضرا ولا موتا ولا حیاتا ولا نشورا اس کے بعد تین مرتبہ پڑھے یا حی یا قیوم یا اللّٰہ لا الٰہ الا انت اسئلک ان تحی قلبی بنور معرفتک ابدا بدا یا بدی ابدا اس کے بعد سات دفعہ کہے یا مسبب الاسباب یا مفتح الابواب یا مقلب القلوب والابصار یا دلیل المتحیرین ارشدنی یا غیاث المستغیثین اغثنی توکلت علیک یارب فوضت امری الیک یارب لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم ماشاء اللّٰہ کان وما لم یشاء لم یکن بحق ایاک نعبد وایاک نستعین پھر ایک بار کہے اللّٰھم انی اسئلک یامن یملک حوائج السائلین ویعلم ضمیر الصامتین فان لک من کل مسئلۃ منک سمع حاضرا طرا وجوابا عتیدا وان لک من کل صامۃ علما محیطا اعلمنا مواعیدک الصادقۃ وایادیک الفاضلۃ ورحمتک الواسعۃ النافعۃ انظر برحمتک یا ارحم الراحمین۔ اس کے بعد تین دفعہ کہے یا حنان یا منان یا دیان یا سبحان یا غفران یا ذوالجلال والاکرام پھر تین مرتبہ کہے اللّٰھم صل علی امۃ محمد اللھم ارحم امۃ محمد اللھم فرج عن امۃ محمد پھر تین مرتبہ کہے الحمد للّٰہ الذی فی القبور قضائہ وامرہ والحمد للّٰہ الذی فی البر والبحر سبیلہ والحمد للّٰہ الذی فی جھنم سلطانہ والحمد للّٰہ الذی لا مفر ولا منجاء الا الیہ رب لا تذرنی فردا وانت خیر الوارثین پھر تین مرتبہ کہے سبحان اللّٰہ ملأ

اَلْمِیْزَانِ وَمُنْتَهَی الْعِلْمِ وَزِنَةَ الْعَرْشِ وَمَبْلَغَ الرِّضَاءِ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ
الرَّاحِمِیْنَ اس کے بعد ایک بار کہے رَضِیْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا کَرِیْمًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِیًّا وَبِالْاِسْلَامِ
دِیْنًا وَبِالْقُرْاٰنِ اِمَامًا وَبِالْکَعْبَةِ قِبْلَةً وَبِالْمُؤْمِنِیْنَ اِخْوَانًا اس کے بعد تین بار کہے
بِسْمِ اللّٰهِ خَیْرِ الْاَسْمَاءِ بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ الْاَرْضِ وَالسَّمَاءِ بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ
مَعَ اسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ اس کے بعد
دس بار پڑھے اَللّٰهُمَّ اَجِرْنَا مِنَ النَّارِ یَا مُجِیْرُ پھر ایک سو مرتبہ کہے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰهِ پھر ایک مرتبہ کہے اَشْهَدُ اَنَّ الْجَنَّةَ حَقٌّ وَالصِّرَاطَ حَقٌّ
وَالْمِیْزَانَ حَقٌّ وَالنَّارَ حَقٌّ وَالْمَوْتَ حَقٌّ وَالسُّوَالَ حَقٌّ وَالشَّفَاعَةَ وَالْقَبْرَ
حَقٌّ وَمُعْجِزَةَ الْاَنْبِیَاءِ وَرُوْیَةَ اللّٰهِ حَقٌّ وَاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِیَةٌ لَّا رَیْبَ فِیْهَا
وَاَنَّ اللّٰهَ یَبْعَثُ مَنْ فِی الْقُبُوْرِ پھر ہاتھ اونچا کرے اور یہ دعا پڑھے اَللّٰهُمَّ زِدْ
نُوْرَنَا وَزِدْ سُرُوْرَنَا وَزِدْ حُضُوْرَنَا وَزِدْ مَعْرِفَتَنَا وَزِدْ طَاعَتَنَا وَزِدْ نِعْمَتَنَا وَ
زِدْ مُحَبَّتَنَا وَزِدْ شَوْقَنَا وَزِدْ ذَوْقَنَا وَزِدْ عِشْقَنَا وَزِدْ اُنْسَنَا بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ
الرَّاحِمِیْنَ۔ اس کے بعد مسبعات عشر پڑھے ایک بار سورہ یٰسین پڑھے اس کے بعد
سورہ ملک پڑھے، پھر سورہ جمعہ پڑھے جب آفتاب بلند ہو جائے نماز اشراق کی
پڑھے اور وہ دس رکعت میں پانچ سلام سے شفعہ اوّل میں بعد فاتحہ کے اِنَّا اَنْزَلْنَا
ایک بار اور دوسرے شفعہ میں بعد فاتحہ کے سورہ اذا زلزلت اور تیسرے شفعہ میں بعد فاتحہ کے
انا اعطینٰ ایک بار اور چوتھے شفعہ میں بعد فاتحہ کے قل یاایہا الکافرون ایک بار اور پانچویں
شفعہ میں بعد فاتحہ کے اخلاص دس مرتبہ جب نماز سے فارغ ہو جاوے دس مرتبہ درود
شریف پڑھے پھر چاشت تک قرآن شریف کی تلاوت کرے۔ پھر نماز چاشت تک
قرآن تین سلام سے ادا کرے ہر رکعت میں بعد فاتحہ کے والضحیٰ ایک ایک بار پڑھے
بعد سلام کے تیسرا کلمہ یعنی کلمہ تمجید سو مرتبہ پڑھے بعد اس کے سو مرتبہ درود بھیجے اس کے بعد
پھر تلاوت قرآن میں مشغول ہووے یہاں تک کہ وقت برابر آجاوے اس کے بعد چار
رکعت نماز استوا پڑھے ہر رکعت میں بعد فاتحہ سورہ اخلاص پچاس مرتبہ پڑھے اس کے

بعد نماز ظہر کی ادا کرے۔ بعد نماز ظہر کے دس رکعت پانچ سلام سے بہ نیت صلوٰۃ الحفظ
پڑھے جس میں دسوں سورت آخر قرآن شریف کی یعنی الم ترا سے معوذتین تک پڑھے بعد
سلام دینے کے دس مرتبہ درود شریف پڑھے پھر سورہ البروج پڑھے اور مشغول ہوے
اس وقت نماز عصر کی پڑھے اور جو تسبیحات کہ آئی ہیں وہ پڑھے اس کے بعد ایک سو
مرتبہ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ پڑھے۔ پھر سورۂ عم پانچ مرتبہ پڑھے
اس کے بعد سورہ والنازعات ایک بار پڑھے اللہ تعالیٰ اس کو قبر میں امانت رکھتا ہے۔ کہ
میں نے شرح مشائخ میں لکھا دیکھا ہے اس کے بعد ذکر میں مشغول ہووے پھر نماز مغرب
کی پڑھے اس کے بعد دو رکعت نماز حفظ الایمان پڑھے ہر رکعت میں بعد فاتحہ کے اخلاص
سات مرتبہ پڑھے اور سلام کے سجدہ میں جا کر کہے یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ ثَبِّتْنِیْ عَلَی الْاِیْمَانِ
اس کے بعد سورہ واقعہ پڑھے پھر دس مرتبہ درود بھیجے۔ اس کے بعد صلوٰۃ الاوابین
کی چھ رکعت تین سلام سے پڑھے اس طرح سے کہ دو رکعت اول میں بعد فاتحہ
کے اذا زلزلت ایک بار پڑھے اور دو رکعت دوسری میں بعد فاتحہ کے الھٰکم التکاثر
ایک بار پڑھے اور دو رکعت تیسری میں فاتحہ کے بعد والعصر ایک مرتبہ پڑھے
اس کے بعد ذکر اور ورد میں مشغول ہووے جب وقت نماز عشاء کا آجائے یہ
دعا پڑھے اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِكَ وَشُکْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ اس
کے بعد نماز عشاء کی پڑھے اور بعد ادائے نماز سنت کے چار رکعت دوسری پڑھے
اول رکعت میں بعد فاتحہ کے آیت الکرسی تین دفعہ اور تین رکعت میں تینوں قل آخر
کے پڑھے اور سلام کے اپنی حاجت اللہ سے مانگے اس کے بعد چار رکعت صلوٰۃ
السعادت پڑھے ہر رکعت میں بعد فاتحہ کے انا انزلناہ تین بار اور آیت الکرسی
ایک بار اور اخلاص پندرہ بار اس کے بعد سجدہ میں جا کر تین مرتبہ کہے یَاحَیُّ یَا
قَیُّوْمُ ثَبِّتْنِیْ عَلَی الْاِیْمَانِ بعد اس کے یہ دعا پڑھے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ
بِبَرَکَةٍ فِی الْعُمْرِ وَصِحَّةٍ فِی الْبَدَنِ وَرَاحَةٍ فِی الْمَعِیْشَةِ وَوُسْعَةٍ
فِی الرِّزْقِ وَزِیَادَةٍ فِی الْعِلْمِ وَثَبِّتْنِیْ عَلَی الْاِیْمَانِ اس کے بعد جو کچھ درود

رکھا ہو وہ پڑھے۔ پھر رات کے تین حصے کرے پہلے حصے میں نماز میں مشغول ہوئے اس کے بعد کہ اٹھے نماز تہجد کی آٹھ رکعت پڑھے اور جو کچھ یاد ہو اس میں پڑھے کیونکہ رسول علیہ السلام پر یہ نماز تہجد فرض تھی اور ہم پر واجب ہے۔

حکایت کہتے ہیں کہ ایک بزرگ کی نماز تہجد فوت ہوگئی صبح کو وہ گھوڑے سے گر پڑا اور اس کا پیر ٹوٹ گیا اس بزرگ نے فکر کیا کہ کس سبب میرے گھوڑے سے گرنے اور پیر ٹوٹ جانے کا ہوا۔ ہاتف غیب نے آواز دی کہ تو نے نماز تہجد نہیں پڑھی اور فوت کی اس کی سزا ہے اس کے بعد تلاوت میں مشغول ہوئے صبح کاذب تک پھر اسی طرح سے بیان کیا گیا ہے اور پڑھ شروع کرنے فی المُدَامِ الیَوم وفی المُدَامِ اللَّیلِ وَفِی المُدَامِ الشَّھرِ وَفِی المُدَامِ السَّنۃِ یعنی ہمیشہ رات دن اور ہر مہینہ اور سال میں اسی طرح پڑھتا رہے۔

الحمد للہ علیٰ ذالک

فصل پانچویں

ذکر عیال و اولاد

حضرت خواجہ معین الدین چشتی حسن سنجری رحمۃ اللہ علیہ

واضح ہو کہ بعضے دشمن خاندان عالیشان اولاد حضرت حبیب الرحمٰن خواجۂ خواجگان خواجہ معین الدین حسن سنجری سے کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ بزرگ نے شادی ہی نہیں کی تھی اور مجرد تھے اور بعضے حاسد کہتے ہیں کہ شادی تو خواجہ بزرگ نے کی تھی مگر اولاد نہیں ہوئی اور بعضے جاہل کہتے ہیں کہ اولاد بھی خواجہ بزرگ کے ہوئی تھی لیکن بعد یک مدت کے نسل منقطع ہو گئی لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ۔ یہ تینوں قول غلط اور لا اعتبار ہیں۔

خواجہ بزرگ کے دو بیبیاں تھیں قول صحیح اور معتبر یہ ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ کے دو بیبیاں تھیں اور دونوں کے شکم سے اولاد ہوئی اور اس زمانے تک کہ ۱۲۷۷ ہجری ہے اولاد خواجہ بزرگ کی باقی اور صحیح النسب موجود ہے چنانچہ اس کا حال مفصل انشاء اللہ تعالیٰ لکھا جائے گا۔

ملفوظات خواجگان چشت مثل سیر الاولیا، فوائد الفوائد، راحت القلوب، سرور الصدور، دلیل العارفین، مرات الاسرار وغیرہ اور نیز ملفوظات مشائخ قادریہ

مثل اخبار الاخیار و سیر العارفین وغیرہ حضرت خواجہ کی اولاد کے ذکر سے پر اور بھرے ہوئے ہیں اور کتب تواریخ مثل تاریخ اکبر شاہی اقبال نامہ جہانگیری وغیرہ میں بھی تذکرہ اولاد خواجہ بزرگ کا موجود ہے ۔

الٰہی تا بود خورشید و ماہی	چراغ چشتیاں را روشنائی
اے اللہ جب تک چاند و سورج میں روشنی باقی ہے	سلسلۂ چشتیہ کے چراغ کو روشن رکھ
اگر گیتی سراسر باد گیرد	چراغ چشتیاں ہرگز نہ میرد
اگر سارا جہاں بھی ہوا بن جائے تو بھی	چشتیوں کا چراغ نہیں بجھ سکتا

خواجہ غریبؒ نواز کے دلائل صحیحہ

دلائل صحیحہ اثبات تاہل اور تولد و تناسل خواجہ بزرگ کی یہ ہے کہ سرور الصدور ملفوظ حضرت خواجہ سلطان التارکین حمید الدین صوفی السوالی الناگوری السعیدی الفاروقی میں لکھا ہے کہ ایک دن خواجہ بزرگ نے اپنے خلیفہ سلطان التارکین سے سوال کیا کہ حمید کیا سبب ہے اس کا کہ یہ وقت ہماری جوانی اور مجردی کے ضرورت پر جب ہم جناب الٰہی میں دعا کرتے تھے تو فوراً قبول ہوتی تھی اور اب کہ میں ضعیف ہو گیا ہوں اور فرزند پیدا ہوئے اور حاجت کے وقت دعا کرتا ہوں تو دعا بہت دیر میں قبول ہوتی ہے اور حاجت برآتی ہے ۔ یہ کیا حکمت ہے ۔

شیخ بزرگ یعنی حضرت سلطان التارکین نے عرض کیا کہ یا خواجہ آپ پر خوب روشن ہے قصہ مریمؑ کا کہ جب وہ مجرد تھیں بے خواست میوہ موسم سردی کا گرمی میں اور گرمی کا سردی میں ان کو پہونچتا تھا اور جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو مریمؑ منتظر تھیں کہ اسی طرح سے اب بھی میوہ خلاف موسم کا پہونچتا رہے گا مگر فرمان الٰہی آیا قولہ تعالیٰ : وھزی الیک بجذع النخلۃ تسقط علیک رطباً جنیاً (یعنی ہلا اپنی طرف درخت خرما کی شاخوں کو تا کہ گرے تجھ پر میوہ تازہ)

اس حال میں اور اس حال میں اس قدر تفاوت ہے۔ یعنی جبکہ تیرا دل ہمارے ساتھ یکتا تھا تو ہم نے نہیں چاہا کہ تو دو دل ہے خواجہ جی نے جب یہ سنا تو پسند کیا۔

اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ اولاد اور احفاد حضرت خواجہ بزرگ کی یقیناً ہے یہی لکھا ہے۔ مرات الاسرار اور سیر الاولیار میں۔

خواجہ کی اہلیہ صاحبہ کے نام بی بی امت اللہ اور عصمت

کاتب الحروف فقیر نجم الدین کہتا ہے کہ خواجہ بزرگ کے دو بیبیاں تھیں ایک ملک میں جس کا نام بی بی امت اللہ جو کہ اس ملک کے کسی راجہ کی بیٹی تھی۔ دوسری بی بی عصمت نام نکاحی قوم سادات حسینی سے یعنی سید وجیہ الدین مشہدی چچا حقیقی سید حسین خنگ سوار کی لڑکی اولاد امام جعفر صادق سے لیکن یہ صحیح طور سے تحقیق میں نہیں آیا کہ ان دونوں بیبیوں میں اول کون سی تھیں اور دوسری کون سی تھیں۔

کیونکہ اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ ایک رات حضرت خواجہ بزرگؒ کو زیارت حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوئی جناب رسالت مآب نے فرمایا کہ اے معین الدین تو ہمارے دین کا معین ہے مگر ہماری ایک سنت ترک کی ہے عرض کیا کہ وہ کون سی سنت ہے ارشاد ہوا کہ میں نے شادی کی اور کتخدا ہوا اور میرے اتنی عورتیں تھیں اور تو نے اب تک ایک شادی بھی نہیں کی۔

الغرض ان دنوں میں ملک خطاب نام حاکم گڈھ بیٹلی کے نے جو کہ مرید اول باعتقاد جناب خواجہ سے تھا کفار پر تاخت کی تھی اور اس دور میں ایک راجہ کی دختر گرفتار کر کے لایا تھا اس لڑکی کو لایق بستر خواجہ کے دیکھ کر ملک خطاب نے حضرت خواجہ کے نذر کر دیا۔ خواجہ نے اس کا نام امت اللہ رکھ کر بطریق ملک یمین اس پر تصرف کیا۔ بحکم اس آیت کے او ما ملکت ایمانہم (یا تری یا بندیوں جو انکے ہاتھ کی ملک ہے) پس اس کے شکم سے اولاد ہوئی۔

غریب نواز کے امام سلطان التارکین سرور الصدور میں حضرت شیخ فرید الدین چاکپراں

صاحب سجادہ در نبیرہ اور خلیفہ حضرت سلطان التارکین کے لکھتے ہیں کہ حضرت سلطان التارکین شیخ حمید الدین صوفی ناگوری نے فرمایا کہ شیخ بزرگ یعنی حضرت سلطان التارکین امامت نماز کی خواجہ بزرگ کی کیا کرتے تھے جب خواجہ اجمیر میں تشریف لائے تو ایک ملک جو اس وقت میں تھا خواجہ بزرگ کا مرید ہوا اور ایک دختر خواجہ کے نذر بھیجی حضرت خواجہ اس زمانہ میں بڈھے ہو گئے تھے کہتے ہیں کہ اس وقت ان کی عمر نوے سال کی تھی۔

حضرت خواجہ جی کو اس دختر سے فرزند پیدا ہوئے انتھلے لیکن باعث شادی خواجہ بزرگ کا بی بی عصمت سے کتابوں میں ایسا لکھا ہے کہ یہ بی بی بالغ ہو گئی تھیں اور حسن وجمال اور عفت اور عصمت میں یکتا تھیں اور ان کے والد چاہتے تھے کہ کسی بزرگ زادہ سے ان کا نکاح کر دیں لیکن لائق اس بی بی کے کسی کو نہ پاتے تھے اور اسی فکر میں رہتے تھے ایک شب امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ فرزند مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہوا ہے کہ اپنے فرزند سید وجیہ الدین سے کہدے کہ وہ اپنی دختر بی بی عصمت کو معین الدین کے نکاح میں دے دے صبح کو سید مذکور جو کہ مریدان خواجہ سے تھے خدمت میں حاضر خواجہ کے آئے اور حال خواب کا بیان کیا خواجہ نے فرمایا کہ اگرچہ میں ضعیف ہو گیا ہوں لیکن جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے تو میں قبول کرتا ہوں بس خواجہ بزرگ نے ان سے نکاح کیا اور اولاد ہوئی۔

کذا فی اخبار الاخیار در مرات الاسرار میں لکھا ہے کہ مولانا مسعود اور مولینا احمد خادمان حضرت خواجہ بزرگ روایت کرتے ہیں کہ خواجہ بزرگ دو مرتبہ اجمیر سے دہلی تشریف لے گئے ہیں عہد میں سلطان شمس الدین التمش کے۔ اول مرتبہ دہلی جاکر واپس اجمیر تشریف لائے تب دختر سید وجیہ الدین مشہدی سے نکاح کیا دوسری مرتبہ واسطے لکھوانے فرمان موضع ماندل کے بپاس خاطر اپنے فرزند فخر الدین کے دہلی تشریف لے گئے تھے۔ انتہیٰ عبارتہ

واضح ہو کہ ایک مولانا مسعود اور مولانا احمد خادم درگاہ خواجہ بزرگ زمانہ میں مولانا جمالی کے ہوئے ہیں جن کا حال سیر العارفین میں شیخ جمالی لکھتے ہیں جو کہ عہد ہمایوں بادشاہ دہلی میں تھے اور دوسرے مولانا مسعود خادم بہ ہوں جوہرات الاسرار کے مصنف سے ملے۔

الغرض دونوں بیبیوں سے حضرت خواجہ کے اولاد ہوئی ہیں یعنی ایک دختر بی بی حافظ جمال نام اور تین فرزند ہوئے بڑے سید فخر الدین، دوسرے ابو سعید تیسرے حسام الدین۔ لیکن بی بی حافظ جمال بالاتفاق بی بی امت اللہ کے شکم سے پیدا ہوئیں۔ یہ جو بعض جاہل کہتے ہیں کہ بی بی حافظ جمال راجہ کی لڑکی تھی، اور راجہ نے حضرت خواجہ کی آزمائش کے واسطے اس خیال سے آپ کے پاس بھیجی تھی کہ خواجہ اس پر مائل ہو دیں، اور اس حرکت سے خواجہ کی کرامت جاتی رہے۔ حافظ جمال خواجہ بزرگ کی خدمت میں گئیں اور حضرت نے فرمایا کہ آؤ اے بیٹی حافظ جمال اس وقت بی بی حافظ جمال بزبان مبارک خواجہ کے حافظ قرآن شریف کی ہوگئیں بالکل غلط اور بہتان ہے۔

ذکر حافظ جمال روایت صحیح یہی ہے کہ بی بی حافظ جمال حضرت خواجہ کی صاحبزادی شکم سے بی بی امت اللہ کی ہیں۔ جیسے کہ اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ بی بی حافظ جمال راجہ کی دختر کے شکم سے ہے نہ کہ راجہ کی دختر۔

یہ بی بی حافظ جمال صالحان زمان ورعارفات اور کاملات دوران سے تھیں اور مرید تھیں اپنے والد بزرگ وار یعنی جناب خواجہ بزرگ سے بعض ان کو خلیفہ بھی خواجہ کے کہتے ہیں لیکن یہ خلاف ہے کیونکہ عورت خلیفہ نہیں ہوا کرتی ہے اگرچہ ولیہ ہو اس میں کوئی شک نہیں کہ برکت نظر عنایت خواجہ بزرگ کی یہ بی بی صاحب کمال ہوگئی تھیں۔

بی بی حافظ جمال کے خاوند کا نام شیخ رضی الدین ہے۔

قبر شیخ رضی الدین قبر قصبات ناگور سے منڈ ہولا تالاب کے کنارے پر ہے کذافی اخبار الاخیار۔

کاتب الحروف کہتا ہے کہ مزار شیخ رضی الدین کا قصبہ ناگور سے ایک کوس کے فاصلے پر جانب جنوب ناگور کے موجود ہے اور مشہور ہے میں نے زیارت کی ہے۔

بی بی حافظ جمال کے صرف دو فرزند ہوئے تھے کہ جو طفولیت میں فوت ہو گئے۔

قبر بی بی حافظ جمال قبر بی بی حافظ جمال کی اور دونوں انکے لڑکوں کی اجمیر شریف میں احاطہ روضہ خواجہ بزرگ میں پایاں قبر حضرت خواجہ کے مشہور تر ہے اور ظاہر ہے جس پر ایک قبہ سنگ مرمر کا موجود ہے اور زیارت ہوتی ہے۔

مگر فرزندان خواجہ میں علماء اور مشائخ کو اس بات میں اختلاف ہے کہ یہ ہر سہ صاحبزادے کون سی بی بی کے شکم سے متولد ہوئے تھے بعض کہتے ہیں کہ سید ابو سعید بی بی عصمت اللہ کے شکم سے پیدا ہوئے اور شیخ فخر الدین اور حسام الدین بی بی امۃ اللہ سے ہیں۔

سید محمد گیسو دراز رضی اللہ عنہ جو خلیفہ اعظم شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی کے ہیں ایک جماعت درویشوں کے ساتھ اس امر پر متفق ہیں کہ یہ ہر سہ فرزند بی بی عصمت سیدزادی کے شکم سے پیدا ہوئے ہیں۔

اور سید شمس الدین طاہر خلیفہ شیخ نور قطب عالم چشتی کے کہ جن کا ذکر سید بایزید میں آوے گا ایک جماعت علماء اور فقراء کے ساتھ اس امر پر اتفاق رکھتے ہیں کہ شیخ ابو سعید بی بی عصمت اللہ سے اور شیخ فخر الدین اور حسام الدین بی بی امت اللہ سے پیدا ہوئے ہیں۔

کذافی اخبار الاخیار و مونس الارواح اور روایت سرور الصدور سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ بی بی امت اللہ سے بھی فرزند پیدا ہوئے تھے۔

مرات الاسرار میں شیخ فخر الدین اور حسام الدین کو بطن بی بی عصمت اللہ

سے لکھا ہے۔

کاتب الحروف کہتا ہے کہ فقہا کا مقولہ ہے النسب للآبا لا الامھات بہر طور اولاد خواجہ بزرگ کی ہیں خواہ کسی والدہ سے ہوں۔ نسب میں اعتبار ماں کا نہیں ہوتا ہے حضرت ابراہیم صاحبزادے پیارے حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے شکم ماریہ قبطیہ سے تھے اور امام زین العابدین شکم شہر بانو لدے سے اور ایک روایت میں شکم غزالنام جاریہ سے اور امام موسیٰ کاظم شکم حمیدہ بربریہ جوام ولد تھی اور امام علی موسیٰ رضا شکم تکتم ام ولد کنیزک حمیدہ بربریہ سے اور امام محمد تقی شکم ریحانہ کنیزک ام ولد سے امام علی نقی شکم شمانہ نام ام ولد سے تھے امام حسن عسکری شکم سوسن نام ام ولد اور امام مہدی شکم نرجس نام ام ولد سے تھے۔ جیسا کہ روضۃ الاحباب مرات الاسرار سفینۃ الاولیاء وغیرہ کتب میں لکھا ہے لیکن یہ امام مہدی موجود نہیں ہیں۔ بعضے فرقے والے ان کو مہدی جانتے ہیں۔

پس کوئی تعجب نہیں کہ ایک ان صاحبزادوں میں سے بطن بی بی امۃ اللہ سے ہوں مگر صحیح النسب اور سادات عظام سے ہیں جو کوئی اس میں شک لاوے وہ مرتد اس سلسلہ عالیہ کا ہے۔

الحاصل خواجہ بزرگ کے تین فرزند ہوئے۔ بزرگ تر میں سید فخرالدین دوسرے ابوسعید تیسرے حسام الدین چونکہ ذکر اولاد سید فخرالدین کا زیادہ تر ہے اس لیے مناسب معلوم ہوا کہ اول بیان سید ابوسعید اور حسام الدین کا کیا جائے۔

ذکر سید حسام الدین ابدال پسر خورد حضرت خواجہ بزرگؒ

واضح ہو کہ سید حسام الدین سب سے چھوٹے بیٹے حضرت خواجہ بزرگ کے تھے یہ صاحب صغرسنی میں صحبت ابدالاں میں مل کر مفقود الخبر ہو گئے تھے ان سے کوئی اولاد اور نسل جاری نہیں ہوئی۔ کذا فی مرات الاسرار۔ اخبار الاخیار

اخبار الاخیار میں اور مونس الارواح میں بھی یہی لکھا ہے کہ صحبت ابدالاں میں غائب ہو گئے تھے۔ مگر عمر کا حال نہیں لکھا ہے۔

مگر سیر الاقطاب میں لکھا ہے کہ سید حسام الدین ۵۴ برس کی عمر میں صحبت ابدالاں مل گئے تھے ان سے سات فرزند پیدا ہوئے تھے مگر نام کسی کا نہیں لکھا۔

ذکر سید ابو سعید ضیاء الدین پسر دوم خواجہ بزرگؒ

نام ضیاء الدین نام ضیاء الدین ان کی کنیت ابو سعید ہے اور ابو الخیر بھی کہتے ہیں

بیعت اور خلافت ان کو بیعت اور خلافت اپنے والد بزرگوار یعنی حضرت خواجہ سے ہے یہ حضرت رتبہ الولد سر لابیہ سے مشرف تھے اور مشغول بخدا اور کامل مکمل تھے۔

مدائن المعین میں لکھا ہے کہ بعد وفات خواجہ بزرگ کے سید فخر الدین صاحب سجادہ نشین ہوئے اور ان کے انتقال کے بعد سید ابو سعید مسند سجادگی پر رونق افروز ہوئے اور خلق خدا کو بہت فیض بخشا۔

وفات سید ابو سعید ضیاء الدینؒ ۶۹۵ھ ہجری میں بعمر پچاس برس انتقال ہوا لیکن سن عمر میں فرق معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ وفات خواجہ بزرگ کی ۶۳۳ھ ہجری میں مطابق مادہ تاریخ آفتاب ملک ہند کے ہوئی اس سے لازم آتا ہے کہ عمر سید ابو سعید کی باسٹھ سال کی ہوئی یا وفات پہلے ہوئی۔

قبر شریف قبر ان کی جھالرہ پر بائیں روضہ مبارک اپنے والد بزرگوار کے ہے۔

اولاد سیر الاقطاب میں لکھا ہے کہ آپ کے دو فرزند ہوئے مگر نام نہیں لکھا نہ یہ درج کیا کہ طفولیت میں فوت ہوئے یا شباب میں اور نسل ان سے باقی رہی یا نہیں۔

لیکن فوائد الفواد اور اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ خواجہ احمد اور وحید دونوں

برادر حقیقی پوتے خواجہ بزرگ کے تھے مگر یہ نہیں کھولا کون سے صاحبزادے کے بیٹے تھے چنانچہ عین عبارت اخبار اخیار کی یہ ہے فوائد الفوائد میں شیخ نظام الدین اولیاء سے نقل کرتے ہیں کہ فرمایا خواجہ احمد پوتے حضرت شیخ الاسلام خواجہ معین الدینؒ کے نہایت صالح تھے وہ کہتے تھے کہ ہمارا ایک یار تھا وہ ہمیشہ دو رکعت حفظ الایمان کے بعد نماز مغرب کی پڑھا کرتا تھا۔ پہلی رکعت میں بعد فاتحہ اخلاص سات مرتبہ اور فلق ایک بار اور دوسری رکعت میں اخلاص سات دفعہ اور سورۂ ناس ایک مرتبہ اور بعد فارغ نماز تین مرتبہ سجدہ میں کہا کرتا تھا یا حیّ یا قیوم ثبتنی علی الایمان۔ چنانچہ گرد و نواح اجمیر میں ایک دفعہ شام کا وقت ہوگیا۔ سارق یعنی چور نمودار ہوئے ہم سب فرض اور سنت نماز کی پڑھ کر شہر کی طرف روانہ ہوگئے اور وہ شخص نماز تمام کر کے ہمارے پیچھے آیا۔ چنانچہ اس کی رحلت کے وقت میں موجود تھا وہ ایسا دنیا سے گیا کہ جیسا اچھا جانا چاہیے۔

خواجہ احمد مذکور کہتے تھے کہ اگر مجھ کو کرسی قضا کے سامنے لے جا کر گواہی چاہیں تو میں برابر گواہی دوں کہ وہ شخص با ایمان دنیا سے گیا ہے اور خواجہ وحید۔ برادر خواجہ احمد کے ہیں۔

فوائد الفواد میں لکھا ہے کہ حضرت نظام الدینؒ اولیاء نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں اور نصیر الدین طالب علم حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر کی خدمت میں بیٹھے تھے ایک جوگی آیا اور زمین کو چوم کر بیٹھ گیا۔ نصیر الدین طالب علم نے جوگی سے پوچھا کہ آدمی کے سر کے بال کس چیز سے بڑھتے ہیں۔ مجھ کو اس کا یہ سوال حضرت شیخ کے روبرو بہت ناگوار معلوم ہوا۔

ناگاہ خواجہ وحید پوتے حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے آئے اور عرض کیا کہ مجھ کو مرید کر لیجیے حضرت شیخ گنج شکرؒ نے فرمایا کہ میں یہ نعمت آپ کی خانوادہ سے دریوزہ گری کر کے لایا ہوں میری کیا مجال کہ آپ کا ہاتھ بیعت کرنے کے ارادہ سے پکڑوں خواجہ وحید نے بہت الحاح اور اصرار کیا اور نہایت عاجزی سے مرید اور محلوق ہوئے اور نصیر الدین جس جوگی سے سوال کیا تھا مرید ہوا اور بہ برکت صحبت شیخ کے بزرگ ہوا۔

کاتب الحروف کہتا ہے کہ غالباً یہ دونوں بھائی یعنی خواجہ احمد اور خواجہ وحید
پسران خواجہ ابو سعید سے ہوں کیونکہ ان کے دو لڑکے صاحب سیر الاقطاب نے لکھے ہیں
مگر نام نہیں لکھا اور اولاد سید فخر الدین میں کہ اس زمانہ تک موجود ہے اور اس عہد
میں بھی یعنی زمانہ شیخ فرید الدین گنج شکر تک اس نام کے کوئی نہیں ہوئے اور ممکن ہے
یہ دونوں بزرگ اولاد یعنی منجملہ سات پسران سید حسام الدین کے ہوں اور ہو سکتا
ہے کہ حسب روایت اقتباس الانوار کے منجملہ پانچ پسران سید فخر الدین کے ہوں لیکن
مشہور سوائے ایک فرزند سید حسام الدین سوختہ کے کوئی لڑکا ان کا نہیں ہے۔

ذکر سید فخر الدین پسر حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ

سید فخر الدین حضرت خواجہ معین الدین حسنؒ کے بڑے بیٹے اور بہت
بزرگ کامل مکمل صاحب مقامات عالیہ تھے۔ حضرت خواجہ کو ان سے باطنی بہت بہت
تھی۔ یہ سید فخر الدین کھیتی کیا کرتے تھے انھوں نے ایک گاؤں موضع ماندل نام آباد کیا تھا۔

منقول ہے کہ جب حاکم اجمیر نے موضع ماندل کا فرمان بادشاہی ان سے طلب
کیا اور کاشت اراضی میں مزاحمت کی تب حضرت خواجہ بزرگ ان کی درخواست پر خود
بنفس نفیس دہلی تشریف لے گئے اور سلطان شمس الدین التمش سے فرمان معافی
موضع مذکور کا لکھوا کر لائے اور صاحبزادے کو دیا تب حاکم اجمیر مزاحمت سے باز آیا۔
جیسا کہ اخبار الاخیار میں لکھا ہے اس کی عبارت یہ ہے۔

خواجہ فخر الدین بن خواجہ معین الدین بزرگ تھے اور کسب کھیتی کا کیا
کرتے تھے۔ موضع ماندل جو اجمیر کے قریب ہے انہیں کا آباد کیا ہوا ہے۔ ملفوظات خواجگان
چشت میں جو لکھا ہوا ہے کہ فرزندان خواجہ نے ایک گاؤں آباد کیا تھا اور حاکم اجمیر
کی مزاحمت کے باعث خواجہ دہلی تشریف لے گئے تھے۔ وہ فرزند خواجہ کے یہی
فخر الدین ہیں یہی لکھا ہے مرات الاسرار اور سیر الاولیا اور مدائن المعین میں بعد
وفات خواجہ بزرگ کے یہی سید فخر الدین مسند ارشاد پر بیٹھے اور بیس سال

تک بندگانِ خدا کو راہ مولا بتلایا۔

وفات شریف وفات ان کی تاریخ پنجم ماہ شعبان ۷۵۱ھ ہجری میں ہوئی۔

قبر مبارک قبر قصبہ سرواڑ میں نزدیک حوض کے ہے یہ قصبہ سرواڑ اجمیر سے سولہ کوس جنوب کی طرف ہے۔

اولاد ان کے ایک مشہور پسر ہیں کذافی مدائن المعین۔

لیکن سیر الاقطاب میں اور اقتباس الانوار میں پانچ فرزند لکھے ہیں ان میں سے بڑے سید حسام الدین سوختہ ہیں مگر باقی چار صاحبزادوں کا نام یا ان کی اولاد کا ذکر نہیں لکھا ہے۔

ذکر سید حسام الدینؒ سوختہ بن خواجہ فخر الدینؒ بن خواجہ معین الدین حسن سنجریؒ

نام حسام الدین لقب سوختہ خواجہ حسام الدین سوختہ بیٹے خواجہ فخر الدین کے ہیں یہ بہت بڑے شیخ وقت اور صاحب سجادہ اپنے باپ اور دادا کے تھے اور شیخ نظام الدینؒ اولیا سے صحبت رکھتے تھے چونکہ عشق اور محبت حق تعالیٰ میں سوختہ رہتے تھے لہٰذا ملقب سوختہ سے ہوئے اخبار الاخیار اور مونس الارواح اور مدائن المعین میں یہی لکھا ہے۔

قبر مبارک قبر ان کی قصبہ سانبھر میں ہے غرب کی طرف اجمیر کے راستہ پر۔ ان کے والد بزرگوار نے ان کا نام حسام الدین اپنے بھائی حسام الدین مفقود الخبر کے نام پر رکھا تھا۔

اولاد ان کے دو فرزند تھے ایک معین الدین خورد نام دوسرے شیخ قیام بابرہل کر یہ دونوں بڑے عارف باللہ تھے۔

ذکر خواجہ معین الدین خورد بن خواجہ حسام الدین سوختہ

اخبار الاخیار اور مونس الارواح، مرات الاسرار، مدائن المعین، سیر الاقطاب

اور اقتباس الانوار میں لکھا ہے کہ خواجہ معین الدین خورد بڑے بیٹے خواجہ حسام الدین سوختہ کے ہیں اور لفظ خورد کے ساتھ ان کو بہ نسبت حضرت خواجہ بزرگ کے بولا جاتا ہے ان کی منقبت میں بھی بہت ہے کہ وہ درویش کامل صاحب حال تھے۔

مُرید اور خرقۂ خلافت مرید ہونے سے پہلے انھوں نے محنت اور مجاہدہ اس قدر کر کے مرتبہ حاصل کر لیا تھا کہ بلا واسطہ خواجہ بزرگ کی روح مبارک سے استفاضہ کرتے تھے پھر آخر میں حضرت خواجہ بزرگ کے حکم سے مرید شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی کے ہوئے اور خرقہ خلافت ان سے پایا۔ کذا فی اخبار الاخیار وغیرہ۔

قبر مبارک قبر ان کی اجمیر شریف میں پایاں روضہ خواجہ بزرگ کے ہے۔ کذا فی مدائن المعین۔

اولاد ان کے فرزند کا نام سید نظام تھا۔ ان سے لڑکے ہوئے سید فرید الدین ان سے فرزند ہوئے سید قطب الدین خاں الملقب چشت خاں۔

کہتے ہیں سلطان محمود خلجی بادشاہ مانڈونی کو جو ملک مالوہ میں اندور سے بیس کوس کے قریب ہے ان کو بارہ ہزار سوار جنگی کا مالک کر رکھا تھا اور چشت خاں کا خطاب بھی اسی بادشاہ کا دیا ہوا ہے۔ یہ مقربان بادشاہ اور وزرائے نامدار سلطان سے تھے کذا فی مدائن المعین و اخبار الاخیار۔

مدائن المعین میں لکھا ہے کہ خواجہ معین الدین خورد کے بیٹوں میں سے ایک شیخ بدو نام تھے کہ سلطان محمود خلجی نے ان کو سید الملک کا خطاب دیا تھا اور بعض پرگنات اجمیر پر ان کو حاکم مقرر کیا تھا ان کا انتقال اجمیر میں ہی ہوا۔

قبر مبارک قبر ان کی پایاں روضہ مبارک حضرت خواجہ بزرگ کے ہے۔

اولاد خواجہ معین الدین خورد کی اولاد کا صرف یہی حال جو اوپر لکھا گیا کتاب مذکورہ میں دستیاب ہوا باقی حال کسی دوسری کتاب میں بھی نہیں ملا جو لکھا جاتا حالانکہ فقیر نے بہت کچھ تلاش کتب معتبرہ میں کیا اور نیز اولاد خواجہ

بزرگ سے جو اب موجود ہیں تحقیق اور تفتیش کیا گیا لیکن صحیح طور پر اس سے زیادہ نہیں ملا نہیں معلوم کہ ان کی اولاد اس ملک میں اس زمانہ میں ہے یا نہیں۔

ہاں البتہ سن ۱۲۸۶ھ ہجری میں ایک بزرگ یعنی سید خواجہ محی الدین سے جو اولاد خواجہ بزرگ سے ہیں اس فقیر کی ملاقات ہوئی وہ فرماتے تھے کہ میں اولاد میں خواجہ معین الدین خورد کے ہوں ایک مدت سے میرا رہنا اب جودھپور میں ہے اور میرے بھائی سید خواجہ حسن مع اہل و عیال کے حیدرآباد دکن میں رہتے ہیں۔

آبا و اجداد ہمارے ملک مالوہ سے بعد خرابی سلطنت اولاد سلطان محمود خلجی کے مانڈوگڈھ سے اٹھ کر بیجا پور میں سکونت گزین ہو گئے وہاں سے ایک مدت بعد اورنگ آباد چلے گئے وہاں سے حیدرآباد اور رکاٹ میں سکونت اختیار کر لی سلطان ٹیپو معتقد ہوا اور اس نے جاگیر دیدی۔

چنانچہ ان کے پاس کرسی نامہ موجود تھا فقیر کو دکھلایا اس کی نقل درج کی جاتی ہے۔ وہ یہ ہے۔

سید خواجہ حسن چشتی و سید خواجہ محی الدین بن خواجہ احمد بن سید خواجہ حسن بن سید محمد بن سید خواجہ مودود بن خواجہ محی الدین بن خواجہ امین الدین ابن خواجہ نصیر اللہ نصیر الدین بن خواجہ سعد اللہ مست لاابالی بن خواجہ غیاث الدین محمود فضل اللہ کبکری ابن خواجہ محمد چشتی بن خواجہ عرض الدین بن خواجہ ابراہیم بن خواجہ قطب الدین خاں المعروف بچشت خاں ابن سید فرید الدین بن سید نظام الدین بن خواجہ معین الدین خورد بن سید حسام الدین سوختہ ابن سید فخر الدین بن خواجہ معین الدین حسن سنجری رح

ذکر شیخ قیام بابر بال عرف بر عیار بن خواجہ حسام الدین سوختہ

شیخ قیام الدین المشہور بہ بربال دوسرے فرزند خواجہ حسام الدین سوختہ کے ہیں۔

بیعت اور خلافت

یہ درویش کامل تھے اور اپنے والد بزرگوار سے بیعت اور خلافت رکھتے تھے اور سیانہ ضلع میں رہا کرتے تھے۔

چنانچہ ایک مرتبہ نوبت یہ پہونچی کہ اجمیر شریف میں پورا تسلط کفار کا ہوگیا اور خانقاہ حضرت خواجہ بزرگ کو کفار نے بت کدہ بنالیا تھا پس خواجہ تاج الدین بایزید بزرگ بھی اسی باعث سے مقام اجمیر سے ہجرت کرکے بغداد اور حرمین شریفین کو چلے گئے اور مدت دراز تک وہاں رہ کر تحصیل علم کی۔ اور دوسری اولاد اور پوتے شیخ قیام بابر پال کے ملک گجرات چلے گئے اور اولاد خواجہ معین الدین خورد کی مانڈو گڈھ و مالوہ میں چلی گئی جب ایک مدت دراز کے بعد رونق اسلام کی مملکت ہندوستان میں درخصوصاً اجمیر میں ہوئی تب باستماع اس خبر کے خواجہ تاج الدین بایزید بزرگ بغداد شریف سے روانہ ہو کر مانڈو گڈھ میں پہونچے اس زمانے میں مانڈو گڈھ میں شیخ الاسلام شیخ محمود دہلوی تھے اور صدارت علماء و صلحاء کی ان کے متعلق تھی۔

ان شیخ الاسلام نے بعد تحقیق کامل اور ثبوت کامل کے کہ یہ سید تاج الدین بایزید اولاد پاک نہاد حضرت خواجہ بزرگ سے ہیں اپنی دختر کا عقد اور نکاح ان سے کردیا سید تاج الدین بایزید بزرگ بعد نکاح کے چند روز تک حضور بادشاہ یعنی سلطان محمود خلجی میں بمقام مانڈو گڈھ مقیم رہے اور درس و تدریس علوم ظاہری اور باطنی کا شغل رکھا۔

چونکہ بادشاہ مذکور کو ان سے کمال اعتقاد تھا اور ان کی صحبت کو غنیمت سمجھتا تھا تو یہ امر سید قطب الدین خاں المخاطب چشت خاں کو جو کہ بنی اعمام ان کی سے تھے خوش نہ آیا اور رشک پیدا ہوا۔ انھوں نے چاہا کہ کسی نہج سے تاج الدین یہاں سے چلے جاویں تو اچھا ہو اسی بنا پر چشت خاں نے بادشاہ سے عرض کیا کہ اجمیر میں غلبہ کفار کا باقی ہے سید بایزید کو وہاں بھیجدیا جائے کہ وعظ، درس و تدریس سے رونق اسلام کی دین پہلے بھی یہ حضرت اجمیر میں درس دیا کرتے تھے بادشاہ کو یہ عرض ان کی پسند آئی اور سید تاج الدین بایزید بزرگ کو اجمیر نہ بھیج دیا۔

دوسری وجہ مانڈوگڈھ سے اجمیر آنے کی یہ ہے کہ جب کفار نابکار کا غلبہ اجمیر پر ہوگیا اور سلطنت دہلی میں انواع نواع کے فتور برپا ہوگئے تو اولاد خواجہ معین الدین خورد کی بغرض استغاثہ سلطان محمود خلجی کے پاس مانڈوگڈھ گئی اولاد شیخ قیام بایر بال کی سلطان محمود بیکرہ گجراتی کے پاس احمد آباد میں نالش گئی کہ یہ دونوں بادشاہ متفق ہوکر رانا موکل سے نام اور چونڈا راٹھور پر حملہ آور ہوئے کہ اس زمانے میں یہ دونوں یعنی موکل سے رانا جس کی نسل میں رانا اودے پور ہیں اور چونڈا راٹھور جس کی نسل میں راجہ ہائے جودھپور ہیں قابض اجمیر پر تھے۔

چنانچہ ہر دو سلطان کی فوج۔ نصرت موج نے ان دونوں قابضان اجمیر کو ایسا زبوں اور ذلیل کیا کہ ان میں طاقت نیزہ پکڑنے اور گھوڑے پر سوار ہونے کی نہیں رہی تھی اہل اسلام کے گھوڑے جو گھی اور شکر کا میلا کھایا کرتے تھے تو یہ کفار کی فوج والے کمال گرسنگی اور شدت بھوک سے بزبان ہندی کہا کرتے تھے اے کرتار ہمی ترک کا گھوڑا کیوں نہ ہوا۔ تاکہ میلا روغن اور شکر کا کھاتے۔

اس غلبہ کفار کے زمانے میں ناگور تو قبضہ راٹھور میں تھا کہ قلعہ ناگور کو راٹھوروں نے توڑ کر زمین کے برابر کر دیا تھا اور متصرف تھے اور اودے پور کا رانا موکل سے زور پر تھا جبکہ ہر دو سلطان مذکورین نے اس پر فتح حاصل کرکے اجمیر شریف کو ان کے وجود نابود سے پاک کیا اور اجمیر میں اللہ تعالیٰ نے غلبہ اسلام کا کیا اور یہ شہر مقدس قبضہ کفار سے خلاص ہوکر بدست اہل اسلام آیا۔ اور سلطان محمود خلجی نے گجا دھر نامی زنار دار کو قتل کیا تو اول اجمیر شریف کو سلطان محمود خلجی نے حوالہ چشت خاں کہ جو خواجہ زادہ تھے کیا۔ انھوں نے منظور نہیں کیا تب بعد اس کے شیخ بایزید بزرگ کے حوالہ اجمیر کیا گیا کہ انھوں نے اجمیر میں آکر وعظ و درس و تدریس سے شریعت محمدی کو رونق دی۔

کذافی مداین المعین اور ایک دوسرے رسالے میں وتیزمرات الاسرار

میں لکھا ہے کہ جب سلطان معزالدین سام المشہور شہاب الدین غوری نے ۵۸۹ ہجری میں ملک ہند کو راجہ پتھورا سے فتح کیا در تاریخ سے طبقہ بعد طبقہ سلاطین ملک ہند خدمت آستانہ خواجہ بزرگ کی کرتے رہے جس وقت کہ نوبت سلطان محمود نبیرہ سلطان فیروز شاہ کی پہونچی اور امیر تیمور نے ۸۰۱ھ ہجری میں تخت و تاج دہلی اس سے چھینا اور سلطان محمود فرار ہو کر گجرات کی طرف چلا گیا اور بعد واپس چلے جانے امیر تیمور کے ولایت کو یہی سلطان پھر آکر تخت شاہی پر بیٹھا لیکن سوائے ولایت میاں دواب اور نواحی دہلی کے دوسرا کوئی ملک اس کے قبضہ میں نہیں رہا تھا اور اس خلل سے تمام ملک ہندوستان میں طوائف الملوکی ہو کر جگہ جگہ ہر ایک جدا بادشاہ بن گیا تھا۔

چنانچہ کاتب الحروف کہتا ہے کہ گجرات احمد آباد میں ظفر خاں جو صوبہ دار سلطان فیروز شاہ کی طرف سے تھا بعد انتقال فیروز شاہ کے یہ خلل سلطنت دہلی میں دیکھ کر بجائے خود گجرات میں تخت شاہی پر بیٹھ گیا۔ مالوہ میں دلاور خاں لودی خود سر ہو گیا ملتان میں سارنگ خاں بنگال میں مبارک شاہ کہ پشتوں تک ان لوگوں کی نسل میں بادشاہی رہی اور دہلی میں بعد سلطان محمود شاہ کے خضر خاں سید کہ اول ملتان میں صوبہ تھا فیروز شاہ کی طرف سے اس سے سارنگ خاں نے ملتان لے لیا اور کسی جگہ وہ بھاگ گیا۔

امیر تیمور نے جب دہلی فتح کیا تو سلطان محمود گجرات کی طرف چلا گیا وہاں بھی اپنی قیام کا موقع نہ دیکھ کر مانڈوگڈھ میں آیا عسرت کے چند روز گزارے اور امیر تیمور محض سولہ روز دہلی میں رہ کر بوجہ خبر اختلال ولایت خراسان کے واپس اپنے ملک کابل کو چلا گیا اور سلطنت دہلی کو حوالہ سید خضر خاں کے کر گیا۔

چنانچہ بعد چلے جانے امیر تیمور کے روایت کو سلطان محمود نے مانڈوگڈھ مالوہ سے آکر دہلی پر پھر قبضہ کر لیا اور ملو خاں وزیر کی امداد سے کچھ ملک اس کے تصرف میں آ گیا باقی سب ملک ماتحت خضر خاں کے رہا بعد وفات سلطان محمود کے تمام ملک دہلی کا بقبضہ خضر خاں آ گیا اور یہ خضر خاں تخت بادشاہی دہلی پر بیٹھ گیا کہ چند

پشت تک سلطنت دہلی خضر خاں کی نسل میں رہی سلطان سید علاؤ الدین سے بہلول لودی نے سلطنت لے لی اس کے بعد اس کا بیٹا سکندر لودی ہوا۔

اس کے بعد ابراہیم لودی کو بابر شاہ مغل نے ولایت کابل سے آکر قتل کر کے بادشاہت دہلی کی چھینی اس کے بعد ہمایوں اس کا بیٹا تخت نشیں ہوا اس سے شیر شاہ افغان نے کہ جوار بے کبار سے تھا سلطنت پر قبضہ کر لیا اور ہمایوں پریشان اور خراب ہو کر ولایت ایران کو چلا گیا راستہ میں جسلیمر میں محمد جلال الدین اکبر اس کا بیٹا حالت غربت میں پیدا ہوا بعد شیر شاہ کے اس کا بیٹا سلیم شاہ بادشاہ ہوا اس کے بعد سلطان عدلی اس کے بعد پھر ہمایوں نے ولایت سے آکر پٹھانوں سے سلطنت دہلی کو فتح کیا اور تھوڑے عرصے بعد مر گیا اس کے بعد اکبر شاہ اس کا بیٹا بادشاہ جلیل القدر شہنشاہ دہلی ہوا۔

جیسا کہ تاریخ فرشتہ اور مرات الاسرار میں لکھا ہے کہ جب تخلل ملک ہندوستان میں ہو کر طوائف الملوکی ہو گئی اس زمانہ میں قلعہ اجمیر مضافات سے قبضہ رانا موکل سے زمیندار چتوڑ کے آگیا لیکن اس گروہ نے بھی کوئی دقیقہ خدمت گزاری خانقاہ حضرت خواجہ کا اٹھا نہیں رکھا بلکہ اس کے زمانہ میں جو کوئی بجرم مرتکب بے ادبی آستانہ معلی کا ہوتا اس کو سزا دی جاتی تھی الغرض اسی طرح اٹھارہ سال تک قلعہ اجمیر راجہ چتوڑ کے تحت میں رہا۔

ایضاً فیہ تاریخ نظامی میں لکھا ہے کہ ۸۵۹ھ ہجری میں سلطان محمود خلجی بادشاہ مالوہ سے عرض ہوئی کہ ابتدائے طلوع آفتاب اسلام ممالک ہند میں اجمیر سے ہوئی ہے۔ افسوس کہ وہ مقام متبرک کفار کے ہاتھ رہے سلطان مذکور لشکر بے شمار لے کر اجمیر پر آیا اور عرصہ چار روز میں قلعہ اجمیر کو بامدد خواجہ بزرگ کے فتح کیا اور گجادھر نام سردار قلعہ کا چند ہزار راجپوتوں کے ساتھ مارا گیا اور سلطان محمود نے بجائے بت کدہ کے مسجد عالی تعمیر کرائی اور خدمت اولاد خواجہ بزرگ اور خادمان درگاہ کی بہت کی اور خواجہ نعمت اللہ کو خطاب سیف خانی کا دے کر

اس کو حاکم اجمیر مقرر کر کے خود اپنی دارالسلطنت کی طرف لوٹ گیا۔ اس تاریخ سے قطعہ اجمیر کا تصرف میں سلاطین مالوہ کے تھا۔

سلطان غیاث الدین بن سلطان محمود خلجی کو خواجہ مخدوم حسین ناگوری سے کمال اعتقاد تھا۔ اس نے حضرت مخدوم حسین کے نذر بہت سا روپیہ کیا۔ خواجہ مخدوم حسین ناگوری نے اس زر کثیر سے حضرت خواجہ بزرگ کی قبر پر گنبد عالیشان تعمیر کرایا و نیز روضہ اپنے دادا سلطان التارکین حمید الدین صوفی ناگوری کا بھی ناگور میں بنوایا اور دروازہ بڑا یعنی بلند دروازہ خانقاہ خواجہ بزرگ کا بنایا ہوا ایک بادشاہ مالوہ کا ہے۔

اس کے بعد راجہ سنگھا نے اجمیر پر قبضہ کیا اور مطابق تاریخ فرشتہ کے سلطان بہادر گجراتی سنہ ۹۳ ہجری میں اجمیر آیا جیسا کہ تاریخ تعمیر و مرمت روضہ خواجہ بزرگ سے ظاہر ہوتا ہے جو کہ مصرعہ قبہ عرش برس میں نکلی ہے یعنی ۹۳۹ ہجری کس واسطے کہ سلطان مذکور ۹۳۱ ہجری میں اجمیر آیا تھا۔

تاریخ گجرات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بعد چند مدت کے ملک مالوہ اور اجمیر سلطان بہادر گجرات کے قبضہ میں زیادہ بھی نہایت معتقد حضرت خواجہ بزرگ کا تھا اور بہت نیازمندی سے بعض عمارات آستانہ مبارک تعمیر کرائی۔ اس کے بعد چند روز قلعہ اجمیر کا قبضہ بر رائے مال دیو راجہ مارواڑ جودھپور کے رہا۔ اس نے بھی براہ عقیدت جزوی عمارت درگاہ شریف میں بنوائی۔

غرض کہ مدت ایک سو تر سٹھ برس تک اسی طرح سے طوائف الملوکی ولایت ہندوستان میں رہی۔ اس عرصہ میں ہر ایک والی اور حاکم اور بادشاہ اپنی سعادت دارین جان کر خدمت آستانہ معلی کی کرتا رہا۔

جب نیک ساعت میں بعد نماز جمعہ دوم ربیع الاول ۹۶۳ ہجری میں جلال الدین محمد اکبر بادشاہ غازی بعمر چہاردہ سالہ بعد وفات اپنے باپ ہمایوں کے بادشاہ دہلی کا ہو کر تخت نشین ہوا اور ملوک طوائف مثل ستاروں کے بروز روشن بے رنگ نور

نابود ہوگئے کہ آج تک ان کا نشان اور اثر نہیں ہے۔

حق تعالیٰ نے بہ سبب توجہ روحانیت خواجہ بزرگ کے بعد چند قرن کے تمام ممالک ہندوستان کو بلاشرکت اکبر بادشاہ کو مع اس کے فرزندان کے عطا فرمایا کہ بادشاہ نہایت عقیدت مند جناب خواجہ بزرگ کا تھا۔ یہاں تک کہ مکرر پیادہ پا واسطے زیارت روضہ خواجہ بزرگ کے اجمیر پہنچا ہے۔ اس نے درگاہ میں ایک بڑی مسجد تعمیر کرائی۔ گرد شہر اجمیر کے شہر پناہ واسطے جمعیت و آرام ساکنان شہر کے مع محلات بادشاہی تعمیر کرائی اور فرزندان خواجہ بزرگ اور مجاوروں کے وظائف نقد اور مدد معاش میں زمین مناسب احوال ہر ایک کے مقرر کئے اور لنگر خانہ کے واسطے اور دیگر کارخانجات کے لئے چند دیہات خوائی پرگنہ اجمیر سے تعین فرمائے تاکہ متولی اور بادشاہی موجود رہ کر ہمیشہ خدمت آستانہ و رفقرا اور ارباب حاجات کی بجائے کہ وہ طریقہ آج تک جاری ہے پس عرصہ پچاس سال تک کہ یہی مدت مدت سلطنت اکبر بادشاہ کی ہے۔ بہت اچھی طرح سے حق خدمت گزاری آستانہ خواجہ بزرگ کا نہایت اخلاص کے ساتھ اکبر بادشاہ نے ادا کیا اور کوئی دقیقہ اعتقاد و رخدمت کا باقی نہیں رکھا۔

جب اکبر بادشاہ کے فوت ہونے کے بعد روز پنجشنبہ تاریخ بستم جمادی الثانی سنہ ہجری کو اس کا بیٹا نورالدین محمد جہانگیر بادشاہ ہوا۔ اور اڑتیس برس کی عمر میں تخت بادشاہی پر بیٹھا تو اس نے بھی خدمت آستانہ معلی اور اعتقاد میں اپنا قدم اپنے باپ سے آگے رکھا اور ہر قسم کے خرچ اور انعام درگاہ شریف میں بڑھائے اور بہت نیازمندی کے ساتھ واسطے طواف مزار خواجہ بزرگ کے جاتا تھا اور بعض اوقات مدت دراز تک اجمیر میں ٹھہر رہتا تھا اور مدت تیس برس تک کہ یہ عرصہ اس کے ایام سلطنت کا ہے یہی دستور اس نے جاری رکھا۔

اس کی وفات کے بعد شہاب الدین محمد شاہ جہاں صاحب قران ثانی روز دوشنبہ ہشتم جمادی الثانی ۱۰۳۷ ہجری میں بعمر ۳۰ سال، سال تخت سلطنت موروثی پر بیٹھا۔ تمام عالم اس کی فیض بخشی سے فائض ہوا۔ اور اول سال جلوس میں

جمع ہو گئے تھے۔ اسی طرح ستر سال تک رواج اور رونق دین اسلام کی اور درس
علوم شرعی اور حفظ و تلاوت قرآن شریف کی آستانہ شریف میں رہی۔ بعد شاہان
بلخی کے یک غلام نے غلامان سلطان غیاث الدین بادشاہ مندوی سے
ملوخاں نام نے اس ولایت پر غالب آکر اور اپنے بادشاہ سے برگشتہ ہو کر
علماء اور فضلاء اور شرفاء اجمیر پر ظلم کرنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ قاضی
ادریس دہلوی کو جو حاکم محکمۂ شریعت کے تھے ایک مدت تک قید میں رکھ کر
شہید کرا دیا۔ یہ خبر سن کر بادشاہ غیاث الدین نے شیر خاں چندیری وال اور محمد
خاں ناگوری کو حکم بھیجا تو انھوں نے ملوخاں ملقب اقبال خاں کو شہر اجمیر سے
نکالا اور ملوخاں کے باپ کی قبر سے جو صحن روضہ خواجہ بزرگ میں مدفون ہوا
تھا استخوان نکلوا کر باہر پھینک دیں اور نقش و نگار جو اس کی قبر پر تھے اکھیڑوا
ڈالے جو اب تک صحن گنبد خواجہ بزرگ میں موجود ہیں۔

فی الجملہ جب شیخ بایزید بزرگ اجمیر میں آکر مختار شہر اجمیر کے اور درگاہ
خواجہ بزرگ کے ہوئے اور تمام بندوبست خانقاہ کا اور نذر و نیاز ان کے ہاتھ میں
ہو گیا تو خادمان درگاہ کو جو کہ تفرقہ اولاد خواجہ بزرگ اور پراگندگی ان کی اور
چلے جانے دیگر ولایات کے سبب سے مختار درگاہ ہو رہے تھے حسد پیدا ہوا
اور انھوں نے ظاہر کرنا شروع کیا کہ یہ سید بایزید بزرگ اولاد خواجہ سے
نہیں ہیں اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ استغاثہ بادشاہ محمود خلجی کے پاس لے گئے
اور عرض بہت کچھ افترا اور دروغ بیانی کے ساتھ کی۔

چنانچہ مونس الارواح اور اخبار الاخیار میں لکھا ہے عبارتہ: اختلاف
لوگوں کا جو اولاد خواجہ بزرگ میں ہو رہا ہے وہ اسی شیخ بایزید میں ہے کہ بعد مدت
اقامت اجمیر کے ایک جماعت نے انکار ان کے خواجہ کے فرزند ہونے کا کر کے بادشاہ
تک پہنچایا تھا۔ بادشاہ نے اس زمانے کے علماء اور مشائخ کبار سے دریافت
کیا تو حضرت مخدوم خواجہ حسین ناگوری اور مولانا رستم اجمیری نے کہ جو علماء اور

مشائخ کبار سے اور قدمائے اجمیر سے تھے گواہی دی کہ شیخ بایزید بزرگ فرزندان شیخ قیام بابر بال بن خواجہ حسام الدین سوختہ بن خواجہ فخر الدین بن خواجہ معین الدین چشتی حسن سنجری رحمت اللہ علیہ سے ہیں۔

پھر شیخ عبد الحق محدث دہلوی "اخبار الاخیار" میں لکھتے ہیں کہ حقیقت میں اگر خواجہ حسین ناگوری نے اقرار نسب شیخ بایزید کا کیا ہو، تو کافی ہے کیونکہ وہ ولی اور عارف اور مقتدائے وقت ان کے سلسلہ کے تھے اور اس سے کہ مخدوم حسین ناگوری نے فرزند شیخ بایزید سے نسبت خویشی ادا کی اور اپنی دختر ان کے فرزند کو دی۔ ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک نسبت فرزندی کی شیخ بایزید کی خواجہ بزرگ سے تحقیق تھی عمر بایزید بزرگ کی ایک سو پچاس سال ہوئی۔

قبر و خرقہ خلافت

قبر ان کی پایاں روضہ خواجہ بزرگ کے ہے۔ اور خرقہ خلافت سید شمس الدین طاہر نے انہی سے حاصل کیا تھا کذا فی مدائن المعین وغیرہ اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ سید شمس الدین طاہر مرید شیخ نور عالم چشتی کے ہیں یہ سید بزرگ تھے اور ولایت زنتھبور میں رہتے تھے۔ اور ایک سو بیس برس کی عمر پائی تھی اور جناب خواجہ بزرگ میں بہت اعتقاد رکھتے تھے اس درازی عمر میں بھی کبھی اجمیر کے بازار یا گلی کوچہ میں اپنا تھوک یا ناک کا پانی نہیں ڈالا۔ پیشاب و پاخانہ کا تو ذکر ہی کیا ہے اور شہر میں بغیر طہارت کے نہیں جایا کرتے اور اپنی سکونت شہر اجمیر کے باہر رکھا کرتے تھے جب شہر میں آتے تو طہارت کامل کے ساتھ آتے اگر وضو گراں ہوتے تو شہر کے باہر چلے جاتے کہ وضو نہ ٹوٹ جائے۔

کاتب الحروف کہتا ہے کہ عجیب نہیں ہے کہ انھوں نے خرقہ سید بایزید بزرگ سے بھی پہنا ہو اور خلافت پائی ہو اور شیخ احمد مجد شیبانی مرید خواجہ حسین ناگوری کے اور انہیں کے شاگردوں میں ہیں کہ اٹھارہ سال کی عمر میں نارنول سے کہ نوے سال کی عمر میں سنہ ۹۲۷ ہجری میں وفات پائی اور

سید تاج الدین بایزید بزرگ کی ایک لڑکی تھی سید نورالدین محمد طاہر ان
کی شادی دختر خواجہ مخدوم حسین ناگوری جدِّ بزرگ وار اس کاتب الحروف فقیر نجم الدین
سے ہوئی تھی۔ یہ ولی کامل اور عارف باللہ اور مرید اور خلیفہ اپنے والد سید بایزید
کے تھے بعد وفات پدر کے سجادہ آباو اجداد پر بیٹھے اور خلق خدا کو ارشاد
کرتے تھے آخر سجدہ میں جان بحق تسلیم کی کذا فی مدائن المعین. ان کے ایک لڑکی
ہوئی سید رفیع الدین المشہور بایزید خورد. ان کو بایزید خورد بہ نسبت انکے
جدِ حقیقی سید تاج الدین بایزید بزرگ کے کہتے تھے۔ ان کی والدہ دختر مخدوم
حسین ناگوری کی تھیں یہ مرید اور خلیفہ صاحب سجادہ اپنے والد کے تھے۔

سیر العارفین میں شیخ جمالی لکھتے ہیں کہ جب میں اجمیر شریف گیا تو اس
وقت صاحب سجادہ شیخ المشائخ سید بایزید تھے جو بہت بڑے شیخ
عظیم الشان ہوئے ہیں اور ایک رسالہ میں نے دیکھا کہ بہ ہنگامہ سلطنت سلطان
نصیر الدین مانڈوی کے جب مملکت میں ضعف آیا تو جب تک کہ بایزید ثانی
زندہ تھے کافر لوگ اجمیر کو فتح نہیں کر سکے جب شیخ بایزید خورد فوت ہوگئے تو
قریب عرصہ میں رانا سانگا نے اجمیر تلوار کے زور سے لے لیا اور بہت سے
مسلمان روضہ شریف سید حسین خنگ سوار میں شہید ہوئے اور اکیس برس تک اجمیر
رانا سانگا کے قبضے میں رہا۔

اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ جب اجمیر میں خلل واقع ہوا اور قلعہ کو رانا
سانگا نے جو کہ گبر عظیم تھا مسلمانوں سے لے لیا اور اکثر مسلمانوں کو شہید کیا شیخ
احمد مسجد شیبانی اس حادثہ سے سات روز پہلے بحکم اشارت خواجہ بزرگ کے
شہر سے باہر نکل آئے اور تمام مسلمانان اجمیر کو خبردار کر دیا کہ اس شہر پر
نظر جلال کی ہے حضرت خواجہ بزرگ کا حکم ہے کہ مسلمان اس شہر سے نکل
جائیں۔

روز دوشنبہ سنہ ۹۲۲ھ میں تمام مسلمانان شہر سے باہر نکل آئے

کے بعد [illegible] ابراہیم لودھی [illegible] شاہ دہلی ہوا [illegible] نے بھی وہ تین بارہ ہزار تنکہ معافی ناگور [illegible] معین الدین ثانی کی خدمت میں بھیجنا جاری رکھا۔ یہ بارہ ہزار تنکہ سکندری اس زمانے کے چوبیس ہزار روپیہ ہوتے ہیں۔

اس کے بعد جب بابر شاہ مغل بادشاہ دہلی ہوا اور خدام درگاہ شریف اس کے پاس بھی گئے اس نے مشاہیر و ارکان دولت سے دریافت کیا کہ کیا دستور ان کی نذر و نیاز کا زمانہ پٹھانوں میں تھا ان میں سے شیخ جمالی اور شیخ امام الدین وغیرہ نے عرض کیا کہ بارہ ہزار تنکہ سکندری سال بسال ملتا تھا۔ بابر شاہ ہنسا اور کہا کہ بہت کم تھا بابر نے دو چند یعنی چوبیس ہزار تنکہ بابری آگرہ سے سال بسال بھیجتے رہنے کا حکم دیا کہ یہ وہاں پہنچتا رہے بابر کے کے قریب زمانہ میں ہی شیخ معین الدین کا انتقال ہو گیا۔

قبر و اولاد

ان کی قبر ناگور میں ہے۔ آپ کے تین لڑکے تھے بڑے خواجہ حسن دوسرے خواجہ [illegible] تیسرے خواجہ ابوالخیر۔

[illegible] سے [illegible] معین الدین ثانی کی وفات [illegible] کے تینوں فرزند خورد سال تھے اور اجمیر اور ناگور قبضہ راجہ مالدیو کی جاگیر میں جو چتوڑ کے تھا بعد چند روز کے سلطان بہادر گجراتی نے جو قلعہ چتوڑ کو توڑا [illegible] سال میں اجمیر میں اسلام پھر رونق پکڑ گیا [illegible]

پھر ناگور [illegible] اجمیر کو [illegible]

بعد شیر شاہ افغان بادشاہ دہلی نے مالدیو سے [illegible]

[illegible] شاہ

[illegible] سلیم شاہ کے فوت ہو جانے کے بعد خواجہ معین الدین ثالث نے تین مرتبہ جمعیت مسلمانان کے ساتھ اجمیر کو کفار کے ہاتھ سے بزور شمشیر چھینا آخر الامر راجہ ودے سنگھ بیر

مالدیو راٹھور نے قبضہ اپنا اجمیر پر کر لیا۔

اولاد خواجہ معین الدین ثالث نے بامداد حاجی جان اور خوانین سلطان عدنی کے لشکر گراں کے ساتھ کافروں کو اجمیر سے نکال دیا اور سخت جنگ کر کے فتح پائی۔

فائدہ: جو کچھ حال اوپر لکھا گیا ہے ایک رسالہ سے کہ جس کا نام درج نہیں تھا لکھا گیا ہے کہ یہ رسالہ اس فقیر کو کتب خانہ اولاد خواجہ سے دستیاب ہوا تھا۔ جو عہد جلال الدین اکبر بادشاہ میں تصنیف ہوا تھا۔

ذکر سید حسن بن معین الدین ثالث

خواجہ سید حسن بڑے بیٹے سید معین الدین ثالث کے تھے مگر مجذوب تھے اپنا طور رندانہ اور مستانہ رکھتے تھے بعد وفات سید معین الدین ثالث کے اگرچہ مستحق سجادہ نشینی اپنے والد بزرگوار کے یہ ہی تھے لیکن اس سبب سے کہ ایک بزرگ سالک متشرع کی سجادگی مجذوب کے لئے نامناسب تھی۔

بدیں وجہ ان کے چھوٹے بھائی سید حسین کو جو صفات درویشی سے موصوف اور سالک متشرع تھے سجادگی پر بٹھایا گیا۔ خواجہ حسین سے خوارق عادت وکرامات ظاہر ہوا کرتی تھی۔

مشہور ہے کہ ایک گروہ فقیروں کا ان سے نکلا ہے ان کے کوئی فرزند پیدا نہیں ہوا آپکے دو دختر پیدا ہوئیں یک مسماۃ سلطان خاتون جو دیوان ولی محمد بن

اولاد خواجہ ابو الخیر خواجہ معین الدین ثالث سے منکوحہ ہوئیں دوسری بی بی ملک جہاں جو سید شاہ محمد بن خواجہ ابوالخیر سے کتخدا ہوئیں۔ کذا فی مدائن المعین۔

ذکر خواجہ حسین پسر دوم خواجہ معین الدین ثالث

خواجہ حسین پسر دوم خواجہ معین الدین ثالث بزرگ کامل اور ولی اور شیخ وقت تھے جن سے صدہا کرامتیں ظاہر ہوئیں۔ یہ مجرد تھے شادی نہیں کی تھی تمام

عمر ریاضت اور مجاہدہ اور تصفیہ قلب میں مصروف کی یہی سبب تھا کہ ان کو بوجہ شادی نہ کرنے کے خواجہ حسین بال چینتے کہتے تھے۔ بعد انتقال اپنے والد معین الدین ثانی کے سجادۂ مشیخیت پر بیٹھے اور ہزاروں مخلوق خدا کو رستہ خدا کا بتلا کر کامل و مکمل کیا۔

مدائن المعین میں لکھا ہے کہ یہ تین بھائی تھے۔ بڑے خواجہ حسن مجذوب ان سے چھوٹے خواجہ حسین ان سے چھوٹے خواجہ ابوالخیر ان میں سے حسین پسر متوسط صاحب علم و عقل اور درویش باخدا عالم علم ظاہر و باطن تھے۔ بعد انتقال ان کے والد کے لوگوں نے مشورہ کیا کہ ان تینوں صاحبزادوں کو روضہ متبرکہ حضرت بزرگ پر لے چلیں جس کے ہاتھ پر دروازہ مسدود روضہ حضرت خواجہ بزرگ کا کھل جاوے گا اس کو صاحب سجادہ مقرر کریں گے۔

چنانچہ ایسا ہی کیا گیا کہ دو صاحبزادوں کے ہاتھ سے دروازہ روضۂ خواجہ بزرگ کا نہیں کھلا اور ان کے یعنی سید حسین کے ہاتھ سے دروازہ بند روضہ خواجہ بزرگ کا خود بخود فتح الباب ہو گیا اور یہ صاحب سجادہ مقرر کیے گئے۔ تفصیل اس کی مدائن المعین میں لکھی ہے۔

مدائن المعین میں لکھا ہے کہ شیخ ابوالفضل اور اس کا برادر فیضی دونوں وزیر جلال الدین محمد اکبر بادشاہ دہلی کے تھے۔

کاتب الحروف کہتا ہے کہ یہ شیخ ابوالفضل اور فیضی مجاور درگاہ حضرت سلطان التارکین خواجہ حمید الدین ناگوری جد اعلیٰ اس عاصی کے تھے اپنے علم و ہنر کی بدولت مقربان بادشاہ جلال الدین اکبر میں داخل ہو گئے تھے۔ یہ ابوالفضل بادشاہ کے روبرو ہمیشہ دعویٰ اس امر کا کرتا تھا کہ دیوان خواجہ حسین خواجہ زدہ سجادہ نشین حضرت خواجہ میرے برادر خالہ زاد ہیں۔

شہنشاہ اکبر اجمیر میں آیا اور خواجہ حسین صاحب سجادہ کی ملاقات کے لیے گیا۔ ابوالفضل بھی ہمرکاب تھا بادشاہ نے خواجہ حسین سے پوچھا کہ کیا شیخ ابوالفضل آپ کے برادر خالہ زاد ہیں انھوں نے جواب دیا کہ کُلّ مومنٍ اخوۃٌ یعنی

(تمام مومن بھائی ہیں) بادشاہ نے پھر پوچھا کہ شیخ ابوالفضل کو نسبت خالہ زادگی آپ سے ہے یا نہیں پھر وہی جواب دیا کل مومن اخوۃ یعنی (تمام مومن بھائی ہیں) بادشاہ نے سمجھ لیا کہ ابوالفضل کا بیان غلط ہے شیخ ابوالفضل کو نہایت ندامت حاصل ہوئی۔

تب سے ہی ابوالفضل خواجہ حسین سے کینہ و عداوت رکھنے لگا۔ یہاں تک کہ یک مرتبہ موقع پاکر بادشاہ اکبر سے عرض کیا کہ شیخ خواجہ حسین کا ارادہ ہے کہ لشکر جمع کر کے آپ پر چڑھائی کرے اور خود بادشاہ دہلی بن جاوے۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ ہم کیونکر اعتبار کر سکتے ہیں کہ ان کا ارادہ ایسا ہے اس نے عرض کیا کہ تمام راجائے ہند مثل راجہ جودھپور و جے پور کوٹہ بوندی وغیرہ سب اس مشورہ میں شامل ہیں۔ اور ہر روز بلاناغہ خواجہ حسین کے سلام کو جاتے ہیں ان راجاؤں میں سے کسی ایک کو بطور امتحان کہ آپ حکم دیں کہ خواجہ حسین کا سر اتار لاؤ اگر وہ اقرار کریں تو مجھ کو جھوٹا سمجھیں ورنہ مجھ کو سچا جانیں۔

چنانچہ اکبر بادشاہ نے امتحان کے واسطے راجہ جودھپور اور جے پور اور بیکانیر کو حکم دیا کہ خواجہ حسین دیوان حضرت خواجہ بزرگ کا سر اتار لاؤ۔ انھوں نے عرض کیا اگر حضور ہمارے سر درکار ہوں یا ہمارے ماں باپ کے سر اتارنے کا حکم دیا جائے تو سچے دل کے ساتھ تعمیل حکم کے لئے ہم حاضر ہیں یہ خواجہ حسین ایک بزرگ فقیر مرشد خلق اور مقبول خدا ہیں ہر مسلمان اور ہندو کے ادب کی جگہ ہیں ان کے واسطے ہم سے ایسا کیا جانا نہایت ہی برا ہے۔

بادشاہ کو جواب سے شک پیدا ہو گیا اور سمجھ لیا کہ شاید ابوالفضل کا معروضہ صحیح ہو اس لئے محمد جلال الدین اکبر بادشاہ نے حکم دیا کہ خواجہ حسین اجمیر سے نکل جاویں اور مکہ مکرمہ و مدینہ طیبہ کو چلے جاویں۔ چونکہ خواجہ حسین بے تعلق و مجرد تھے چند خادموں کو ساتھ لے کر مکہ معظمہ کو روانہ ہو گئے وہاں پہنچ کر زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہو کر مدت تک سکونت رکھی۔

ابوالفضل کا مدعا حاصل ہو گیا اور اسی میں شیخ ابوالفضل نے اکتفا نہ کیا بلکہ بادشاہ کو صلاح دی کہ جو حویلی خواجہ حسین کے قریب تر روضہ خواجہ بزرگ سے تھی جڑ سے اکھڑوا کر اس کی جگہ مسجد اکبری بنوادی جو کہ اب تک درگاہ میں درمیان بلند دروازہ اور خانقاہ اور نقار خانہ کے وہ مسجد عالی موجود ہے۔

نقل ہے کہ مدائح المعین میں لکھا ہے کہ ایک روز خادم نے خواجہ حسین سے مکہ مکرمہ میں عرض کیا کہ یا حضرت آپ کے خادموں کو اکبر بادشاہ نے ملک سے باہر نکال دیا اور جلاوطن کر دیا کچھ تو اس کو اس گستاخی کی سزا اور کرشمہ دکھلانا چاہیئے کہ وہ بھی جانے آپ نے فرمایا کہ اس بارے میں ہم کو کرامت دکھلانا منظور نہیں ہے ورنہ بادشاہ کی کیا طاقت تھی کہ جو ہم کو ملک سے باہر نکال دے خادم نے پھر اصرار کیا کہ حضور ضرور ہی کچھ دکھلانا چاہیئے تاکہ وہ معتقد ہو کر حضور کو خود بخود بلا لے جب خواجہ حسین نے خادم کا اصرار بہت دیکھا تو جوش میں آکر فرمایا کہ انشاء اللہ آج ہی اس کو ایسا جلسہ دکھلائیں گے کہ خود بخود ہم کو فرمان لکھ کر بلاویگا۔

چنانچہ اسی رات کو بادشاہ اکبر کے پیٹ میں ایسا درد ہوا کہ صدہا حکیم اور طبیب حاضرین سے علاج نہ ہو سکا اور قریب المرگ ہو گیا ذرا سا افاقہ درد میں ہوا تو اکبر نے حضرت خواجہ بزرگ کو خواب میں دیکھا گویا فرماتے ہیں اے نالائق تو نے ہمارے فرزند اور سجادہ نشین خواجہ حسین سے گستاخی کی ہے جلد اس کو مکہ مکرمہ سے بلا ورنہ اپنی موت میں کچھ فرق نہ سمجھ اس وقت بادشاہ نے فرمان بطلب خواجہ حسین لکھوایا اور درد شکم سے اس کو کامل صحت ہوئی خواجہ حسین اجمیر میں آئے اور رونق افزائے سجادہ شریف ہوئے۔

قبر خواجہ حسین

قبر خواجہ حسین کی درگاہ شریف میں مسجد شاہجہانی کے پیچھے سنگ مرمر سے بنی ہوئی ہے روضہ بہت بڑا بنا ہوا ہے جس میں ان کے اقربا کی چند قبریں اور بھی ہیں۔

بعض جاہل خادم عام زائرین کو اس روضہ میں لے جاکر زیارت کراتے

ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ قبر خواجہ عثمان ہارونی یعنی حضرت خواجہ بزرگ کے مرشد کی ہے جو صریح کذب اور افترا ہے۔ کیونکہ خواجہ حسین مجرد تھے اولاد نہیں تھی لہذا بعد وفات ان کے حسب وصیت خواجہ حسین کے سید معین الدین بن خواجہ ابوالخیر کو جو برادرزادہ ان کے اور تربیت یافتہ اور مرید و خلیفہ اور پسر خواندہ خواجہ حسن کے تھے اسی طرح سے سجادہ نشین ہوئے کہ وقت وفات خواجہ حسین کے سید معین الدین اجمیر میں موجود نہیں تھے کسی جگہ لشکر شاہی میں گئے ہوئے تھے جس کی تفصیل مدائن المعین میں لکھی ہے۔

چنانچہ اس سبب سے سید معین الدین کے بھائی ولی محمد بن خواجہ ابوالخیر کو تمام مسلمانان اجمیر نے اتفاق کر کے مسند سجادگی پر بٹھلادیا جب سید معین الدین کو خبر وفات خواجہ حسین کی پہنچی تو وہ لشکر شاہی میں سے روانہ ہوکر اجمیر آئے اور سید ولی محمد کو سجادگی سے علیحدہ کر کے بجائے خواجہ حسین کے ۱۰۲۹ھ میں خود سجادہ نشین ہوئے۔

ذکر خواجہ ابوالخیر بن خواجہ معین الدین ثالث اور انکی اولاد

خواجہ ابوالخیر بن خواجہ معین الدین ثالث بن خواجہ سید رفیع الدین بایزید خورد کے ہیں۔

اولاد آپ کے بارہ فرزند ہوئے ان میں سے پانچ تو باپ کی زندگی میں ہی فوت ہوگئے اور سات بیٹے کہ جن کا نام یہ ہے:۔

اول۔ سید معین الدین کہ جن کو اس کتاب میں معین الدین رابع لکھا جاویگا۔

دوسرے۔ سید ولی محمد

تیسرے۔ علم الدین

چوتھے۔ سید شاہ محمد

پانچویں۔ سید شہاب الدین

چھٹے۔ سید محمود

ساتویں۔ سید مودود زندہ رہے۔

چنانچہ ان ساتوں کا ذکر لکھا جاتا ہے۔

واضح ہو کہ اس زمانے میں جو اولاد حضرت خواجہ بزرگ خواجہ معین الدین چشتی کی اجمیر میں موجود ہے وہ ان ہی خواجہ ابوالخیر کی نسل سے ہیں باقی حال اکثر اولاد حضرت خواجہ بزرگ کا معلوم نہیں ہے۔

ذکر سید معین الدین رابع بن خواجہ ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ

سید معین الدین اگرچہ فرزند صلبی اور بڑے بیٹے خواجہ ابوالخیر کے ہیں. ان کے چچا خواجہ حسین نے بوجہ لاولدی کے ان کو فرزندی میں قبول کر لیا تھا لہذا بعد وفات خواجہ حسین کے یہ صاحب سجادہ نشین بجائے خواجہ حسین کے ہوئے ان کے ایک لڑکا تھا سید مبارک نام الشہور دیوان شاہ جو باپ کی حیات میں فوت ہو گیا تھا لیکن اس سے تین فرزند اور ایک دختر شکم بی بی انبیا ہمشیرہ مخدوم الہند سے ہوئے جن کے نام یہ ہیں۔

اول۔ خواجہ احمد

دوم۔ سید نظام

سوم۔ سید نجم الدین

اور دختر کا نام بی بی عصمت تھا۔

چنانچہ سید خواجہ احمد بن مبارک شاہ سے کوئی لڑکا نہ ہوا مگر چار لڑکیاں پیدا ہوئیں. جن کے نام حسب ذیل ہیں۔

اول بی بی عائشہ

دوم۔ بی بی سعیدہ

سوم۔ بی بی بزرگ

چہارم۔ بی بی عابدہ

چنانچہ بی بی عائشہ مسمی سید سبحان سادات نارنول سے منکوحہ ہوئیں اور ان کے بطن سے سید مذکور کو پانچ فرزند ہوئے۔

اول۔ عاقل محمد

دوسرے۔ محمد فاضل

تیسرے محمد عادل

چوتھے۔ غلام معین الدین

پانچویں کا نام راوی نے نہیں لکھا۔

اور ایک دختر پیدا ہوئیں سائستہ بانو کذائی مدائن امعین

اور بی بی سیدہ بنت سید احمد کا عقد شرعی سید برہان الدین برادر کلاں سید سبحان نارنولی مذکور سے ہوا ان کے بطن سے چار فرزند اور دو دختر پیدا ہوئے۔ دختران کے نام راوی نے نہیں لکھے ہیں۔ لڑکوں کے نام حسب ذیل ہیں:- ۱۔ سید ولی محمد

۲۔ سید حافظ محمد

۳۔ سید سعید الدین

۴۔ سید اعظم الدین

اور بی بی بزرگ بنت سید احمد کا نکاح شاہ جیون بن شاہ صادق محمد بن اولاد شیخ نظام الدین نارنولی فاروقی سے ہوا۔ لیکن اس سے کوئی اولاد نہیں ہوئی اور بی بی عابدہ بنت سید احمد مذکور نے اپنے اختیار سے نکاح نہیں کیا اور یاد خدا میں مشغول رہے ریاضت اور مجاہدہ ایسا کیا کہ صالحات روزگار سے تھے۔

ذکر سید نظام الدین پسر دوم سید مبارک المشہور دیوان شاہ بن سید سعید الدین رابع

سید نظام الدین بن دیوان شاہ کو ان کی بی بی جان بی بی نام بنت شیخ محمد افضل

بنہر شاہ حمزہ دہر سوتی کے شکم سے تین فرزند اور چار دختر پیدا ہوئے جن کے نام یہ ہیں۔

اول بڑا شرف الدین

دوم۔ شمش الدین

سوم۔ خضر محمد

۱۔ اسماۃ بی بی ایمنہ

۲۔ بی بی فاطمہ

۳۔ ہدیتہ بی بی

۴۔ گلاب بی بی۔ لڑکیاں تھیں۔

شرف الدین پسر اول نظام کو شکم حفیظہ بانو بنت سید اچھا عرف غفار بن سید شہاب الدین بن خواجہ ابوالخیر سے تین لڑکے اور دو دختر پیدا ہوئے۔

اوّل۔ لڑکا بڑا خیر محمد نام کہ اس سے دو لڑکیاں پیدا ہوئیں جن کا نام مدائن المعین میں نہیں لکھا ہے۔

دوسرا سید مودود اس سے دو فرزند اور دو دختر پیدا ہوئے یعنی بڑا لڑکا سید محمد علی دوسرا سید علی یہ دونوں لاولد فوت ہو گئے۔ اور لڑکیوں میں اول سکینہ دوسری صاحب النساء

چنانچہ سکینہ بی بی شیخ مدو بن شیخ محمد سے منکوحہ ہوئیں اور دوسری دختر کے خاوند کا نام صاحب مدین نے نہیں لکھا ہے۔

اور تیسرا لڑکا سید شرف الدین کا محمد وارث نام تھا ان سے دو فرزند اور دو دختر پیدا ہوتے لڑکوں کا نام خواجہ محمد اور معین بخش تھا اور بڑی لڑکی بی بی صاحب دولت جو سید منیر الدین سجادہ نشیں بن سید سراج الدین سے منکوحہ ہوئیں۔

دوسری دختر بخت دولت نام جن کا عقد شرعی سید شہاب الدین بن سید جلال الدین سے ہوا۔

ذکر سید شمس الدین پسر دوم سید نظام الدین بن دیوان شاہ بن سید معین الدین ثالث کا

سید شمس الدین بن سید نظام الدین بن دیوان شاہ زمانہ بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر میں منصب شایاں پر ممتاز تھا مگر کوئی اولاد نہیں رہی اور سید خضر محمد بن سید نظام الدین کو اس کی زوجہ صاحب دولت نام بنت دیوان سراج الدین سے تین فرزند اور ایک دختر ہوئی۔

بڑے فرزند کا نام سید محسن جن کی زوجہ سیف النساء بنت سید دیوان منیر الدین تھے ان سے ایک لڑکا ہوا علم الدین، دوسرا سید مقیم الدین اور تیسرا اکبر علی کہ ان دونوں کا حال مدائن المعین میں نہیں لکھا ہے۔ اور دختر کا نام دولت بی بی تھا جو سید محمد انور بن سید محمد سعید بن سید محمود سکنہ دہر سول سے منکوحہ ہوئیں ان کے بطن سے دو فرزند ہوئے جن کا نام غلام علی در سید حسین علی ہے۔

ذکر دختران سید نظام بن دیوان شاہ بن سید معین الدین رابع کا

سید نظام بن دیوان شاہ کے چار لڑکیاں تھیں۔ سب سے بڑی ایمنہ بی بی جو شیخ امان احمد بن شیخ محمد بن شیخ احمد بن شیخ نظام۔ بن شیخ منور بن میراں بدہ بن شیخ سدید بن شیخ شمس الدین بن شیخ محمد بن شیخ وحید بن شیخ عبدالعزیز بن حضرت سلطان التارکین حمید الدین صوفی الناگوری سعیدی فاروقی سے بیاہی گئیں۔

ان کے شکم سے شیخ امان اللہ کے دو فرزند اور ایک دختر ہوئی لڑکوں میں بڑے کا نام کرم اللہ تھا۔ اور چھوٹے کے نام میں اختلاف ہے یعنی مدائن المعین میں تو محمد نعیم لکھا ہے اور شجرہ اولاد حضرت سلطان التارکین میں شکر اللہ لکھا ہے کہ یہ ہر دو لاولد فوت ہوئے اور دختر کا نام بی بی خدیجہ تھا جو کہ سید خیر محمد بن سید شرف الدین اولاد خواجہ بزرگ سے منکوحہ ہوئیں۔

۲۔ دوسری لڑکی سید نظام کی فاطمہ بی بی تھیں جو شیخ نواللہ ناگوری برادر

حقیقی امان اللہ مذکور اولاد حضرت سلطان التارکین سے بیاہی گئیں اور ان کی اولاد طفولیت میں ہی فوت ہو گئی۔

۳۔ تیسری دختر سید نظام کی ہدیہ بی بی نام جو شیخ عبدالرشید پیرزادہ دہرسوں اولاد شیخ حمزہ دہرسوں ہی سے منکوحہ ہوئیں اور لاولد رہیں۔

۴۔ چوتھی لڑکی سید نظام کی گلاب بی بی تھیں جو سید محمد سعید بن محمود بن معین الدین ابن سید محمد سعید باشندہ دہرسوں اولاد ابوالفرح واسطی نسل امام علی موسیٰ رضا کے عقد میں آئیں ان کے عقد میں ان کے شکم سے سید مذکور کے دو فرزند پیدا ہوئے سید غلام علی اور حسین علی نام۔

ذکر سید نجم الدین پسر سوم سید مبارک دیوان شاہ بن دیوان معین الدین رابع کا

سید نجم الدین بن دیوان شاہ کے دو فرزند اور چھ لڑکیاں تھیں۔
لڑکوں کا نام سید نظر محمد اور سلطان محمد اور لڑکیوں کے نام یہ ہیں

۱۔ بی بی برکت

۲۔ دوسری سعادت بانو

۳۔ تیسری بی بی متیمہ

۴۔ چوتھی بی بی خدیجہ

۵۔ پانچویں بی بی حنیفہ

۶۔ چھٹی بی بی صاحبہ تھیں۔

سید نظر محمد بن سید نجم الدین کے چار فرزند تھے اور ایک دختر ہوئی

۱ بڑا لڑکا سید سراج الدین ان کے ایک لڑکا ہوا رحیم الدین اور ایک دختر ہوئی مسماۃ جمیعت النساء جو نصیر الدین بن شہاب الدین سے بیاہی گئیں۔

۲۔ دوسرا لڑکا خواجہ دین محمد جو لاولد فوت ہوا۔

۳۔ تیسرا لڑکا محمد حیات عرف سید بلاقی ان کے بطن سے بی بی سعیدہ بنت

شیخ رضا محمد کے تین فرزند اور ایک دختر ہوئی۔

۱۔ بڑا لڑکا سید غلام امام

۲۔ دوسرا لڑکا غلام جعفر

۳۔ تیسرا محمد تقی اور دختر کا نام صاحب مدائن المعین نے نہیں لکھا۔

چوتھا لڑکا سید نظر محمد کا سید بہاؤ الدین نام تھا جو صغر سنی میں مرگیا اور دختر نظر محمد کی عزت النساء نام تھیں جو سید مجید الدین بن سید شمس الدین برادر حقیقی دیوان سراج الدین سے بیاہی گئیں ان کا ایک لڑکا ہوا بدیع الدین نام جنکا ذکر آگے لکھا جاوے گا اور ذکر سید سلطان محمد پسر دوم سید نجم الدین کا مدائن المعین میں نہیں لکھا، نہ معلوم ان سے اولاد جاری ہوئی یا نہیں ہوئی ہے الحمدللہ کہ یہاں تک بیان اولاد دیوان سید معین الدین رابع کا ختم ہوگیا۔

الٰہی بحق بنی فاطمہ	کہ بر قول ایماں کنی خاتمہ
خدایا فاطمہ کے طفیل میں	قول ایمان لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر خاتم ہو
اگر دعوتم رد کنی ور قبول	من و دست داماں آل رسول
چاہے میری دعا قبول کریں یا رد کریں	میں ہوں اور داماں آل رسول ہے

ذکر دیوان سید ولی محمد پسر دوم خواجہ ابوالخیر کا

یہ بیان پہلے لکھا جا چکا ہے کہ بعد فوت ہونے خواجہ حسین صاحب سجادہ سید ولی محمد ہو گئے تھے بعد چند روز کے ان کے بڑے بھائی سید معین الدین رابع نے لشکر سلطانی سے آکر ان کو دیوانی سے علیحدہ کرکے خود سجادہ نشیں ہوگئے۔

سید ولی محمد کے تین عورتیں تھیں ایک سلطان خاتون نام بنت سید حسین مجذوب اور دو عورتوں کا نام مدائن المعین میں نہیں لکھا۔ بی بی سلطان خاتون کے شکم سے سید منورکو ایک لڑکا ہوا اور ایک دختر فرزند کا نام سید عبدالستار معروف سید سونڈھا جس نے شادی نہیں کی اور مجرد رہا یہ

مجذوب اور صاحب حال اور صورت رندانہ رکھتے تھے بڑے صاحب کشف وکرامت تھے ایک گروہ فقراء کا سوندھا شاہی نام ان ہی سے جاری ہے اور وہ ان کی ہی متابعت کرتے ہیں۔ چنانچہ مفصل حال ان کی بزرگی اور فضل وکمال کا مدائن المعین میں موجود ہے۔

اور دختر سید ولی محمد کا نام بی بی جیبتی تھا جو سید بایزید بن سید شاہ محمد بن خواجہ ابوالخیر سے منکوحہ ہوئیں۔

دوسری بی بی غیر کفو سے سید ولی محمد کے دو فرزند ہوئے ایک سید ابوالبرکات، دوسرا سید عبدالصمد کہ بہ عالم طفولیت میں مر گیا۔

سید ابوالبرکات کے دو فرزند ہوئے ایک عبدالرسول جو لاولد فوت ہوگیا۔ دوسرا عبدالنبی جن کے دو عورتیں تھیں، ایک بی بی فاطمہ بنت سید محی الدین بن شہاب الدین بن خواجہ ابوالخیر ان کے بطن سے سید مذکور کو ایک دختر کافیہ باتوں نام پیدا ہوئی جو سید غلام حسین سے بیاہی جا کر لاولد فوت ہوگئی۔

۲ دوسری عورت سید عبدالنبی کی قوم جہیتہ سے تھی اس سے بھی ایک لڑکا ہوا۔ سید محمد دلیر نام کہ اس کی نسل اس وقت تک یعنی زمانہ تصنیف کتاب مدائن المعین تک جو عہد محمد شاہ بادشاہ دہلی میں تالیف ہوئی تھی اجمیر میں موجود ہے۔

۳ اور تیسری عورت سید ولی محمد کے بطن سے کہ یہ بھی غیر کفو تھی ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام سید عبدالرزاق معروف سید چاکھا تھا وہ اجمیر سے باہر جا کر غائب ہوگیا نہیں معلوم کہاں گیا اس کی اولاد اجمیر میں نہیں ہے نہ باہر کا حال معلوم ہے۔

لیکن مدائن المعین میں لکھا ہے کہ دیوان ولی محمد کے ایک لڑکا تھا جس کا نام فیض اللہ تھا مگر اس کی والدہ کا نام نہیں لکھا کہ کس کے شکم سے تھا اور پھر لکھا کہ اس کے تین فرزند اور دو دختر تھیں۔

۱ بڑا بیٹا غوث محمد

۲ دوسرا محمد نواز

۳ تیسرا غلام محمد

غوث محمد سے دو لڑکیاں ہوئیں ایک خیر النساء جو سید سراج الدین ابن نظر محمد سے منکوحہ ہوئیں۔ دوسری بی بی چھینی جو خواجہ دین محمد بن نظر سے بیاہی گئیں۔

اور سید محمد نواز کے اولاد ہوئی تھی مگر طفولیت میں مر گئی۔ غلام محمد سے دو فرزند ہوئے ایک نعمت اللہ جو صغر سنی میں فوت ہوا دوسرا سید گھاسی ان کا ذکر آگے نہیں لکھا اور دختر سید فیض اللہ کی بڑی خوشحال بی بی جو سید نظر محمد ابن سید نجم الدین سے منکوحہ ہوئی اس کے شکم سے سید نظر محمد کے چار فرزند پیدا ہوئے۔ جن کا ذکر اوپر لکھا جا چکا ہے۔

اور دوسری دختر فخر النساء تولد ہوئی جس کا نکاح سید عظیم الدین ولد سید عظمت اللہ سے ہوا اس کے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

ذکر دختران سید ولی محمد دیوان کا

دیوان ولی محمد کے تین لڑکیاں تھیں۔

اوّل بی بی چھینی شکم سلطان خاتون بنت سید حسن مجذوب سے کہ جس کا ذکر اوپر لکھا گیا ہے۔ اس کا نکاح سید بایزید بن سید شاہ محمد بن خواجہ ابو الخیر سے ہوا۔

دوسری دختر بی بی چھینی جو مادر غیر کفو سے پیدا ہوئی تھی اس کا نکاح سید اچھا عبد الغفار بن سید شہاب الدین سے ہوا اس کے شکم سے ایک لڑکا مسمی سید تھو اور ایک دختر بی بی حفیظہ نام پیدا ہوئی۔

تیسری دختر بی اللہ دی جو سید محی الدین ولد شہاب الدین ولد

خواجہ ابوالخیر سے بیاہی گئی اس کے بطن سے ایک لڑکا سید ہزاری نام اور دو دختر ایک فاطمہ دوسری جان بی بی پیدا ہوئی۔

فاطمہ کا عقد سید عبدالنبی بن سید ابوالبرکات سے ہوا اور اس کے ایک دختر ہوئی نام کافیہ بی بی جو سید غلام حسین۔ بن سید تھو سے بیاہی گئی اور جان بی بی سید شمس الدین ولد سید نظام الدین بن دیوان شاہ سے منکوحہ ہوئی اور اس سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔

ذکر شاہ محمد پسر سومی خواجہ ابوالخیر کا

سید شاہ محمد بن خواجہ ابوالخیر کو بطن بی بی ملکہ جہاں بنت سید حسن مجذوب سے تین فرزند پیدا ہوئے۔

۱ اول ابراہیم

۲ دوسرا عبدالصمد

۳ تیسرا سید بایزید

سید عبدالصمد بن شاہ محمد کو بطن بی بی رسید دے اولاد نہیں ہوئی اور سید ابراہیم کے دو فرزند ہوئے

ایک غیاث الدین حسن جو لاولد فوت ہوا۔

دوسرا سید محمد طاہر جو اجمیر سے برخاست ہو کر آٹھ کاٹھ کی طرف چلے گئے اور وہاں جا کر شادی کی اور سکونت کر لی کہ اب تک ان کی اولاد صحیح النسب اس جگہ موجود ہے۔

اور سید بایزید کے دو بیویاں تھیں ایک بی بی زہرا عرف بی بی چھیتی بنت سید ولی محمد اور دوسری عورت غیر کفو سے تھی۔ بی بی چھیتی سے ایک دختر پیدا ہوئی بی بی راستی نام عرف راج بی بی جو سید فخر الدین معروف سید ہزاری سے بیاہی گئی۔ اور ایک جگہ لکھا ہے کہ اس کا شوہر سید تھو بن محی الدین بن شہاب

الدین بن خواجہ ابوالخیر تھا۔

اور عورت غیر کفو کے شکم سے سید بایزید کو تین فرزند اور دو دختران پیدا ہوئیں لڑکوں کا نام :۔

۱۔ سید قیام الدین

۲۔ قطب الدین

۳۔ صلاح الدین

ان میں سے دو لاولد فوت ہوئے۔

اور سید صلاح الدین کے ایک لڑکا ہوا سید بلاقی اس سے صرف ایک دختر پیدا ہوئی تھی کہ وہ بھی طفولیت میں فوت ہوگئی غرضیکہ فرزندان بایزید سے کوئی اولاد باقی نہ رہی اور دختران سید بایزید جو زن غیر کفو سے ہوئی تھیں ان میں سے بڑی کا نام بی بی نصرت تھا جو خواہرزادہ سید نعمت اللہ متولی روضہ منور خواجہ بزرگ سے منکوحہ ہو کر لاولد فوت ہوگئی۔

دوسری عزت بی بی جس کو اس کے برادر حقیقی سید قطب نے بے قصور تلوار سے قتل کر ڈالا ناکتخدا فوت ہوئی۔

ذکر سید محمود اور سید مودود پسران خواجہ ابوالخیر کا

یہ دونوں بھائی مجرد تھے شادی نہیں کی اور عین حیات میں بعبادت خدا مشغول رہ کر عالم بقا کو گئے۔

ذکر سید شہاب الدین بن خواجہ ابوالخیر کا

سید شہاب الدین پسر ششم خواجہ ابوالخیر کے تھے۔ ان کو بطن بی بی صندل بنت سید حسن مجذوب سے دو فرزند ہوئے۔

۱۔ اوّل سید محی الدین

دوسرے۔ عاشق محمد عرف سید اچھا

سید محی الدین سے ایک لڑکا ہوا۔ فخر الدین نام عرف سید تھو جس کو سید ہزاری بھی کہتے ہیں۔

اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں ایک جان بی بی زوجہ سید شمس الدین دوسری فاطمہ زوجہ سید عبدالنبی اور زوجہ سید محی الدین کا نام جس سے یہ اولاد ہوئی بی بی اللہ دی بنت سید ولی محمد تھا۔

اور فخر الدین ولد سید ہزاری سے دو دختر پیدا ہوئیں۔

۱۔ اول۔ بزرگ النساء جو سراج الدین بن دیوان فخر الدین بن دیوان سید محمد سے منکوحہ ہوئی۔

۲۔ دوسری۔ بی بی فرزانہ جو سید مصلح الدین بن دیوان فخر الدین کے عقد میں آئیں۔

اور سید عاشق محمد بن سید شہاب الدین کے ایک لڑکا ہوا۔

سید تھو نام اور چھ لڑکیاں ہوئیں جن میں سے ایک کا نام بی بی حنیفہ تھا جو سید شرف الدین بن سید نظام الدین سے بیاہ دی گئی۔ باقی لڑکیوں کا حال مدائن المعین میں نہیں لکھا۔

اور سید تھو بن سید عاشق محمد عرف سید اچھا سے ایک لڑکا غلام حسین اور ایک دختر عقیقہ بانوں پیدا ہوئیں۔ چنانچہ غلام حسین ناکتخدا کسی سفر میں گیا تھا جو پھر واپس نہیں آیا اس کا حال کچھ معلوم نہیں ہے کہ کہاں گیا اور کیا ہوا۔

ذکر سید علم الدین پسر ہفتم خواجہ ابوالخیر کا

سید علم الدین مرد کامل و عالم علم ظاہری اور باطنی کے تھے۔ اپنے چچا خواجہ حسین کے مرید تھے اور ان سے ہی تربیت پائی تھی یہ صاحب کشف و کرامات اور خوارق عادات تھے خواجہ حسین نے ان کو فرزندی میں قبول کیا تھا۔

ان کی زوجہ کا نام بی بی زینت النساء تھا جو اولاد سے حضرت خواجہ سلطان التارکین حمید الدین صوفی ناگوری کے تھے ان کے بطن سے سید مذکور کے تین فرزند ہوئے۔

۱۔ اول۔ سید علاؤ الدین
۲۔ دوسرے۔ سید حسام الدین
۳۔ تیسرے۔ سید ابو الفتح

ذکر سید علاؤ الدین پسر بزرگ سید علم الدین کا

سید علاؤ الدین شیخ وقت اور بزرگ کامل اور عارف باللہ تھے جیسا کہ مرآت الاسرار میں شیخ عبدالرحمٰن دہلوی چشتی نے مختصر حال ان کا لکھا ہے۔
بعد انتقال دیوان خواجہ حسین کے سجادگی اور دیوانی ان کے برادر زادہ سید دیوان معین الدین رابع بن ابو الخیر کے نام مقرر ہوئی۔ ان کے بعد سید عبدالستار عرف سید سونڈھا بن سید ولی محمد بن خواجہ ابو الخیر مسند سجادگی پر بیٹھے اور بوجہ مجذوبی کے سجادگی سے علیحدہ کئے گئے اور دیوانی بنام سید علاؤ الدین ولد سید علم الدین مقرر ہوئی۔ چنانچہ فرمان تقرر دیوانی کا منجانب بادشاہ نور الدین جہانگیر و شاہ جہاں بادشاہان دہلی بنام سید علاؤ الدین اس فقیر نے ان کی اولاد کے پاس بچشم خود دیکھا ہے۔
سید علاؤ الدین تاریخ بست و ہفتم جمادالاول ۱۰۴۲ھ ہجری مطابق ۵ جلوس شاہ جہاں میں مسند دیوانی و سجادگی پر رونق افروز ہوئے اور مدت دراز تک مخلوق خدا کو ارشاد و تعلیم راہ خدا کی اور علم شریعت اور طریقت کی کرتے تھے۔

قبر مبارک قبر ان کی اجمیر شریف میں مسجد شاہ جہانی کے پیچھے قریب روضہ خواجہ حسین کے ایک قبہ میں کہ جو سنگ مرمر کا ہے اور جس کو تنواکھہ

کہتے ہیں واقع جو مشہور ہے۔ چنانچہ سوا کھنبہ پر سنگ مرمر میں کندہ کی ہوئی یہ ابیات موجود ہیں۔

نظم

پناہ ملت و دیں خواجہ معین الحق	کہ ہشت درگہ عالیش مکہ ثانی
قوم مذہب کی پناہ شیخ خواجہ معین الدین	کہ جنکی درگاہ عالی مکہ ثانی کا رتبہ رکھتی ہے
جوار مرقد آں شاہبازِ عرش نشیں	کہ زیر شہپر او بیضۂ مسلمانی
اس عرش نشین شہباز کے مرقد کے آس پاس	کہ جنکے شہپر کے نیچے اسلام کا فخر و نشان پرورش پاتا ہے۔
بناء مقبرہ بنہاد شیخ علاؤ الدین	کہ باد عاقبت او بخیر ارزانی
اس مقبرہ کی بنیاد شیخ علاؤ الدین نے رکھی	تاکہ ان کا عاقبت بخیر و خوبی سنور جائے
چوں فکر در پے تمام سال زد خرد	بگفت روضہ مرتب شد بآسانی
جب اس مقبرہ کی تعمیر کی فکر عقل نے کی	تو کہا کہ آسانی کے ساتھ اس تاریخ کو روضہ مرتب ہو

ان کے تین لڑکے اور تین لڑکیاں تھیں

سب سے بڑے بیٹے دیوان سید محمد

دوسرے زین العابدین

تیسرے سید فضل علی جن کو فضل اللہ بھی کہتے ہیں

اور لڑکیوں میں بڑی امت اللہ ہے اور دو لڑکیوں کا نام سید الائمہ المعین میں نہیں لکھا ہے۔

ذکر دیوان سید محمد پسر بزرگ سید دیوان علاؤ الدین کا

بعد انتقال دیوان سید علاؤ الدین کے ان کے بڑے بیٹے دیوان سید محمد جو زیور صلاح سے آراستہ اور پیراستہ تھے بجائے اپنے باپ کے صاحب سجادہ ہوئے۔ جن کی تقرری دیوانی اور سجادگی کا فرمان بادشاہی یعنی شاہ جہاں بادشاہ دہلی کا فرمان اس فقیر نے بچشم خود ان کی اولاد یعنی سید نجم الدین

ابن سید لطف علی بن دیوان سید وارث علی بن سید زین العابدین بن سید دیوان علاؤ الدین کے پاس دیکھا ہے۔

سید محمد ۱۰۹۲ھ ہجری میں صاحب سجادہ مقرر ہوئے ان کے دو عورتیں تھیں ایک بی بی اولاد خواجہ سلطان التارکین حمید الدین صوفی ناگوری سے جن کا نام راوی نے نہیں لکھا صرف اس قدر لکھا ہے کہ اس بی بی سے دیوان سید محمد کو ایک دختر پیدا ہوئی، فخر النساء نام جو سید عبدالرزاق اولاد خواجہ سلطان التارکین سے منکوحہ ہوئی کذا فی مدائن المعین۔

فائدہ:۔ واضح ہو کہ یہ عبدالرزاق پسر شیخ عبدالرحمن بن شیخ قطب الدین بن شیخ کمال الدین بن شیخ عبدالقادر بن شیخ عبدالفتح بن شیخ خواجہ معروف بن خواجہ مخدوم حسین ناگوری رضی اللہ عنہم اجمعین تھے کہ جو یہ سب کے سب اولاد سلطان التارکین قصبہ جھونجھنوں کے رہنے والے تھے یعنی بی بی فخر النساء قصبہ جھونجھنوں میں شیخ عبدالرزاق سے بیاہی گئی۔ اور یقین ہے کہ دیوان سید محمد کی بی بی جو اولاد خواجہ سلطان التارکین یعنی والدہ فخر النساء کی وہ بھی باشندہ جھونجھنوں کی ہوں گی کہ اس سبب سے فخر النساء اپنی ننھیال میں بیاہی گئی ہیں واللہ اعلم بالصواب۔

یہ شیخ عبدالرزاق داماد دیوان سید محمد کہ جو ہم جدی اس فقیر کے اور شوہر فخر النساء کے تھے تین بھائی تھے۔ بڑے شیخ حسین دوسرے شیخ عبدالرزاق تیسرے شیخ عبدالقادر۔

چنانچہ عبدالقادر لاولد فوت ہوئے اور شیخ عبدالرزاق کو بی بی فخر النساء سے دو لڑکے ہوئے۔ عبدالصمد اور عبدالغفار کہ یہ دونوں لاولد فوت ہوئے اور دختر بھی صبیح النساء نام کہ یہ بھی لاولد فوت ہوئی۔ کذا فی شجرہ اولاد حضرت سلطان التارکین و مدائن المعین۔

اور شیخ حسین پسر سوم شیخ عبدالرحمن کے ایک لڑکا ہوا عبدالقوی اور اس سے لڑکا ہوا شیخ فقیر اللہ کہ ان کا نکاح بی بی نور النساء بنت سید امجد بن سید

احمد بن سید حسام الدین بن سید علم الدین بن سید خواجہ ابوالخیر سے ہوا۔

دوسرے بی بی دیوان سید محمد کی ملیح النسا بنت مقرب خاں عرف حکیم شیخ ہتیا ساکن قصبہ کرانہ تھے۔ اس کے بطن سے دیوان مذکور کو چار فرزند ہوئے۔

اوّل۔ سید فخر الدین

دوم۔ سید سیف اللہ

سوم۔ سید عماد الدین

چہارم۔ امام الدین اور بعضوں نے بجائے سیف اللہ کے شریعت اللہ لکھا ہے۔

ذکر دیوان سید فخر الدین بن دیوان سید محمد کا

بعد انتقال سید محمد کے ان کے بڑے بیٹے سید فخر الدین بجائے اپنے والد کے بعہد بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر ۱۱۰۱ ہجری میں صاحب سجادہ اور دیوان ہوئے۔

ان کے تین عورتیں تھیں۔

اوّل۔ بی بی جنیس بنت نواب فیض اللہ خاں اولاد مخدوم جہاں یاں سید جلال الدین بخاری جس سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔

دوسری۔ بی بی عزیزہ بنت شیخ اللہ جس کے بطن سے دیوان مذکور کو دو فرزند ہوئے۔ ایک سید مفرح الدین دوسرے سید مصلح الدین۔

تیسری۔ بی بی غیر کفو تھی جس سے ایک لڑکا ہوا سید نجم الدین بغرضیکہ دیوان سید فخر الدین کے تین فرزند ہوئے۔

اوّل۔ مفرح الدین

دوم۔ مصلح الدین

سوم۔ نجم الدین۔ کہ ذکر ہر ایک کا لکھا جاوے گا۔

ذکر سید سیف اللہ بن دیوان سید محمد کا

سید سیف اللہ بیٹے دیوان سید محمد کے ان کی بی بی صالحہ بنت مقرب خاں سے کوئی اولاد نہیں ہوئی البتہ دوسری عورت غیر کفو سے کہ جس کا نام نہیں لکھا ایک لڑکا ہوا تھا سید حبیب اللہ نام کہ اس کے پیدا ہونے کے بعد سید سیف اللہ کو مرض جنون کا ہو گیا تھا باقی عمر گوشہ میں گزاری۔

سید حبیب اللہ کے دو عورتیں تھیں۔ ایک عورت غیر کفو سے دو دختر پیدا ہوئیں۔ جن میں سے ایک صغر سنی میں مر گئی اور دوسری سید حمزہ بن سید عظیم الدین بن عظمت اللہ بن حسام الدین بن سید علم الدین سے بیاہی گئی۔ اس بی بی پہلی کے فوت ہونے کے بعد سید حبیب اللہ نے دوسری شادی کی مسماۃ بی بی رمضانی بنت شیخ محمد فاضل سے کہ اس کے بطن سے اس کو ایک لڑکا سید فیض اللہ نام، اور ایک دختر پیدا ہوئی جس کا نام نہیں لکھا۔

سید فیض اللہ کا نکاح بدیع النساء سے ہوا ہے اب تک اس کے اولاد نہیں ہے کذافی مدائح المعین اور دختر سید حبیب اللہ کا نکاح سید گھاسی بن سید غلام محمد سے ہوا۔

ذکر سید عماد الدین بن دیوان سید محمد کا

سید عماد الدین پسر سومی دیوان سید محمد کو اس کی زوجہ بی بی وجیہ النساء بنت شیخ نظام الدین ناگوری نبیرہ خواجہ سلطان التارکین حمید الدین صوفی سے چند فرزند اور دختر پیدا ہوئی تھی مگر وہ سب طفولیت میں فوت ہو گئے تب سید عماد الدین نے دوسری عورت غیر کفو سے نکاح کیا جس سے ایک لڑکا ہوا غلام چشتی نام کہ اس کی شادی بی بی کمال دولت بنت شیخ نجم الدین بن دیوان فخر الدین سے ہوئی اس سے زیادہ حال راوی نے نہیں لکھا۔

ذکر سید امام الدین بن دیوان سید محمد کا

سید امام الدین کا نکاح اولاد شیخ زادہ ہائے کرانہ یعنی مقرب خاں معروف حکیم شیخ بہتا میں ہوا تھا جس سے ایک دختر پیدا ہو کر مر گئی اور وہ لاولد فوت ہوا۔ الحمدللہ کہ ذکر اولاد دیوان سید محمد کا ختم ہوا۔ اب بیان اولاد سید فخر الدین کا لکھا جاتا ہے۔

ذکر سید نجم الدین بن دیوان سید فخر الدین کا

دیوان فخر الدین ۱۱۱۱ہ ہجری میں بعہد بادشاہ عالمگیر صاحب سجادہ ہوئے تھے۔ بعد وفات عالم گیر کے جب اس کا بیٹا بہادر شاہ بادشاہ دہلی ہوا اور واسطے زیارت روضہ منورہ حضرت خواجہ بزرگ کے اجمیر میں آیا تو دیوان فخر الدین سے ناخوش ہو کر اس نے ان کو دیوانی سے معزول کر کے سید سراج الدین بن سید ابوالفتح بن سید علم الدین کو کہ جو بہت نیک بخت زاہد و عابد تھے دیوان مقرر کر کے فرمان سجادگی ان کے نام لکھ دیا اس روز سے دیوان سید علاؤ الدین کی اولاد میں دیوانی اور سجادگی کی شراکت پیدا ہو کر رخنہ پڑ گیا ورنہ تین پشت تک برابر سجادگی ان کے گھر میں رہی یعنی دیوان علاؤ الدین ان کے بعد ان کے بیٹے سید محمد ان کے بعد ان کے بیٹے دیوان سید فخر الدین صاحب سجادہ رہے۔

نقل ہے معمرین و معتبرین اولاد خواجہ بزرگ سے میں نے سنا ہے کہ باعث رنجیدگی بہادر شاہ بادشاہ دہلی کا دیوان سید فخر الدین سے یہ ہوا کہ قدیم سے یہ قاعدہ جاری تھا جب بادشاہ دہلی زیارت مزار خواجہ بزرگ کے واسطے آتے تو دروازہ خانقاہ درگاہ شریف تک صاحب سجادہ حضرت خواجہ کے بادشاہ کے استقبال کے واسطے جایا کرتے تھے اور بادشاہ کے آگے آگے دعا کرتے ہوئے روضہ شریف میں آیا کرتے تھے اور زینہ ابتدائی خانقاہ

شریف سے لے کر تا روضہ شریف فرش مکلف بچھایا جاتا تھا کہ جس پر پابرہنہ بادشاہ حضرت صاحب سجادہ کے پیچھے پیچھے آتے تھے اور شیشہ عطر گلاب نہایت عمدہ بادشاہ اپنے ہاتھ سے صاحب سجادہ کے ہاتھ میں دیا کرتے تھے تاکہ اس عطر کو وہ مزار مقدس پر ملیں۔

اتفاق سے بہادر شاہ محمد معظم بادشاہ جب اجمیر میں واسطے زیارت روضہ متورہ حضرت خواجہ بزرگ کے آئے تو اس ایام میں چند روز سے دیوان فخر الدین عارضہ تپ لرزہ میں مبتلا تھے اور نقاہت بہت ہو رہی تھی۔ رعشہ تمام بدن پر بوجہ نقاہت کے ہو رہا تھا۔ جب بادشاہ دروازہ نقار خانے پر پہنچے تو اپنی بیماری کا عذر کہلا کر دیوان فخر الدین نے اپنے چچا حقیقی سید زین العابدین کو واسطے استقبال بادشاہ بھیجا اور معافی مانگی اور بادشاہ نے اس عذر دیوان جی کو قبول نہ فرمایا اور حکم دیا کہ دیوان جی کا خود آنا ہی ضروری ہے اگر ان میں طاقت نہیں ہے تو خواجہ سرائے بادشاہی اور خدمت گزاران شاہی ان کو اپنے ہاتھوں پر اٹھا کر لے آویں گے ان کے سہارے وہ آجاویں اور ہم کو زیارت کرادیں صاحب سجادہ کے نہ آنے سے ہماری بدشگونی ہے مجبوراً دیوان فخر الدین اپنی اسی حالت میں استقبال بادشاہی کے واسطے آئے اور بدستور سابق عطر بادشاہ نے ان کے ہاتھ میں دیا اور روضہ متورہ تک پہنچے لیکن بوجہ ضعف بیماری وزیر رعب شاہی کے شیشہ عطر کا جو دیوان جی کے ہاتھ میں تھا صحن روضہ مبارک پر مزار سے باہر گر کر ٹوٹ گیا اور عطر بکھر گیا۔ دیوان جی نے دیکھا کہ اب عطر گرا ہوا تو لائق مزار حضرت خواجہ بزرگ کے ملنے کے نہ رہا انھوں نے زمین سے اس عطر کو ہاتھ میں اٹھا کر اپنے جسم پر مل لیا بادشاہ نے پوچھا یہ کیا کرتے ہو دیوان جی نے کہا کہ یہ عطر اگر دادا پر نہ ملا گیا تو پوتے پر ہی سہی۔

بادشاہ یہ سن کر ناخوش ہوئے اور اس شیشہ عطر کے ٹوٹ جانے

کو بدشگونی اپنی سمجھ کر کہا کہ تم ایسے مشائخ کے بیٹے ہو کر ایسے کلام کہتے ہو۔ دیوان جی چونکہ حالت بیماری میں تھے اس شیشہ کے ٹوٹ جانے کی حرکت سے اور بھی بدحواس ہوئے اور سمجھے کہ بادشاہ مجھ کو برا کہتے ہیں تو انھوں نے بادشاہ سے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ بادشاہ عالمگیر کے بیٹے نہیں ہیں جو ایسا کہتے ہیں۔

بادشاہ یہ سن کر بہت رنجیدہ ہوئے اور روضہ شریف سے باہر آکر وہاں کے لوگوں سے پوچھا کہ کوئی دوسرا شخص بھی صالح اور نیک بخت اولاد خواجہ بزرگ سے موجود ہے جس کو صاحب سجادہ کر دیا جائے۔

چونکہ سید سراج الدین موجود تھے اور بہت عابد و زاہد بھی تھے ان کو بادشاہ کے روبرو پیش کیا گیا بادشاہ نے ان کے جمال باکمال کو دیکھ کر بہت خوشی کے ساتھ فرمان سجادگی و دیوانگی ان کے نام لکھ دیا اور بادشاہ دہلی کو روانہ ہو گئے۔

دیوان فخر الدین اسی بیماری میں فوت ہو گئے۔ اور زین العابدین چچا حقیقی دیوان فخر الدین کے بادشاہ کے لشکر کے پیچھے پیچھے واسطے بحالی دیوانی کے جو ان کے گھر سے چلی گئی تھی، اور عرض و معروض بہت سی کر کے پھر فرمان دیوانی کا بنام مصلح الدین پسر دیوان فخر الدین کے لائے اور دیوان سراج الدین کو معزول کر دیا۔

بعد انتقال دیوان سراج کے ان کے بیٹے سید منیر الدین نے پھر دہلی جاکر بعد سعی بسیار کے فرمان دیوانی کا اپنے نام حاصل کر لیا اور دیوان مصلح الدین کو علیحدہ کر دیا اور خود مصلائے دیوانی پر بیٹھ گئے۔ بعد چند روز کے سید نجم الدین بن فخر الدین نے بادشاہ سے ملاقات کر کے دیوانی اور سجادگی حاصل کر لی اور سید منیر الدین کو علیحدہ کر دیا۔

الغرض دیوان سید نجم الدین کو ان کی زوجہ سے کہ جو دہلی سے نکاح کر کے لائے تھے ایک بڑا ہوا سید غلام معین الدین ایک دختر کمال دولت نام پیدا ہوئی جو سید غلام چشتی بن سید عماد الدین بن دیوان سید محمد سے منکوحہ ہوئی مگر سید غلام معین الدین کا حال تحقیق نہ ہوا کہ اس کو اولاد ہوئی یا نہیں۔

ذکر دیوان مصلح الدین بن دیوان فخر الدین کا

دیوان مصلح الدین بعد وفات اپنے والد دیوان سید فخر الدین کے ۱۱۰۲ھ
میں بعد خلع دیوان سراج الدین کے مسند دیوانی پر بیٹھے اور ایک مدت کے
بعد دیوان منیر الدین نے ان کو علیحدہ کر کے دیوانی حاصل کر لی جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے۔

دیوان مصلح الدین کو شکم بی بی فرزانہ بنت سید فخر الدین عرف سید ہزاری
سے ایک لڑکا ہوا۔ سید خرم نام جو لاولد فوت ہو گیا اور ایک دختر ہوئی صاحب
جمال نام جو حمید الدین بن سید مفرح الدین سے بیاہی گئی۔

ذکر سید مفرح الدین بن دیوان سید فخر الدین کا

بعضوں نے سید مفرح الدین کو مفخر الدین بھی لکھا ہے ان کو بی بی
بزرگ النساء بنت سید فخر الدین عرف سید ہزاری کے شکم سے دو فرزند ہوئے
ایک سید حمید الدین اور چھوٹا مجید الدین بعد وفات بی بی بزرگ النساء
کے سید مفرح الدین نے دوسری بی بی کری عائشہ نام جو بیٹی سید ضیاء الدین بن
حسام الدین بن سید علم الدین تھی۔

مشہور ہے کہ اس دوسری شادی کے روز ہی سید مفرح الدین کو
جنون ہو گیا کہ وہ اسی میں فوت ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ جادو کیا گیا تھا۔ اس دوسری
عورت سے اولاد نہیں ہوئی اور سید حمید الدین بن سید مفرح الدین کو بی بی صاحب
جمال بنت سید مصلح الدین بن دیوان فخر الدین کے شکم سے ایک لڑکا ہوا سید
تمحن نام اور ایک دختر ہوئی سیف النساء نام جو سید ہمت علی بنت سید صدر الدین
سے بیاہی گئی اور سید تمحن بن سید حمید الدین کی شادی بی بی زینا بنت شیخ عبد الغنی
بن شیخ بہاء الدین بن شیخ علاؤ الدین نبیرہ قاضی حمید الدین ناگوری سے ہوئی۔

ذکر سید مجید الدین پسر دوم سید مفرح الدین کا

سید مجید الدین بن سید مفرح الدین کو بی بی سعادت بانو بنت قاضی سید ابو الفتح سکنہ سانبھر سے ایک لڑکا ہوا سید غلام محی الدین اور سات لڑکیاں پیدا ہوئیں۔

۱۔ اول۔ کفایت بانو جو سید نجیب اللہ بن عظمت اللہ بن حسام الدین بن سید علم الدین سے منکوحہ ہوئی اور اس سے اولاد نہ رہی۔

۲۔ دوسری نور النسار جو سید وارث علی بن سید صدر الدین بن سید زین العابدین بن سید دیوان علاؤ الدین سے بیاہی گئی۔

۳۔ تیسری۔ رشیدہ بانو جو سید امین الدین بن امجد علی بن سید احمد بن حسام الدین بن سید علم الدین سے منکوحہ ہوئی۔

۴۔ چوتھی۔ صاحب دولت جو سید یونس بن سید وارث محمد بن سید شرف محمد کے عقد میں آئی۔

۵۔ پانچویں۔ عزت بی بی جو شیخ غلام محمد بن شیخ عزیز محمد بن عبد الرحمن ناگوری۔ نبیرہ حضرت سلطان التارکین کے جفت شریعت تھے۔

۶۔ چھٹی۔ زیب النسار جو شیخ رضا محمد بن تقی بن شیخ عبد الوحید بن عبد الرحیم بن شیخ فرزند نبیرہ حضرت سلطان التارکین سکنہ جھونجھنوں سے منکوحہ ہوئی اس کے شکم سے ایک دختر ہوئی تھی مساۃ زلفت بی بی جو سید تاج الدین بن سید وارث علی سے بیاہی گئی اور اس کے اولاد نہیں ہوئی۔

کاتب الحروف کہتا ہے کو شیخ محمد رضا شوہر بی بی زیب النسار بنت سید مجید الدین نے بعد وفات بی بی مذکورہ کے دوسری شادی اپنی برادری میں جھونجھنوں کی تھی اس کے شکم سے ایک دختر ہوئی بسماۃ سعدت بی بی جو حقیقی دادا اس فقیر کے شیخ فیض الدین سے بیاہی گئی۔ اس کے شکم سے شیخ فیض الدین کو دو فرزند ہوئے

شیخ محمد بخش اور شیخ احمد بخش والد اس فقیر کے۔

۷۔ ساتویں دختر سید مجید الدین کا مدائن المعین وغیرہ میں حال نہیں لکھا۔

اور غلام محی الدین بن سید مجید الدین کو بی بی امت اللہ کے بطن سے

کہ جو اولاد سید نجم الدین سے تھے اور موضع سمتہ علہ پرگنہ میوات میں آسودہ ہیں

اب تک کوئی اولاد نہیں ہوئی ہے۔ کذا فی مدائن المعین۔

فائدہ:۔ کتاب مدائن المعین زمانہ محمد شاہ بادشاہ دہلی میں تصنیف ہوئی

ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ سید مجید الدین مذکور کو عدہ سات لڑکیاں پیدا ہوئیں ان

میں صرف دو لڑکیوں کا نام لکھا ہے۔ ایک کفایت بانو جو سید نجیب اللہ سے

منکوحہ ہوئی دوسری رشیدہ بانو جو امین الدین سے بیاہی گئی اور باقی دختران

کے واسطے لکھا ہے کہ طفولیت میں فوت ہو گئیں۔

چنانچہ یہ تحریر صاحب مدائن المعین کی بے خبری سے ہے کیونکہ ان چاروں

دختران مذکور کا ذکر شجرۂ اولاد دیوان سید علاؤ الدین سے بطور صحیح اس فقیر نے

لکھا ہے کہ جس میں شک کی گنجائش نہیں ہے۔

ذکر سید زین العابدین بن پسر دوم سید علاؤ الدین کا

سید زین العابدین پسر دوم دیوان سید علاؤ الدین کو شکم بی بی

رحمت بانو بنت سید حسام الدین بن سید علم الدین سے ایک لڑکا ہوا سید

صدر الدین نام اور ایک لڑکی سعادت بانو جو شیخ عبد القوی اولاد خواجہ سلطان التارکین باشندہ

جھونجھنوں سے بیاہی گئی اور سعادت بانو سے شیخ مذکور کو ایک لڑکا ہوا فقیر اللہ اور چار لڑکیاں ہوئیں۔

ان چاروں دختران میں سے ایک کا نام عز النساء تھا جو سید عبد الاحد

بن سید احمد بن سید حسام الدین بن سید علم الدین سے منکوحہ ہوئی اور سید

صدر الدین بن سید زین العابدین کی شادی اول بی بی ماہ بانو بنت دیوان سراج

الدین سے ہوئی تھی اس کے بطن سے ایک دختر پیدا ہوئی زینت النساء نام جو

طفولیت میں فوت ہوگئی۔

اس کے بعد سید صدر الدین نے اپنی بیوی سے ناراض ہوکر دوسری شادی قصبہ جھجو نجھنوں میں گلاب بی بی بنت شیخ جمال الدین بن شیخ کمال الدین بن شیخ عبدالقادر بن شیخ عبدالفتح بن خواجہ معروف بن خواجہ مخدوم حسین ناگوری نبیرہ خواجہ سلطان التارکین حمیدالدین صوفی سے کی جس سے تین فرزند ہوئے۔

۱۔ بڑا دیوان سید عبدالعلی

۲۔ دوسرا میر ہمت علی

۳۔ تیسرا سید وارث علی اور سید عبدالعلی کو مدائن المعین میں عبداللہ کے نام سے بدیں عبارت لکھا ہے کہ سید صدرالدین نے دار الخلافہ دہلی کا سفر اختیار کیا وہاں سے ضلع پورب میں گئے۔ اور بڑا بیٹا ان کا عبداللہ ساتھ تھا چنانچہ سید صدرالدین پورب میں ہی فوت ہوگئے اور سید عبداللہ نے دہلی میں واپس آکر شادی کی اور وہاں ہی سکونت اختیار کی اور دہلی میں ان کے اولاد ہوئی۔

فائدہ:۔ اس فقیر نے زبان سے سید نجم الدین صاحب بن سید لطف علی بن سید دیوان وارث علی بن سید صدرالدین سے ایسا سنا ہے کہ بعد وفات سید دیوان نجم الدین کے دیوان سید منیرالدین صاحب سجادہ ہوئے۔ ان کے بیٹے سید امام الدین خان مسند سجادگی پر بیٹھے۔ ان سے سید عبدالعلی بن سید صدرالدین مذکور نے سجادگی لے لی اور عبدالعلی نے عین حالت سجادگی میں وفات پائی چونکہ دیوان عبدالعلی لاولد تھے اس لیے ان کے چھوٹے بھائی دیوان وارث علی سجادگی پر بیٹھے پھر ان سے دوبارہ دیوان امام الدین نے عہد محمد شاہ میں سجادگی لے لی اور مستقل دیوان ہوگئے کہ اب تک یعنی ۱۲۰۰ ہجری تک سجادگی ان کی اولاد میں موجود ہے۔ چنانچہ ذکر ان کا آگے لکھا جاوے گا۔

اور سید ہمت علی پسر دوم سید صدرالدین کو بی بی سیف النساء بنت سید حمیدالدین بن سید مصلح الدین کے شکم سے ایک لڑکا ہوا علاؤالدین

معروف سید علی اور ایک دختر ہوئی سیدالنساء نام جو وحیدالدین بن امین الدین سے بیاہی گئی اور سید علاؤالدین بن سید بہت علی کو سید ناصر علی بن وارث علی نے جو کہ خسر پورہ علاء الدین مذکورہ کا تھا اور چچازاد بھائی بھی قصبہ پوندری ہی میں شہید کر ڈالا اس کے ایک لڑکا تھا سالونت علی نام جو لاولد فوت ہو گیا۔

ذکر سید وارث علی پسر سوم سید صدرالدین کا

اپنے بڑے بھائی کے فوت ہونے کے بعد سید وارث علی۔ بن سید صدرالدین مسند سجادگی پر بیٹھے اور دیوان ہوئے۔ ان سے جب دیوان امام الدین خان بن دیوان منیرالدین نے سجادگی لے لی اور سید وارث علی مع اپنے بھائیوں اور بھتیجوں فرزندوں اور اہل وعیال کے شہر پوندری میں جاکر سکونت پذیر ہو گئے جاراج پوندری نے انکی بہت کچھ تعلیم و تکریم اور خاطر تواضع کر کے چند گاؤں جاگیر میں دیئے کہ مدت تک پوندری میں رہے۔

فائدہ: قصبہ پوندری میں سید وارث علی کے جانے کا سبب یہ ہے کہ اس زمانے میں اجمیر شریف قبضہ میں راجہ ابے سنگھ جی راٹھور والئے جودھپور کے تھا اور بایام دیوانی باہم راجہ مذکور اور دیوان وارث سے محبت تھی۔

کہتے ہیں کہ سید وارث علی کے پاس ایک گھوڑا نہایت عمدہ تھا جس کو یہ دل سے عزیز رکھتے تھے اس گھوڑے کو راجہ ابے سنگھ نے ان سے مانگ لیا انھوں نے انکار کر دیا جس سے راجہ رنجیدہ خاطر ہو گئے۔

دوسرا سبب رنجیدگی راجہ مذکور کا یہ ہوا کہ باہم راجہ ابے سنگھ جی اور ان کے بھائی کے جنگ ہوئی اور راجہ ابے سنگھ شکست کھا کر اور بھاگ کر اجمیر آئے تو دیوان وارث علی نے شہر اجمیر کا دروازہ حسب تحریر برادر راجہ ابے سنگھ بند کر لیا اس سے اور بھی زیادہ رنج راجہ مذکور کو ان سے ہو گیا۔

آخر جب مابین راجہ ابے سنگھ اور ان کے بھائی تصفیہ ہو کر راج مارواڑ کا

کانپے سنگھ جی پر ستم رہا تو سید وارث علی نے اپنا رہنا مناسب نہ سمجھ کر شہر لونڈی میں قیام کیا اور مشہور ہے کہ دیوان امام الدین خان اس زمانے میں راجہ مذکور کے پاس ملازم تھے پس اس کی سعی سے دیوانی سید امام الدین کے ہاتھ آئی واللہ اعلم بالصواب۔ میں نے ایسا ہی سنا ہے۔ بعض اولاد خواجہ بزرگ سے۔

نقل ہے کہ جب سید وارث علی اپنے بیٹوں سید ناصر علی اور تاج الدین اور عزیز الدین کی شادی قصبہ جھونجھنوں میں اس فقیر کے برادری میں کرنے کے واسطے آئے تو نہایت تجمل اور شوکت اور سامان اور زیور کے ساتھ آئے تھے یہاں تک کہ ان کے چند گھوڑوں کے زیور طلائی خاص کا بندھا ہوا تھا جھونجھنوں میں ایک عرصہ تک بہت شان و شوکت کے ساتھ رہے۔ آخر کو ایک شخص حجام نے کسی دشمن کے کہنے سے ان کو دودھ میں زہر ڈال کر پلا دیا جس سے وفات پائی۔ قبر ان کی جھونجھنوں میں مشہور ہے۔

سید وارث علی کو ان کی زوجہ بی بی نور النساء بنت سید مجید الدین ابن سید مفرح الدین بن دیوان فخر الدین سے چھ فرزند اور تین لڑکیاں ہوئیں۔

۱۔ لڑکیوں میں بڑی بی بی ثمر النساء جو امین الدین شہروردی اور لا قاضی حمید الدین ناگوری سے بیاہی گئی اور لاولد فوت ہوئی۔

۲ دوسری لطیف النساء جو شیخ محمد علی بن غلام محی الدین عزیز محمد بن عبدالرحمٰن بن شیخ فرید ناگوری کی اولاد حضرت مخدوم حسین ناگوری نبیرہ خواجہ سلطان "تارکین" سے بیاہی گئی اس سے اولاد جاری ہے۔

۳ تیسری بی بی سراج النساء جو سید علاؤ الدین بن سید ہمت علی بن سید صدر الدین سے منکوحہ ہوئی۔

۱۔ اور بڑے بیٹے سید وارث علی کے سید ناصر علی جن کی زوجہ بی بی جمیعت النساء بنت شیخ نور الدین بن شیخ عبد الجبار بن عبد الستار بن محمد سعد بن محمد سعید اولاد خواجہ سلطان التارکین باشندہ جھونجھنوں سے تھی اس کے اولاد نہیں ہوئی۔

۲۔ دوسرے فرزند وارث علی سید تاج الدین ان کی شادی بھی جھوجھنوں میں بی بی زلفت النساء بنت شیخ محمد رضا بن شیخ محمد تقی بن عبدالوحید بن عبدالرحیم ابن شیخ فیروز بن شیخ کمال الدین اولاد خواجہ سلطان التارکین سے ہوئی۔ والدہ ان بی بی زلفت النساء کی مسماۃ زیب النساء بنت سید مجید الدین بن سید مظفر الدین بن دیوان فخر الدین خواجہ زادہ کی تھی یہ سید تاج الدین بھی لاولد فوت ہوئے۔

۳۔ تیسرے فرزند سید وارث علی کے سید بہادر علی جو طفولیت میں فوت ہو گئے۔

۴۔ چوتھے فرزند سید عزیز الدین جن کی شادی بھی جھوجھنوں میں بی بی رفیع النساء بنت شیخ غلام نبی بن شیخ فقر اللہ بن شیخ عبدالقوی اولاد خواجہ سلطان التارکین سے ہوئی اور شیخ غلام نبی بی بی نور النساء بنت سید امجد بن سید احمد بن حسام الدین بن سید علم الدین کے بیٹے تھے۔ سید عزیز الدین کو اس بی بی رفیع النساء سے اولاد نہیں ہوئی مگر تین فرزند عورت غیر کفو سے ہیں۔

۱۔ اوّل رمضان علی

۲۔ دوسرا فدا حسین

۳۔ تیسرا امداد علی

۵ پانچویں فرزند سید وارث علی کے سید اشرف علی تھے۔ ان کی زوجہ بی بی امانت النساء بنت سید علی باشندہ مادھو پور اولاد حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی کی تھی یہ بھی لاولد فوت ہو گئے۔

۶۔ چھٹے بیٹے سید وارث علی کے سید لطف علی تھے شادی ان کی بھی جھوجھنوں میں بی بی امیر النساء بنت شیخ غلام نبی بن فقر اللہ اولاد سلطان التارکین سے ہوئی اس کے بطن سے سید مذکور کو دو لڑکیاں اور تین فرزند پیدا ہوئے۔

۱۔ لڑکیوں میں بڑی بی بی قمر النساء

۲۔ دوسری بی بی نجم النساء جو یکے بعد دیگرے شیخ امیر علی بن محمد علی بن غلام محمد

ابن عزیز محمد بن عبدالرحمن بن شیخ فرید ناگوری نبیرہ حضرت مخدوم حسین ناگوری سے بیاہی گئی۔ ان دونوں دختران سے اولاد نہ ہوئی۔ مگر شیخ مذکور کو بی بی خیرن باشندہ مادھو پور اولاد حضرت غوث الاعظم سے ایک لڑکا ہے منظفر علی نا جو قصبہ بوندی میں رہتا تھا اور وہیں سید لطف علی کے بڑے بیٹے سید رستم علی ہیں جن کی شادی قصبہ جھونجھنوں میں بی بی فہم النساء بنت شیخ الہی بخش بن شریف الدین بن عبداللطیف بن عبدالستار بن محمد سعد اولاد حضرت سلطان التارکین سے ہوئی۔

اس بی بی سے ایک لڑکا اور چند لڑکیاں سید مذکور کو پیدا ہوئی تھیں مگر طفولیت میں فوت ہوگئیں اور ۱۲۷۷ھ ہجری تک سید رستم علی اور ان کی بی بی فہم النساء زندہ ہیں خداوند کریم ان کو کوئی اولاد عطا کرے۔

فائدہ:۔ من جانب عاصی محمد رمضان مترجم۔ بعد تصنیف اس کتاب کے بدعائے حضرت مصنف کے کہ جو اوپر لکھی گئی ہے سید رستم علی کو بطن بی بی مذکور سے ایک فرزند پیدا ہوا سید منیر الدین حسن نام جس کی شادی مسماۃ فہم النساء بنت شیخ نیظر الدین بن الہی بخش اولاد حضرت سلطان التارکین سے مقام جھونجھنوں میں ہوئی اس بی بی سے سید منیر الدین حسن کے دو لڑکے بڑا نور الحق چھوٹا اختر حسین موجود ہیں۔

سید نور الحق جن کا بیاہ مسماۃ عنایت بی بی دختر شیخ ضیاء الدین بن نجیب الدین بن شیخ شہاب الدین اولاد حضرت سلطان التارکین سے ہوا ہے اور ایک دختر ہے مسماۃ منیر النساء جس کا عقد شرعی سید احمد حسن پسر سید ریاض الدین احمد بن سید نجم الدین بن سید لطف علی بن سید دیوان وارث علی خواجہ زادہ سے ہوا۔

دختملی: دوسرے فرزند سید لطف علی کے سید نجم الدین ہیں جن کی شادی بھی قصبہ جھونجھنوں میں بی بی فہم النساء بنت شیخ شہاب الدین بن احمد بخش بن نیض الدین بن شیخ محمد سلطان بن شیخ محمد سعاد اولاد حضرت سلطان

التارکین سے یعنی حقیقی برادر زادے اس فقیر حاجی نجم الدین سے ہوئی ہے۔ جو صحیح النسب اور نجیب الطرفین ہے۔

اس بی بی کے شکم سے سید نجم الدین کو ایک فرزند پیدا ہوا ہے جس کا نام سید ریاض الدین احمد ہے جو اس وقت بعمر گیارہ بارہ سال ہے اور سات لڑکیاں ہیں۔ ان میں سے ایک دختر بی بی ظہور النساء ہے جس کی شادی اس فقیر مولف کے فرزند کے فرزند نور احمد سے ہوئی ہے اور ایک لڑکی عظیم النساء دختر کلاں سید نجم الدین کی شیخ مولا بخش بن شیخ الہٰی بخش خسرو پور امیاں رستم علی اولاد حضرت سلطان التارکین سے بیاہی گئی ہے اور اس کی اولاد موجود ہے۔

فائدہ:۔ از جانب مترجم یعنی عاصی محمد رمضان۔ بعد تصنیف اس کتاب کے بی بی عظیم النساء بنت کلاں سید نجم الدین کو پانچ فرزند اور ایک دختر پیدا ہوئی ہے دختر کا نام نذیر النساء ہے اور لڑکوں کا نام:۔

۱۔ ضمیر الدین

۲۔ ذبیر الدین

۳۔ امیر الدین

۴۔ ببر الدین

۵۔ ممتاز الدین ہے۔

ازاں جملہ امیر الدین لاولد فوت ہوگیا باقی سب صاحب اولاد موجود ہیں۔

اور سید ریاض الدین احمد کی شادی اوّل مسماۃ نظر النساء بنت شیخ قادر بخش شیخ بدر الدین ناگوری اولاد حضرت خواجہ سلطان التارکین سے ہوئی اور اس سے صرف ایک دختر پیدا ہوئی جو طفولیت میں فوت ہوگئی بعد انتقال نظر النساء کے سید ریاض الدین احمد کا نکاح بی بی منیر النساء بنت شیخ نظیر الدین بن شیخ الہٰی بخش اولاد حضرت صوفی سلطان التارکین سے ہوا کہ یہ بی بی بھی

بے اولاد انتقال کر گئی۔

اس کی وفات کے بعد تیسری شادی سید ریاض الدین احمد کی بی بی نور جمال بنت شیخ امام الدین بن صلاح الدین نبیرہ حضرت سلطان التارکین سے جھونجھنوں میں ہوئی جن کے شکم سے سید مذکور کو بفضل خدا اس وقت پانچ فرزند اور دو دختر اس تفصیل سے موجود ہیں۔

۱۔ بڑا بیٹا سید احمد حسن جس کی شادی منیر النساء بنت سید منیر الدین حسن بن سید رستم علی بن سید لطف علی بن سید دیوان وارث علی سے ہوئی ہے ابھی اس سے اولاد پیدا نہیں ہوئی ہے۔

۲۔ دوسرا سید محمد حسین جو مسماۃ سید النساء بنت شیخ بہر الدین بن مولا بخش بن الٰہی بخش بن شریف اللہ اولاد حضرت سلطان التارکین سے منسوب ہے۔

۳۔ تیسرا سید مقبول حسین جس کا نکاح مسماۃ طاہرہ بی بی بنت شیخ محمد بخش بن غیاث الدین بن شہاب الدین بن احمد بخش بن شیخ فیض الدین اولاد حضرت سلطان التارکین ہوا ہے۔

۴۔ چوتھا معین الدین خامس۔

۵۔ پانچواں سید اشفاق احمد کہ یہ دونوں ابھی صغر سن ہیں۔

اور بڑی دختر سید ریاض الدین احمد بن سید نجم الدین بن سید لطف علی کی مسماۃ خدیجہ بی بی ہے جس کی شادی محمد فرید الدین ابن عاصی محمد رمضان مترجم کتاب ھذا بن حضرت خواجہ حاجی محمد نجم الدین مولف و مصنف کتاب ھذا کے فرزند سے ہوئی ہے۔

۲۔ اور دوسری دختر محمدی بیگم ہے۔ جو شیخ محمد صدر الدین بن غلام فخر الدین بن عاصی محمد رمضان مترجم سے منسوب ہے۔

۳۔ اور تیسری دختر سید نجم الدین بن لطف علی کی مسماۃ فخر النساء جو شیخ غلام اولیاء بدر الدین ناگوری اولاد حضرت سلطان التارکین سے منکوحہ ہوئی تھی۔ اس

قمر النساء سے ایک لڑکا ہے۔ فتح محمد نام جس کی اولاد بکثرت موجود ہے اور ایک دختر ہے نظیر النساء نام جو شیخ سلیم الدین پسر عظیم الدین بن شیخ عبد الکریم اولاد سلطان التارکین سے بیاہی گئی اور اس کی اولاد موجود ہے۔

چوتھی دختر سید نجم الدین بن سید لطف علی کی منیر النسا جو اس عاصی محمد رمضان بن حضرت حاجی محمد نجم الدین مؤلف کتاب ہذا بن شیخ فیض الدین سے منکوحہ ہوئی ہے اور اس بی بی سے بفضل خدا اس عاصی مترجم کو چار فرزند اور تین دختر پیدا ہوئیں۔

بڑا بیٹا غلام فخر الدین جو اوّل مساۃ بی بی مریم بنت شیخ مولوی عبد الغفور بن مولوی قمر الدین بن شیخ احمد بخش سے بیاہا گیا۔ بعد انتقال اس بی بی کے دوسرا نکاح بی بی غلام فاطمہ بنت جمال الدین بن غیاث الدین بن شہاب الدین ابن شیخ احمد بن شیخ فیض الدین سے ہوا ہے کہ اس سے اس وقت دو فرزند اور محمد صدر الدین اور محمد بدر الدین بعمر تھوڑے سال موجود ہیں اور ایک دختر ذکیہ بی بی صغیر سن ہے۔

دوسرا لڑکا اس عاصی کا شکم منیر النساء بنت شیخ نجم الدین سے غلام سلیمان ہے جس کی پہلی شادی خدیجہ بی بی بنت شیخ سرفراز علی بن حاجی نجم الدین بن احمد بخش بن شیخ فیض الدین سے ہوئی ہے اور بعد انتقال اس کے دوسری شادی مساۃ زبیدہ بی بی بنت شیخ جمال الدین بن غیاث الدین بن شہاب الدین ابن احمد بخش بن فیض الدین اولاد سلطان التارکین سے ہوئی ہے۔ ابھی کوئی اولاد اس سے نہیں ہوئی ہے

تیسرا لڑکا محمد فرید الدین جس کا نکاح بی بی خدیجہ بنت سید ریاض الدین احمد بن سید نجم الدین بن لطف علی بن دیوان وارث علی خواجہ زادہ سے ہوا ہے اور ابھی تک اس کے اولاد نہیں ہوئی ہے۔

چوتھا لڑکا ایوب احمد جس کی زوجہ صغریٰ بی بی بنت شیخ مولوی

عبدالغفور بن شیخ مولوی قمرالدین بن شیخ احمد بخش بن شیخ فیض الدین ہے۔
اور دختر کلاں عاصی کی شکم منیرالنساء خواجہ زادے سے مسماۃ رضیہ بی بی جو شیخ محمد حنیف بن شیخ عبداللطیف بن حاجی نجم الدین بن شیخ احمد بخش بن فیض الدین سے بیاہی گئی ہے اور اس کے دو فرزند موجود ہیں محمد منیف اور حنیف۔
نام دوسری دختر بی بی غلام فاطمہ جس کا نکاح امین الدین پسر سرفراز علی بن حاجی محمد نجم الدین سے ہوا تھا کہ وہ فاطمہ لاولد فوت ہو گئی اور امین الدین نے دوسرا نکاح اولاد سلطان التارکین میں کیا ہے۔
تیسری دختر حبیبہ بی بی تھی جو کہ محمد بخش برادر امین الدین مذکور پسر سرفراز علی سے شادی ہوئی تھی وہ فوت ہو گئی اور محمد بخش کو اس بی بی سے اولاد موجود نہیں ہے۔
چوتھی دختر سید نجم الدین بن سید لطف علی کی مسماۃ جنت النساء تھی جو شیخ محمد سرفراز علی پسر حاجی محمد نجم الدین مصنف کتاب ہذا سے بیاہی گئی تھی وہ فوت ہو گئی۔
پانچویں دختر سید نجم الدین نجم النساء نام ہے جو شیخ مولوی عبدالغفور پسر مولوی قمرالدین بن احمد بخش بن فیض الدین سے بیاہی گئی۔ اس کے شکم سے تین فرزند عبدالشکور ظہور الدین اور نورالحق پیدا ہوئے اور چار دختر ایک مریم بی بی دوسری زبیدہ بی بی تیسری فیض بی بی، چوتھی صغریٰ بی بی۔
چھٹی دختر سید نجم الدین بن سید لطف علی کی حبیب النساء تھی جو طفولیت میں فوت ہو گئی۔
یہاں تک حاشیہ ہے جو عاصی محمد رمضان مترجم نے لکھا ہے۔

اب اس کے آگے پھر ترجمہ اصل کتاب کا شروع کیا جاتا ہے

تیسرا لڑکا سید لطف علی کا سید غلام حسین ہے کہ اس کی شادی بھی جھوبجھوں میں مسماۃ بختاور بانو بنت شیخ غلام رسول اولاد سلطان التارکین سے ہوئی تھی۔ اس کے شکم سے ایک دختر ہے قمر النساء نام جو اصغر علی بن سلطان بخش اولاد سلطان التارکین سے بیاہی گئی ہے اور بختاور بانو عرف کالی بی بی بھی فوت ہو گئی مگر غلام حسین مذکور کی ایک عورت ہے مسماۃ بھوری نام جس کو سید مذکور دیوبند سے لائے تھے۔ غلام حسین کہتے ہیں کہ میں نے اس سے نکاح کر لیا ہے۔ اس کے شکم سے دو فرزند ہیں۔

الحمد للہ کہ ذکر اولاد سید زین العابدین کا بخیریت ختم ہوا۔

ذکر سید فضل علی پسر سوم دیوان علاؤالدین کا

سید فضل علی بن دیوان علاؤالدین کی شادی جھوبجھوں میں مسماۃ عفیفہ بانو اولاد سلطان التارکین سے ہوئی تھی۔ لیکن مدارین امین نام والدہ عفیفہ بانو کا نہیں لکھا ہے۔

مشہور ہے کہ سید زین العابدین اور سید فضل علی کہ جس کو فیض علاؤالدین بھی کہتے ہیں، دونوں ساتھ دکن کے سفر پر گئے تھے۔ اثناء راہ میں دونوں قزاقوں کے ہاتھ سے شہید ہو گئے۔ لیکن ان کے حال سے یہ بیان متذکرہ ظاہر نہیں ہوا

ذکر سید حسام الدین پسر دوم سید علم الدین کا

سید حسام الدین بن علم الدین کے چار فرزند تھے اور ایک دختر جس کا نام رحمت بانو تھا جو زین العابدین بن دیوان علاؤالدین سے منکوحہ ہوئی۔

بڑا لڑکا سید احمد

دوسرا ضیاؤ الدین
تیسرا جلال الدین
چوتھا عظمت اللہ

ذکر سید احمد بن سید حسام الدین کا

سید احمد بن سید حسام الدین بطن بی بی سلطان بی بی بنت شیخ شاہ محمد نبیرہ قاضی حمید الدین ناگوری سے چار فرزند ہوئے اور لڑکیاں جن میں سے بڑی دختر بی بی خرسندہ تھی جو سید شمس الدین بن سید ابو الفتح بن سید علم الدین سے بیاہی گئی۔

دوسری بی بی شریفہ بہ عطار اللہ بن سید ابو الفتح مذکور سے منکوحہ ہوئی اور لڑکے سید احمد کے چار ہوئے۔

۱ سید محمود
۲ سید امجد
۳ سید عبد الاحد
۴ سید نجم الدین چلہ کش تھے۔

سید محمود بن سید احمد بن سید حسام الدین نے کہ ان کا عرف چشتی خاں تھا۔ ابتدائی حال میں منصب بادشاہی اختیار کر رکھا تھا اور چشتی خاں خطاب بھی بادشاہ کا دیا ہوا تھا۔

پر چشتی خاں علاوہ اس چشتی خاں کے ہے کہ جس کا نام قطب الدین خاں تھا اولاد خواجہ معین الدین خورد سے عہد سلطان محمود خلجی بادشاہ ماندوگڈھ جو منصب بارہ ہزار سوار کا رکھتا تھا الغرض سید محمود چشتی خاں کی شادی بی بی نصرت النسا بنت سید عظمت اللہ بن سید حسام الدین سے ہوئی تھی وہ لاولد فوت ہوا۔

سید امجد پسر دوم سید احمد کو بطن بی بی فیض النسار بنت سید

جلال الدین بن حسام الدین سے دو لڑکے اور دو لڑکیاں ہوئیں اوّل بی بی نور النساء جو شیخ فقیر اللہ بن شیخ عبد القوی اولاد سلطان التارکین بادشاہ جیو نجھوں سے منکوحہ ہوئی یہ شیخ فقیر اللہ داماد سید امجد نواسہ سید زین العابدین بن دیوان علاؤ الدین کا تھا یعنی بی بی سعادت بانو کا بیٹا اور دوسری دختر کا نام مداین المعین میں نہیں لکھا۔

اور لڑکوں میں بڑا لڑکا سید مجید الدین تھا جو بعمر طفلگی فوت ہو گیا۔

دوسرا سید امین الدین جس کو بی بی رشیدہ بانو بنت سید مجید الدین بن سید مقرالدین جس کو مفرح الدین بھی کہتے تھے۔ دو فرزند اور تین لڑکیاں پیدا ہوئیں۔

اوّل دختر ساجدہ بانو نام جو سید بدیع الدین بن سید محی الدین عرف سوجا جی سے بیاہی گئی۔ کذائی شجرہ اولاد دیوان علاؤ الدین اور مداین المعین میں لکھا ہے کہ بی بی ساجدہ بانو سید بدیع الدین بن مجید الدین بن شمس الدین بن سید ابو الفتح سے منکوحہ ہوئی اور یہی صحیح ہے۔

دوسری دختر سید امین الدین کی بی بی فضیلت النساء عرف پھوندا جو سید عصمت اللہ عرف امام بخش بن سید عزت اللہ سے بیاہی گئی اس کے بطن سے ایک لڑکا ہوا قمر علی نام جس کی شادی بی بی زینب بنت سید مختشم علی عرف سید قدذن سے ہوئی۔

تیسری دختر حمیدہ جو شیخ امین الدین سہروردی بن علم الدین ابن شہاب الدین اولاد قاضی حمید الدین ناگوری سے منکوحہ ہوئی اور لاولد فوت ہو گئی۔

بیٹوں میں بڑا بیٹا سید امین الدین کا سید قوام الدین تھا اس کو بی بی نجابت قاضی سید حسن بن سید اسد اللہ بن ابو الفتح سے دو فرزند ہوئے

ایک قاسم علی دوسرا راحت علی مگر قاسم علی کی اولاد کا حال مدائن المعین میں نہیں لکھا کہ تھے یا نہیں اور سید راحت علی بن قوام الدین کہ دوسرے فرزند ہوئے اوّل بھیکو دوسرے سید امام علی اور دوسر فرزند امین الدین سید وحید الدین تھے ان کی شادی بی بی سیدہ بانو بنت سید ہمت علی سے ہوئی تھی لیکن ان کی اولاد کا حال نہیں لکھا۔

ذکر سید عبدالاحد پسر سوم سید احمد بن سید حسام الدین بن سید علم الدین کا

سید عبدالاحد بن سید احمد کو بی بی عزت النساء بنت سعادت بانو بنت سید زین العابدین بن دیوان علاؤ الدین کے شکم سے تین فرزند ہوئے

۱ خیر اللہ
۲ نجیب اللہ
۳ عظیم اللہ

راوی نے دو فرزندوں اولی کے اولاد کا حال نہیں لکھا لیکن سید عظیم اللہ پسر ثالث کے ایک کنزک سے ایک لڑکا ہوا سید حمزہ نام۔

فائدہ: روایت مذکور سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سید عبدالاحد بن سید احمد بن سید حسام الدین کی بھی شادی جھونجھنوں میں ہوئی تھی۔ کیونکہ جب اوپر لکھا جا چکا ہے کہ سید مذکور کی زوجہ عزت النساء تھی بنت سعادت بانو دختر سید زین العابدین بن دیوان علاؤ الدین کی اور ذکر سید زین العابدین میں لکھا گیا ہے کہ بی بی سعادت بانو دختر سید مذکور کی شیخ عبدالقوی نبیرہ حضرت سلطان التارکین سے قصبہ جھونجھنوں میں شادی ہوئی اس کے بطن سے شیخ عبدالقوی کو ایک لڑکا ہوا شیخ فخر الدین جس کی شادی بی بی نور النساء بنت سید احمد بن احمد بن سید حسام الدین بن سید علم الدین سے ہوئی اور چار لڑکیاں اس سے پیدا ہوئیں۔ ان میں سے ایک دختر عزت النساء ہے جو سید عبدالاحد سے منکوحہ ہوئی ہے واللہ اعلم بالصواب۔

ذکر سید نجم الدین چلہ کش پسر چہارم سید احمد مذکور کا

واضح ہو کہ ذکر سید نجم الدین چلہ کش جو پسر چہارمی سید احمد کے تھے مدائن المعین میں نہیں لکھا ہے باعث اس کا یہ ہے کہ سید مسیح اللہ نام اولاد سید نجم الدین سے بوجہ کسی تنازعہ کے اجمیر سے دہلی کی طرف چلے گئے تھے اور عداوت باہمی کے سبب سے صاحبان اجمیر نے اپنے شجروں سے نام ان کا نکال دیا تھا اور کتاب مدائن المعین شجرات اولاد خواجہ بزرگ سے احوال اولاد خواجہ غریب نواز کا لکھا ہے۔ پس بوجہ نہ ملنے حال سید نجم کے شجرات میں درج کتاب مدائن المعین میں نہیں ہوا۔

اور تفصیل اس تنازع کی یہ ہے کہ سید مسیح اللہ بن سید عظیم الدین ابن سید نجم الدین چلہ کش کی شادی اول دختر دیوان سید منیر الدین بن دیوان سراج الدین سے ہوئی تھی اس کے بطن سے مسیح اللہ کو ایک لڑکا ہوا شاہ علی نام بعد فوت ہو جانے اس زوجہ مسیح اللہ کے مابین مسیح اللہ اور دیوان امام الدین بن دیوان منیر الدین کے کہ خسر پورا مسیح اللہ کے تھے نا اتفاق ہو گئی۔

نامبردہ اجمیر سے اٹھ کر قصبہ ڈھول کوٹ جو دہلی سے تیرہ چودہ کوس پر ہے چلے گئے اور وہاں ہی شادی اپنی ایک بی بی سے جو کہ حضرت غوث الاعظم محی الدین عبدالقادر جیلانی کی اولاد سے تھی اور رہنے والی شاہ دہرہ کی کہ جو بلدہ کھیڑے کے ڈھول کوٹ سے ڈیڑھ کوس ہے کر لی۔ اس زوجہ ثانی سے سید محمد مذکور کو دو فرزند ہوئے۔

بڑا کرم علی شاہ

چھوٹا فضو شاہ۔ کہ اب تک یعنی ۱۲۲۰ ہجری تک اولاد ان کی قصبہ مذکور میں موجود ہے یعنی کرم علی شاہ کو بطن سیدزادی سے دو لڑکے ہوئے ان میں بڑا امیر علی تھا تین دختر ہوئیں ان میں سے دو لڑکیوں کی شادی اولاد

سید حسن رسول نما سے دہلی میں کر دی اور تیسری دختر کا حال معلوم نہیں اور قفو شاہ کے چار فرزند ہوئے۔
غفور علی
کرامت علی باقی دو کا نام معلوم نہیں۔

کاتب الحروف کہتا ہے کہ میں نے ایک شجرہ قصبہ بھادراں علاقہ بیکانیر میں انکے مرید کے پاس دیکھا اس عبارت سے کہ کرم علی شاہ بن سید مسیح اللہ بن سید عظیم الدین بن سید نجم الدین چلہ کش بن سید احمد بن سید حسام الدین بن سید علم الدین پس تحقیق ہوگیا کہ سید نجم الدین چلہ کش ان چھوٹے بیٹے سید احمد مذکور کے ہیں یعنی سید نجم الدین چلہ کش کے لڑکا ہوا سید عظیم الدین انکے لڑکا ہوا سید مسیح اللہ اور اس کو زوجہ اول سے کہ جو دختر سید دیوان منیر الدین کی تھی ایک لڑکا ہوا سید شاہ علی اور زوجہ ثانی اولاد حضرت غوث الاعظم سے دو لڑکے ہوئے کرم علی شاہ اور قفو شاہ نام اور سید شاہ علی بن سید مسیح اللہ کے ایک لڑکا ہوا سید نوازش علی اور اس سے دو فرزند ہوئے نظر علی اور فدا حسین نظر علی لاولد فوت ہوا۔ اور فدا حسین کے ایک لڑکا ہے رضا حسین نام جو اجمیر میں رہتا ہے۔

ذکر سید ضیار الدین پسر دوم سید حسام الدین کا

سید ضیار الدین بن سید حسام الدین ابتدائے حال میں پشاور کی طرف چلا گیا تھا اور وہاں ہی سکونت اختیار کر کے شادی کر لی تھی جس سے دو لڑکے اور ایک دختر پیدا ہوئی۔

دختر کا نام عائشہ جو مرید علی خاں بن سید محمد قنوجی سے بیاہی گئی اور لڑکوں میں بڑا پشاوری نام جس کی شادی قوم چھینہ میں ہوئی اور اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا شیر علی نام معروف سید شیر شاہ۔

دوسرا لڑکا سید ضیار الدین کا سید حمید الدین جس کی شادی دختر سید نعمت اللہ بن سید تقی نسل زید حسن مجذوب برادر خواجہ حسین سے ہوئی۔

فائدہ: اول مداین المعین میں ذکر خواجہ حسن مجذوب پسر بزرگ خواجہ ابوالخیر کے لکھا ہے کہ ان کے سوائے دو دختران یعنی سلطان خاتون اور ملکہ جہاں کے دوسری اولاد نہیں تھی اور اس جگہ لکھتے ہیں کہ سید حمید الدین بن سید ضیاء الدین بن حسام الدین کی شادی دختر سید نعمت اللہ بن سید مرتضیٰ سے کہ جو نسل سید حسن مجذوب برادر خواجہ حسین سے ہوئی تھی۔
یہ تحریر صاحب مداین المعین غرابت سے خالی نہیں ہے واللہ اعلم ان کو اولاد نرینہ ہوئی ہو یا راوی کو غلطی واقع ہوئی ہو کہ یہ سید نعمت اللہ بن سید مرتضیٰ اولاد کسی دوسرے سید حسن کی ہووے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ذکر سید جلال الدین پسر سوم سید حسام الدین بن سید علم الدین کا

سید جلال الدین پسر سومی سید حسام الدین بھی پشاور جا کر سکونت پذیر ہو گئے تھے اور وہاں ہی ہمشیرہ حقیقی زوجہ سید ضیاء الدین مذکور سے شادی کر لی تھی۔ سید جلال الدین کو اس بی بی سے تین فرزند اور ایک دختر پیدا ہوئی دختر کا نام فیض النساء تھا اور دیگر حال اس کا کچھ نہیں لکھا اور لڑکوں میں بڑا سید شہاب الدین دوسرا جمال الدین تیسرا غلام محمد مگر مداین المعین جمال الدین اور غلام محمد کی اولاد کا کچھ حال مندرج نہیں ہے کہ ان سے کوئی اولاد ہوئی یا نہیں۔
لیکن دوسری جگہ اسی مداین المعین میں لکھا ہے کہ سید ضیاء الدین بن ہدایت اللہ کے کہ جمال الدین بن سید جلال الدین کی لڑکی ہے لطیفہ بانو جو سید ضیاء الدین سے منسوب ہوئی ہے اور سید شہاب الدین پسر بزرگ جلال الدین کو اس کی بی بی بخت دولت بنت شرف الدین بن سید نظام الدین بن دیوان شاہ بن دیوان معین الدین لا ولد سے ایک لڑکا ہوا سید نصیر الدین نام اس کو بطن بی بی جمیعت النساء بنت سید سراج الدین بن نظر محمد بن سید نجم الدین بن دیوان شاہ حیو سے ایک لڑکا ہوا سید عزیز الدین کہ اس وقت وہ طفلک ہے یعنی تصنیف

مداین المعین کے وقت۔

اور سید عظمت اللہ پسر چہارم سید حسام الدین کا ذکر مداین المعین میں نہیں لکھا نہ معلوم اس کے اولاد ہوئی یا نہیں۔ الحمدللہ کہ ذکر اولاد سید حسام الدین پسر دوم سید علم الدین کا ختم ہوا۔

ابیات

الٰہی بحق بنی فاطمہ　　　که بر قول ایمان کنی خاتمہ

خدایا! فاطمہ کے طفیل میں　　　قول ایمان ولا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر خاتمہ ہو

اگر دعوتم رد کنی ور قبول　　　من و دست دامان آل رسول

چاہے میری دعا قبول کریں یا نہ کریں　　　میں ہوں اور دامن آل رسول ہے

ذکر سید ابو الفتح پسر سوم سید علم الدین مع ان کی اولاد کے

سید ابو الفتح سب سے چھوٹے بیٹے سید علم الدین بن خواجہ ابو الخیر کے تھے وفات ان کی تاریخ بستم ماہ رمضان المبارک ۸۰۱ ہجری میں ہوئی۔

چنانچہ سید عزت اللہ بن اسد اللہ بن سید ابو الفتح نے تاریخ وفات ان کی لکھی ہے۔ سید ابو الفتح جنتی ان کی بی بی عصمت النساء بنت شیخ شہاب الدین نبیرہ سلطان ابراہیم ادہم بلخی سے چار فرزند ہوئے۔

اول　　دیوان سراج الدین

دوسرے　　سید شمس الدین

تیسرے　　سید عطاء اللہ

چوتھے　　سید اسد اللہ

فائدہ: اگرچہ لازم یہ تھا کہ بعد ذکر سید ابو الفتح کے ان کے بڑے بیٹے دیوان سراج الدین کا حال لکھا جاتا لیکن سبب بعد میں لکھنے

حال ان کا یہ ہے کہ اس وقت یعنی ۱۲۷۷ ہجری میں دیوان سراج الدین بن سید
امام علی مسند سجادگی خواجہ بزرگ پر رونق افروز ہیں چونکہ اولاد سے دیوان
سراج الدین پسر کلاں سید ابو الفتح سے ہیں پس ہیں نے چاہا کہ جس طرح سے ابتدار
حضرت خواجہ بزرگ کے حال سے اس کتاب میں کی گئی ہے اسی طرح سے انجام
اور اختتام کا بھی خواجہ کے صاحب سجادہ کے حال پر کیا وے کہ انسب کالمنیب
ہے لہذا اس کو اس خیال سے باقی رکھ کر دوسرے بیٹے سید ابو الفتح مسمی
سید شمس الدین کا حال لکھا جاتا ہے۔

ذکر شمس الدین بن سید ابو الفتح کا

سید شمس الدین دوسرے بیٹے سید ابو الفتح کے ہیں ان کو بطن بی بی
خورشید بانو بنت سید احمد بن حسام الدین بن سید علم الدین سے تین فرزند
اور تین لڑکیاں ہوئیں۔

لڑکوں کا نام قمر الدین نجم الدین مجد الدین ہے اور لڑکیوں کا نام
لطیفہ بانو اور ضیار النسار کہ یہ دونوں دختر طفولیت میں فوت ہوگئیں اور تیسری
حفیظ بانو جس کا نکاح سید ہدایت اللہ سے ہوا۔

سید قمر الدین بن شمس الدین کو بی بی خیر النسار بنت سید عطار اللہ
ابن ابو الفتح سے دو لڑکے اور تین لڑکیاں ہوئیں۔

لڑکوں کا نام بدر الدین اور سعید الدین علی تھا کہ دونوں یہ عالم صغیر
سنی میں فوت ہوگئے اور دو لڑکیاں اول رفیع النسار دوسرے سیف النسار
کہ یہ دونوں بھی طفولیت میں انتقال کر گئیں۔

تیسری زینت النسار جو دیوان امام الدین خاں بن دیوان سراج الدین
سے بیاہی گئی۔ اور سید قمر الدین کو جز ایک دختر زینت النسار نام کے کوئی اولاد نرینہ
سید نجم الدین پسر دوئم شمس الدین کو بطن بی بی زینت النسار بنت

سید عطاراللہ سے چار لڑکے اور دو لڑکیاں ہوئیں۔ بیٹوں کے نام یہ ہیں:۔

سید غیاث الدین

سید عظیم الدین

سید نظام الدین

قیام الدین تھے اور لڑکیوں میں ایک کا نام جمیل النساء اور دوسری کا نام نہیں لکھا کہ یہ دونوں لڑکیاں طفلگی میں فوت ہوگئیں۔

سید غیاث الدین بن سید نجم الدین کو شکم بی بی سیف النساء بنت سید امجد بن سید احمد سے دو فرزند اور ایک دختر ہوئی ان میں سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی نابالغ انتقال کر گئے اور ایک لڑکا سید رفیع الدین نام اب تک بحالت طفلگی ہے یعنی زمانۂ تصنیف مدائن المعین میں۔

سید عظیم الدین پسر سوم سید نجم الدین کو اس کی زوجہ بی بی سائتہ بانو بنت سید عزت اللہ بن سید اسداللہ بن سید ابوالفتح سے ایک لڑکا ہوا تھا جو بچپن میں مر گیا اس کے بعد اس کی عورت بھی مرض دق میں گذر گئی۔ تب دوسری شادی بی بی رحمت النساء بنت حافظ شہاب الدین نبیرہ قاضی حمیدالدین ناگوری سے کی۔ اس سے اولاد نہیں ہوئی۔ کذافی مدائن المعین۔

کاتب الحروف کہتا ہے کہ وقت تصنیف کتاب مذکور کو بی بی رحمت النساء سے اولاد نہیں ہوئی تھی لیکن بعد اس کے دو فرزند ہوئے قطب الدین اور فرید الدین نام قطب الدین بن عظیم الدین کے دو فرزند ہوئے نصیر الدین اور بدر الدین۔ نصیر الدین لاولد فوت ہوا اور بدر الدین کے ایک لڑکا ہے سید قدرت علی نام جو اب تک یعنی ۱۲۷۷ھ میں موجود ہے اور دو لڑکیاں ہوئیں۔ اول علیم النساء جو قاضی منیر الدین بن سید امام علی کے نکاح میں آئی دوسری نصیب النساء جو سید اصغر علی برادر خورد قاضی منیر الدین مذکور سے بیاہی گئی۔

سید فرید الدین بن عظیم الدین کے ایک لڑکا ہوا سید فخر الدین نام کہ یہ لاولد فوت ہو گیا اور سید نظام الدین پسر سوم سید نجم الدین کی

اب تک شادی نہیں ہوئی ہے، مگر سگائی اس کی بی بی زمرد النسار بنت سید
عطاء اللہ بن ابو الفتح سے ہوئی ہے کذا فی مداین المعین۔
سید قوام الدین چوتھے بیٹے سید نجم الدین کے طفلگی میں فوت ہو گئے

ذکر اولاد سید عطاء اللہ پسر سوم سید ابو الفتح کا

سید عطار اللہ تیسرا بیٹا سید ابو الفتح کو بی بی شریقہ بانو بنت سید
احمد بن حسام الدین سے چار لڑکے اور دو لڑکیاں ہوئیں۔
لڑکوں میں سب سے بڑا ہدایت اللہ
دوسرا اطیع اللہ
تیسرے اور چوتھے کا نام، اور دونوں لڑکیوں کا نام نہیں لکھا اور یہ بھی
لکھا ہے کہ ان چاروں فرزند اور دونوں دختروں میں سے دو فرزند اور دو
لڑکیاں طفلگی میں فوت ہو گئے۔
سید ہدایت اللہ پسر عطاء اللہ کو بی بی حفیظ بانو بنت سید شمس الدین
سے تین لڑکیاں اور تین لڑکے پیدا ہوئے۔
لڑکیوں میں بڑی ظفر النساء جو کہ سید عبد الجلیل بن سید اسد اللہ
بن ابو الفتح سے منکوحہ ہوئی، دوسری مہر النسار تیسری لطیف النسار کہ یہ دونوں
صغیر سنی میں انتقال کر گئیں۔
لڑکوں میں بڑا سید حفیظ اللہ جس کو بی بی دانشہ بانوں بنت
شیخ برخوردار اولاد شاہ حمزہ دہرسوئی سے ایک لڑکا ہوا مسیح اللہ نام اور ایک
دختر فہمید النسار کہ یہ دونوں سنہ ۱۱۶۰ ہجری تک کہ یہی سنہ تالیف کتاب مداین
المعین کا ہے، طفلک ہیں۔ ان کا آگے کا حال معلوم نہیں ہے۔
دوسرا بیٹا سید ہدایت اللہ کا سید ضیار الدین نام تھا جس کی سگائی
بی بی لطیفہ بنت سید جمال الدین بن سید جلال الدین سے ہوئی شادی ہنوز

نہیں ہوئی ہے یعنی سنہ ۱۲۶۰ ہجری تک۔

کلیم اللہ تیسرا بیٹا ہدایت اللہ کا بچپن میں مرگیا اور سید اطیعواللہ پسر دوم سید عطاء اللہ کو بی بی عفیفہ بانو بنت قاضی محمد مقیم باشندہ قصبہ جھوجھنوں سے دو لڑکے اور دو لڑکیاں ہوئیں بڑے کا نام رزق اللہ تھا اور چھوٹے کا نام نہیں لکھا جو طفولیت میں مرگیا اور بڑی دختر کا نام صاحب النساء جو سید ظہیرالدین بن دیوان سراج الدین سے بیاہی گئی اور دوسری دختر کا نام نہیں لکھا گیا مگر نا کتخدا انتقال کر گئی۔

سید رزق اللہ بن سید اطیعواللہ کو بی بی لطیفہ بانو بنت شیخ جمال الدین ابن شیخ نظام الدین اولاد حضرت سلطان التارکین سے کوئی لڑکا نہیں ہوا صرف تین لڑکیاں ہوئیں۔

اوّل رحمت النساء جو سید غلام معین الدین بن سید خلیل اللہ سے منسوب ہوئی ہے۔

دوسری زمرد النساء جو سید نظام الدین بن نجم الدین سے منسوب ہے۔

تیسری زلفت النساء جو سید امام بخش بن سید عزت اللہ بن سید اسد اللہ سے منسوب ہے۔ اور اب تک یعنی سنہ ۱۲۶۰ ہجری تک تینوں کی شادی نہیں ہوئی ہے۔

ذکر سید اسداللہ بن سید ابوالفتح کا

سید اسداللہ بن سید ابوالفتح بن سید علم الدین کو اس کی بی بی خواجہ مبارک بنت شیخ محمد فرید بن شیخ عبدالمومن اولاد حضرت سلطان التارکین سے پانچ لڑکے اور چار لڑکیاں پیدا ہوئیں لیکن چاروں لڑکیوں کا حال مدائن المعین میں نہیں لکھا کہ طفلگی میں فوت ہوئیں یا بعد شادی کے۔

لڑکوں میں بڑا عصمت اللہ

دوسرا محمد حسن

تیسرا خلیل اللہ

چوتھا سید عزت اللہ

پانچواں سید عبدالجلیل تھا۔

سید عصمت اللہ بن اسد اللہ تو طفولیت میں مر گیا اور سید محمد حسن ابن سید اسد اللہ قاضی اجمیر کے تھے۔ ان کو بی بی خدیجہ بانو بنت سید نجم الدین ابن مبارک شاہ سے ایک لڑکا ہوا تھا جو صغیر میں فوت ہو گیا اس کے بعد بی بی خدیجہ سے اولاد نہ ہونے پر محمد حسن نے دوسری شادی بی بی دردانہ خانم بنت مرزا گدا بیگ سے شاہجہاں آباد میں کی اس کے شکم سے دو فرزند اور ایک لڑکی ہوئی بڑا لڑکا رضی اللہ طفلگی میں مر گیا۔

دوسرا احسن علی جو اس وقت یعنی سنہ ۱۱۰۴ ہجری چہار سالہ تھا کہ وہ بھی مر گیا اور محمد حسن گویا لاولد فوت ہو گئے۔

ذکر سید خلیل اللہ پسر سوم سید اسد اللہ کا

سید خلیل اللہ بن سید اسد اللہ کے تین عورتیں تھیں اول بی بی ظفر النسار بنت ہدایت اللہ بن عطاء اللہ اس کے شکم سے سید مذکور کو چار لڑکیاں ہوئیں جو طفلگی میں مر گئیں اور ایک لڑکا غلام معین الدین نام ہے جس کی نسبت رحمت بانو بنت سید رزق اللہ بن الطیو اللہ سے ہوئی ہے اور شادی ہنوز نہیں ہوئی یعنی ۱۱۰۴ ہجری تک۔

دوسری بی بی سید خلیل کی ماں بی بی نام تھی دہلی کی رہنے والی اس کے بطن سے ایک لڑکا ہوا سید نجم الفتح جس کا حال تحقیق نہیں ہوا اور چار لڑکیاں ہوئیں اول حرمت النساء دوسری نور النساء اور تیسری چوتھی کا نام نہیں لکھ کر دونوں پہلے والیوں کا حال بھی نہیں لکھا۔

تیسری بی بی خلیل اللہ کی قوم مغل سے نجیب الطرفین تھی جس کا نام اور اس کے والد کا نام نہیں لکھا اس کے بطن سے سید خلیل اللہ کو دو فرزند ہوئے۔

ایک سید عبدالوہاب دوسرا سید میر مرزا کہ یہ دونوں سنہ ۱۱۱۱ ہجری تک صغیر سن تھے۔ مگر سید خلیل اللہ مذکور نے بعد تیسری شادی کے دہلی میں سکونت اختیار کر لی اور ایک بڑی حویلی وہاں ہی خرید لی اور سید عزت اللہ پسر چہارم سید اسد اللہ کو بی بی فخر النساء بنت سید دیوان منیر الدین سے دو فرزند اور تین لڑکیاں ہوئیں۔ بڑی لڑکی جمیعت النساء طفولیت میں مر گئی۔ دوسری سائستہ بانو سید عظیم اللہ بن نجم الدین کے نکاح میں آئی۔

تیسری خجستہ بانو دیوان اصغر علی بن دیوان امام الدین خاں سے منکوحہ ہوئی۔ اور بڑا لڑکا سید عزت اللہ کا عصمت اللہ عرف امام بخش تھا جس کی شادی بی بی زلفت النساء بنت سید عبدالرزاق بن اطیع اللہ سے ہوئی۔

دوسرا بیٹا قصیر اللہ طفولیت میں مر گیا اور سید عبدالجلیل پسر پنجم سید اسد اللہ بن سید ابوالفتح کا حال مداین المعین میں نہیں لکھا نہ معلوم کہ طفلگی میں فوت ہوا یا بعد شادی لاولد انتقال کیا۔

ذکر دیوان سراج الدین پسر سید ابوالفتح بن سید علم الدین کا

دیوان سید سراج الدین بڑے بیٹے سید ابوالفتح کے ہیں یہ مرد صالح اور زاہد و عابد مشغول بذکر اللہ تھے۔

ان کی ولادت سنہ ۱۰۳۵ ہجری میں ہوئی جیسا کہ کسی نے سن ولادت ان کا اس بیت میں بیان کیا ہے۔

دران ساعت کہ ایزد داد فرزند - سراج الدین محمد نام کردند

اس گھڑی کو خدائے پاک نے ایک فرزند عطا کیا - جن کا نام محمد سراج الدین محمد رکھا

ان کی وفات سنہ ۱۱۶ ہجری میں ہوئی۔ سن وفات اس مصرع سے نکلتا ہے

آں قطب از دوراں برفت

یہ وہ دیوان سراج الدین ہیں کہ جن کو بہادر شاہ بادشاہ دہلی بن عالمگیر

اورنگ زیب نے دیوان کو معزول کر کے سجادگی اور دیوانی پر مقرر کیا تھا جس کا حال مفصل اوپر لکھا جا چکا ہے۔

دیوان سراج الدین کو بی بی رحیمہ عرف کالی بی بی بنت شیخ عنایت اللہ متولی روضہ منورہ خواجہ بزرگ سے کہ خدمت نخشی گری اور صدارت ائمہ داران اور واقع نویسی اجمیر کی انھیں سے متعلق تھی تین فرزند اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔

لڑکیوں میں اوّل ماہ بانو جو صدر الدین بن سید زین العابدین سے منکوحہ ہوئی تھی جس کو انھوں نے مطلقہ کر دی تھی۔

دوسری لڑکی صاحب دولت تھی جو خضر محمد بن سید نظام بن دیوان شاہ کے نکاح میں آئی۔

لڑکوں میں بڑے دیوان سید منیر الدین دوسرے ظہیر الدین تیسرے سعید الدین چنانچہ سعید الدین طفلگی میں فوت ہوا۔ اور ظہیر الدین کو بعد شادی از بی بی صاحب النساء بنت سید اطیع اللہ بن سید اسد اللہ دو فرزند اور ایک پیدا ہو کر صغیر سنی میں یہ تینوں بچے فوت ہو گئے اور ظہیر الدین کی نسل ختم ہو چکی۔

ذکر دیوان سید منیر الدین بن سید سراج الدین کا

یہ دیوان منیر الدین بن دیوان سراج الدین بعد معزولی دیوان مصلح الدین بن دیوان فخر الدین بن دیوان سید محمد بن دیوان علاؤ الدین کے پھر عہد دیوانی اور سجادگی پر مقرر ہوئے ان کو بطن بی بی صاحب النساء بنت سید شرف الدین بن سید نظام الدین بن دیوان شاہ جی سے تین فرزند اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔

اوّل لڑکا دیوان امام الدین خاں

دوسرے سید فیض الدین

تیسرے سید نور الدین جو مرض چیچک میں مر گیا اور بڑی لڑکی بی بی فخر النساء جو سید عزت اللہ بن سید اسد اللہ سے منکوحہ ہوئی دوسری سیف النساء جو سید محمد حسن

ابن سید جعفر محمد بن نظام الدین سے بیاہی گئی۔

سید فیض الدین بن دیوان منیر الدین کو سیدۃ النساء بنت شیخ جمال الدین ابن نظام الدین ناگوری اولاد حضرت خواجہ سلطان التارکین سے ایک لڑکا ہوا تھا جو مرض ذیہ سے فوت ہوگیا اور ایک دختر ہوئی بسالت النساء نام جو سید حیدر علی ابن دیوان امام الدین خاں سے بیاہی گئی۔

ذکر دیوان امام الدین خاں بن دیوان منیر الدین کا

دیوان امام الدین بہت بزرگ اور صاحب حشمت و شوکت تھے ابتدائے حال میں ناظم اجمیر کے تھے بعد میں ترک منصب شاہی کر کے یاد خدا میں مشغول ہوئے۔

انھوں نے بادشاہ محمد شاہ دہلی کے زمانہ میں دیوان نجم الدین بن دیوان فخر الدین سے سجادگی اور دیوانی لی تھی۔ بعد چند روز کے ان سے سید عبد العلی بن سید صدر الدین نے حاصل کی اور بعد انتقال سید عبد العلی کے ان کے چھوٹے بھائی سید وارث علی صاحب سجادہ مقرر ہوئے تھے۔ کہ ان سے پھر دیوان امام الدین خاں نے سجادگی لے لی اور اب تک کہ ۱۲۷۷ ہجری ہے۔ ان کی یعنی امام الدین خاں کی اولاد میں سجادگی موجود ہے چنانچہ ذکر ان کا آگے لکھا جائے گا۔

الغرض دیوان امام الدین خاں کو بی بی زینب النساء بنت قمر الدین بن شمس الدین بن ابو الفتح سے پانچ فرزند اور دو لڑکیاں ہوئیں۔

بڑا لڑکا سید اکبر علی

دوسرا اصغر علی

تیسرا حیدر علی

چوتھا رضی الدین

پانچواں کلن اور لڑکیوں میں بڑی بی بی عصمت جو خورد سالی میں فوت ہوگئی دوسری ولی النساء جو اب تک کہ ہے یعنی سنہ ہجری تصنیف مدائن المبین

تک۔ لڑکوں میں تین لڑکے تو طفلگی میں نوت ہو گئے یعنی اکبر علی اور اصغر علی اور سید کلن اور حیدر علی کو بطن بی بی بسالت النسا بنت فیض الدین سے ایک لڑکا ہوا سید ارشاد علی عرف میر نیتھن اور دو لڑکیاں ہوئیں قمر النسا رجۃ النساء اور میر نیتھن سے ایک لڑکا ہوا سید گھیسا نام باقی حال معلوم نہیں ہے۔

ذکر اولاد دیوان اصغر علی بن دیوان امام الدین خاں کا

بعد رحلت دیوان امام الدین خان کے ان کے بیٹے اصغر علی خاں مسند سجادگی پر بیٹھے۔ ان کو بی بی نجمتہ بانو بنت سید عزت اللہ بن سید اسد اللہ سے دو بیٹے اور ایک لڑکی ہوئی۔ دختر کا نام ہدایت النسا تھا باقی حال ان کا معلوم نہیں۔

لڑکوں میں بڑا سید ذوالفقار علی اور چھوٹا سید محتشم علی تھا سید ذوالفقار علی بن دیوان سید اصغر علی خاں کو لڑکا نہیں ہوا صرف ایک دختر تھی بی بی دہومن نام جو دیوان مہدی علی خاں بن سید محتشم علی خاں سے بیاہی گئی۔

بعد فوت اصغر علی خاں کے ان کے بڑے بیٹے ذوالفقار علی صاحب سجادگی ہوئے مگر لاولد فوت ہو گئے اور سید محتشم علی بن دیوان اصغر علی خاں کو دو فرزند ہوئے اوّل دیوان مہدی علی خاں دوسرے سید امام علی۔ سید مہدی علی خاں کی شادی بی بی دہومن النسا بنت دیوان ذوالفقار علی خاں سے ہوئی بعد انتقال دیوان ذوالفقار علی کے یہی مہدی علی خاں جو داماد اور برادر زادہ ان کے تھے مسند سجادگی پر بیٹھے مگر بی بی دہومن سے ان کو اولاد نہیں ہوئی اور دوسری عورت غیر کفو سے دو فرزند ہوئے ایک ہادی علی دوسرے اسد علی کہ اب تک یعنی ۱۲۷۷ ہجری تک زندہ موجود ہیں۔

سید امام علی بن سید محتشم علی کو ان کی بی بی منکوحہ سے جو کہ خواجہ زادی تھی ایک لڑکا ہوا، دیوان سراج الدین نام جو اب تک یعنی ۱۲۷۷ ہجری تک مسند سجادگی پر رونق افروز ہیں اور ایک دوسری بی بی سے جو کہ اولاد حضرت سلطان

ابراہیم ادہم بلخی کے تھیں تین فرزند ہوئے اور قاضی اجمیر سید منیر الدین دوسرے سید شفیع حسین تیسرے اصغر علی۔

الحمد للہ کہ تمام ہوا ذکر اولاد حضرت خواجہ بزرگ شہنشاہ اولیائے ہند خواجہ معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ کا۔

تفصیل دختران اولاد حضرت سلطان التارکین حمیدالدین صوفی ناگوری رحمۃ اللہ علیہ

کی

جو اولاد خواجہ بزرگ معین الدینؒ سے منسوب ہوئیں

۱۔ اول دختر خواجہ مخدوم حسین ناگوری نبیرہ حضرت سلطان التارکین کی سید نورالدین محمد طاہر بن سید تاج الدین بایزید بزرگ سے منکوحہ ہوئیں۔

۲۔ دوم۔ بی بی رحیمت النساء بنت شیخ عبداللہ نبیرہ حضرت سلطان التارکین ساکن ناگوری کی سید علم الدین بن خواجہ ابوالخیر سے منسوب ہوئیں۔

۳۔ تیسری۔ دیوان سید محمد کی شادی مقام جھونجھنوں اولاد حضرت سلطان التارکین سے ہوئی۔

۴۔ چوتھی۔ زلفت النساء بنت شیخ محمد رضا نبیرہ سلطان التارکین ساکن جھونجھنوں سید تاج الدین بن سید وارث سے ہوئی یعنی بیاہی گئی۔

۵۔ پانچویں۔ بی بی جمعیت النساء بنت شیخ نورالدین اولاد سلطان التارکین ساکن جھونجھنوں سید ناصر علی -- بن سید وارث علی سے منکوحہ ہوئیں۔

۶۔ چھٹی۔ بی بی رفیع النساء بنت شیخ غلام نبی ساکن جھونجھنوں سید

عزیز الدین بن سید وارث علی کی زوجیت میں آئیں

۷۔ ساتویں۔ بی بی امیر النساء عرف بی بی لیسیاں بنت شیخ غلام نبی مذکور سید لطف علی بن سید وارث علی کے عقد میں آئیں۔

۸۔ آٹھویں گلاب بی بی بنت شیخ جمال الدین بن شیخ کمال باشندہ جھونجھنوں سید صدر الدین بن سید زین العابدین سے منکوحہ ہوئیں۔

۹۔ نویں۔ بی بی نعیم النساء دختر شیخ الٰہی بخش ساکن جھونجھنوں کی شادی سید رستم علی بن سید لطف علی سے ہوئی۔

۱۰۔ دسویں۔ نعیم النساء بنت شیخ شہاب الدین سکنہ جھونجھنوں سید نجم الدین بن سید لطف علی سے بیاہی گئیں۔

۱۱۔ گیارہویں۔ بی بی بختیار عرف کالی بی بی بنت شیخ غلام رسول باشندہ جھونجھنوں سید غلام حسین بن لطف علی سے منکوحہ ہوئیں۔

۱۲۔ بارہویں۔ بی بی عزت النساء بنت شیخ عبد القوی بن شیخ حسین ابن عبد الرحمٰن باشندہ جھونجھنوں کی شادی سید عبد الاحد بن سید حمد بن حسام الدین سے ہوئی۔

۱۳۔ تیرہویں۔ لطیفہ بانو بنت سید شیخ جمال الدین بن شیخ نظام الدین ناگوری سید رزق اللہ بن سید اطیع اللہ سے منکوحہ ہوئیں۔

۱۴۔ چودہویں۔ بی بی خواجہ مبارک بنت شیخ محمد فرید بن عبد المومن ناگوری سید اسد اللہ بن ابو الفتح سے بیاہی گئی۔

۱۵۔ پندرہویں۔ سعیدۃ النساء بنت شیخ جمال الدین بن نظام الدین ناگوری سید فیض الدین بن دیوان منیر الدین سے منکوحہ ہوئیں۔

۱۶۔ سولہویں۔ بی بی وجیہ النساء بنت بن شیخ نظام الدین ناگوری سید عماد الدین بن دیوان سید محمد سے منکوحہ ہوئی۔

۱۷۔ اور سوائے ان کے اور بہت سی لڑکیاں خواجہ سلطان التارکین کی

اولاد خواجہ بزرگ سے بیاہی گئیں مگر اسوقت جس قدر کتاب مدائن العین سے ثابت ہوئی ہیں۔ یاد داشت فقیر میں جو جو عقد ہوئے ہیں دا لکھے گئے ہیں۔

عاصی مترجم کہتا ہے کہ مزید ان دختران سے کہ جو حضرت مصنف نے لکھی ہیں بعد تصنیف مناقب الحبیب کے اس وقت ترجمہ تک بہت کچھ ایسی رشتہ داریاں باہمی ہو چکی ہیں جن کا تحقیق کر کے لکھنا اپنی استطاعت سے باہر سمجھ کر موقوف رکھتا ہوں۔

تفصیل دختران اولاد

خوجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی جو اولاد

حضرت سلطان التارکین خواجہ حمید الدین صوفی رح

سے

ناگور شریف اور جھونجھنوں راجستھان میں بیاہی گئیں

۱۔ اول بی بی فخر النساء بنت دیوان سید محمد بن دیوان علاؤ الدین کی شادی شیخ عبد الرزاق بن شیخ عبد الرحمٰن بن قطب الدین بن شیخ کمال الدین اور سلطان التارکین سے جھونجھنوں میں ہوئی۔

۲۔ دوم۔ بی بی زینب النساء بنت سید مجید الدین بن سید مفرح الدین ابن دیوان فخر الدین کی شادی محمد رضا بن شیخ تقی محمد سے بلدہ جھونجھنوں میں ہوئی۔

۳۔ تیسری بی بی نور النساء بنت سید امجد بن سید احمد بن سید حسام الدین شیخ فقیر اللہ بن شیخ عبد القوی بن شیخ حسین سے جھونجھنوں میں بیاہی گئیں۔

۴۔ چوتھی۔ بی بی سعادت بانو بنت سید زین العابدین بن دیوان علاؤ الدین بن شیخ عبد القوی بن شیخ حسین سے جھونجھنوں میں بیاہی گئی۔

۵۔ پانچویں۔ بی بی عظیم النساء بنت سید نجم الدین بن سید لطف علی کی شادی شیخ مولا بخش ولد الٰہی بخش سے جھونجھنوں میں ہوئی۔

۶۔ چھٹی۔ بی بی ظہور النساء بنت سید نجم الدین بن سید لطف علی کی

شادی نور احمد پسر اس فقیر کاتب الحروف حاجی نجم الدین سے جھونجھنوں میں ہوئی۔

۷۔ ساتویں۔ قمر النسار بنت سید غلام حسین بن سید لطف علی کی شادی شیخ اصغر علی بن سلطان بخش سے جھونجھنوں میں ہوئی۔

۸۔ آٹھویں۔ بی بی امینہ بنت سید نظام الدین بن سید مبارک عرف دیوان شاہ جی بن دیوان معین الدین رابع کی شادی شیخ امان اللہ بن شیخ محمد سے ناگور میں ہوئی۔

۹۔ نویں۔ بی بی فاطمہ بنت سید نظام الدین مذکور کی شیخ نور اللہ برادر امان اللہ سے ناگور میں ہوئی۔

۱۰۔ دسویں۔ عزت بی بی دختر مجید الدین بن مفرح الدین بن دیوان فخر الدین شیخ غلام محمد بن عزیز محمد بن عبد الرحمن ناگوری سے بیاہی گئی۔

۱۱۔۱۲۔ گیارہویں اور بارہویں قمر النسار و نجم النسار بنت سید لطف علی ابن سید وارث علی شیخ امیر علی۔ شیخ محمد علی بن غلام محمد ناگوری سے منکوحہ ہوئیں۔

اس کے سوائے اور بہت سی رشتہ داریاں ہوئی ہیں اس وقت جو کتاب مدائن المعین سے اور شجرہ اولاد خواجہ بزرگ سے و نیز اپنی یاد سے ثابت ہوئی ہیں وہ لکھی گئیں۔

عاصی محمد رمضان کہتا ہے کہ بعد تصنیف مناقب الحبیب کے حسب ذیل دختران اولاد خواجہ بزرگ کی شادی مقام جھونجھنوں میں اولاد سلطان التارکین سے ہوئیں۔

۱۳۔ تیرہویں۔ بی بی منیر النسار بنت سید نجم الدین بن سید لطف علی کی شادی اس عاصی محمد رمضان مترجم کتاب ہذا ابن خواجہ حاجی محمد نجم الدین صاحب مصنف سے جھونجھنوں میں ہوئی ہے۔

۱۴۔ چودہویں۔ بی بی جنت النسار بنت سید نجم الدین بن سید لطف علی کی شادی محمد سرفراز علی بن خواجہ حاجی محمد نجم الدین سے جھونجھنوں میں ہوئی۔

۱۵۔ پندرھویں۔ بی بی قمر النساء بنت سید نجم الدین بن سید لطف علی کی شادی شیخ غلام اولیاء بن بدر الدین سے جھوجھنوں میں ہوئی۔

۱۶۔ سولھویں۔ بی بی نجم النساء بنت سید نجم الدین بن سید لطف علی کی زوجیت مولوی عبد الغفور بن مولوی قمر الدین بن احمد بخش سے جھوجھنوں میں ہوئی

۱۷۔ سترہویں۔ بی بی خدیجہ بانو بنت سید ریاض الدین احمد بن سید نجم الدین بن لطف علی کا نکاح محمد فرید الدین بن انس عاصی محمد رمضان مترجم کتاب ہذا بن خواجہ حاجی نجم الدین مصنف سے جھوجھنوں میں ہوا۔

۱۸۔ اٹھارہویں۔ محمدی بیگم بنت سید ریاض الدین احمد بن سید نجم الدین مذکور کی نسبت محمد صدر الدین بن غلام فخر الدین بن عاصی محمد رمضان سے مقام جھوجھنوں میں ہوئی۔

تفصیل دیوان و سجادگان حضور غریب نواز تقدم و تاخر

سنہ ۶۳۳ ہجری ــــــــ تا ــــــــ سنہ ۱۲۷۷ ہجری

بعد وفات حضرت خواجہ معین الدین چشتی حسن سنجزیؒ حسنی کو بڑے بیٹے ان کے
خواجہ فخر الدین مصلائے سجادگی پر رونق افروز ہوئے ان کے بعد انکے چھوٹے بھائی
سید ابو سعید ضیاء الدین انکے بعد سید حسام الدین سوختہ بن خواجہ فخر الدین انکے بعد خواجہ
معین الدین خورد انکے بعد انکے بیٹے سید نظام الدین انکے بعد انکے بیٹے سید فرید الدین جن
کے عہد میں غلبہ کفار اجمیر میں ہوگیا تھا اور تمام اولاد خواجہ کی ہر ایک جگہ ملک بملک منتشر
ہوگئی تھی پھر دوبارہ جب اجمیر میں رونق اسلام ہوئی تو اس وقت پہلے دیوان جو کہ مسند
سجادگی پر بیٹھے دیوان سید تاج الدین بایزید بزرگ تھے اولاد شیخ قیام بابر پسر دوم
سید حسام الدین سوختہ بن سید فخر الدین بن خواجہ بزرگ معین الدینؒ حسن یعنی سید
تاج الدین بن سید شہاب الدین انکے بعد انکے بیٹے سید نور الدین محمد طاہر انکے بعد انکے
بیٹے رفیع الدین بایزید خورد انکے بعد ان کے بیٹے معین الدین ثالث انکے بعد انکے بیٹے
خواجہ حسین بالجتی پھر ان کے بھتیجے دیوان ولی محمد ابو الخیر پھر انکے بڑے بھائی دیوان شیخ
معین الدین رابع پھر انکے بیٹے دیوان سید عبد الستار بعرف سونڈھا ان کے بعد دیوان
علاء الدین بن سید علم الدین انکے بعد دیوان سید محمد بن دیوان علاء الدین پھر انکے بیٹے دیوان فخر الدین
انکے بعد دیوان سراج الدین بن سید ابو الفتح بن سید علم الدین انکے بعد دیوان مصلح الدین بن دیوان
فخر الدین بن دیوان سید محمد دیوان علاء الدین انکے بعد دیوان منیر الدین بن دیوان
سراج الدین ان کے بعد دیوان نجم الدین بن دیوان فخر الدین ان کے بعد دیوان امام
الدین خاں بن دیوان منیر الدین ان کے بعد دیوان عبد العلی بن صدر الدین بن
زین العابدین پھر ان کے چھوٹے بھائی دیوان وارث علی ان سے پھر دیوان امام الدین

خان تے دیوانی لیلی ان کے بعد ان کے بعد ان کے بیٹے دیوان اصغر علی ان کے بعد ان کے بیٹے سید ذوالفقار علی خاں ان کے بعد ان کے بھتیجے اور داماد سید مہدی علی خاں ان کے بعد ان کے برادر زادہ دیوان سراج الدین بن سید امام علی جواب تک یعنی ۱۲۷۷ھ ہجری تک مسند سجادگی پر رونق افروز ہیں۔

فقط

بیت

الٰہی تا بود خورشید و ماہی	چراغ چشتیاں را روشنائی
اے اللہ جب تک چاند اور سورج میں روشنی باقی ہے	سلسلہ چشتیہ کے چراغ کو روشن رکھ
اگر گیتی سراسر باد گیرد	چراغ چشتیاں ہرگز نمیرد
اگر سارا جہان بھی ہوا بن جائے تو بھی	چشتیوں کا چراغ ہرگز نہیں بجھ سکتا

اور اس کتاب کو شیخ سعدی رحمت اللہ علیہ کی ان ابیات پر ختم کرتا ہوں

ابیات

الٰہی بحق بنی فاطمہؓ	کہ بر قول ایمان کنی خاتمہ
خدایا فاطمہؓ کے طفیل میں	قول ایمان (لا الٰہ الا اللہ) پر خاتمہ ہو
اگر دعوتم بکنی در قبول	من و دست دامان آلِ رسولؐ
چاہے میری دعا قبول کریں یا رد کریں	میں ہوں اور دامن آل رسول ہے

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین

الحمد للہ ترجمہ کتاب مناقب الحبیب کا بقلم عاصی راجی غفران المولوی محمد رمضان بن خواجہ حاجی محمد نجم الدین مصنف مناقب الحبیب کے بتاریخ ۲ ربیع الاول ۱۳۲۲ھ ہجری ختم ہوا اس محنت کو خدا قبول کرے۔ آمین ثم آمین

بالخیر

تفصیل دیوان و سجادگان خانقاہ خواجہ معین الدین چشتی

۱	سید خواجہ فخر الدین	پسر کلاں	خواجہ معین الدین
۲	سید خواجہ ابو سعید ضیاء الدین	پسر خورد	خواجہ معین الدین
۳	سید خواجہ حسام الدین سوختہ	بن	سید خواجہ فخر الدین
۴	سید خواجہ معین الدین خورد	بن	خواجہ حسام الدین سوختہ
۵	سید خواجہ نظام الدین	بن	سید معین الدین خورد
۶	سید خواجہ فرید الدین	بن	سید نظام الدین
۷	سید خواجہ تاج الدین بایزید بزرگ	بن	سید شہاب الدین
۸	سید خواجہ نور الدین محمد طاہر	بن	سید تاج الدین
۹	سید خواجہ رفیع الدین بایزید خورد	بن	سید نور الدین محمد طاہر
۱۰	سید خواجہ معین الدین ثالث	بن	سید خواجہ رفیع الدین
۱۱	سید خواجہ حسین بال جتی	بن	سید معین الدین ثالث
۱۲	سید خواجہ ولی محمد	بن	سید خواجہ ابو الخیر
۱۳	سید خواجہ معین الدین رابع	بن	سید خواجہ ابو الخیر
۱۴	سید خواجہ عبد الستار عرف بوڈھا	بن	سید معین الدین رابع
۱۵	سید خواجہ علاؤ الدین	بن	سید خواجہ علم الدین
۱۶	سید خواجہ محمد	بن	سید خواجہ علاؤ الدین
۱۷	سید خواجہ فخر الدین	بن	خواجہ سید محمد
۱۸	سید خواجہ سراج الدین	بن	سید خواجہ ابو الفتح
۱۹	سید خواجہ مصلح الدین	بن	سید فخر الدین
۲۰	سید خواجہ منیر الدین	بن	دیوان سراج الدین

نوٹ: جن کے عہد میں غلبۂ کفار اجمیر میں ہو گیا تھا اور تمام اولاد غریب نواز ملک بھر میں منتشر ہو گئی تھی (نمبر ۶)

نوٹ: سید ولی محمد بھتیجے سید حسین بال جتی کے تھے (نمبر ۱۲)

نوٹ: بحکم فرمان بادشاہ شاہجہاں ۱۰۹۲ ہجری میں دیوان مقرر کیے گئے (نمبر ۱۶)

۲۱	سید خواجہ نجم الدین	بن	سید دیوان فخر الدین
۲۲	سید خواجہ امام الدین خاں	بن	سید منیر الدین
۲۳	سید خواجہ عبد العلی	بن	سید صدر الدین
۲۳	سید خواجہ وارث علی	بن	سید صدالدین
۲۵	سید خواجہ امام الدین خاں	بن	سید منیر الدین
۲۶	سید خواجہ اصغر علی	بن	سید امام الدین
۲۷	سید خواجہ ذوالفقار علی	بن	سید اصغر علی
۲۸	سید خواجہ مہدی علی	بن	سید محتشم علی خاں
۲۹	سید خواجہ سراج الدین	بن	سید امام علی

نوٹ

نوٹ

تک شجرہ دیوان غریب نواز

سنہ ۱۲۷۷ھ

سنہ ۱۲۷۷ھ ہجری کے بعد حسب ذیل سجادگان کے اسماء گرامی

۳۰	سید خواجہ غیاث الدین	بن	سید سراج الدین
۳۱	سید خواجہ امام الدین چشتی	بن	سید قاضی منیر الدین
۳۲	سید خواجہ شرف الدین	بن	سید بن قدرت علی
۳۳	سید خواجہ آل رسول علیخاں	بن	سید خورسند علی
۳۴	سید خواجہ حکیم عنایت حسین علیخاں	بن	سید خواجہ طالب حسین
۳۵	سید خواجہ صولت حسین علیخاں	بن	سید خواجہ عنایت حسین
۳۶	سید خواجہ علیم الدین علیخاں	بن	خواجہ قمر الدین
۳۷	سید خواجہ زین العابدین علیخاں	بن	خواجہ علیم الدین

حضرت خواجہ نجم الدین صاحب سلیمانی کی اردو و فارسی تصانیف

گلزار وحدت اردو مطبوعہ	شجرۃ الابرار
بیانُ الاولیاء اردو مطبوعہ	مناقب التارکین حالات خواجہ حمید الدین صوفی ناگوری
دیوانِ نجم اردو مطبوعہ	تذکرۃ السلاطین
پیو ملاتی غیر بھلاتی اردو مطبوعہ	راحت العاشقین
ارہ ماسہ اردو مطبوعہ	مقصود العارفین
دیوان نجم ہندی مطبوعہ	احسن العقائد
ماحی الغیریت اردو غیر مطبوعہ	احسن القصص
افضل الطاعت	نجم الواعظین
پریم گنج	نجم الہدایت
حیات العاشقین	ہدایت نامہ
نجم الآخرہ	قبالت نجمی
فضیلت النکاح	مناقب الحبیب مترجم: مولوی محمد رمضان صاحب پرحتا تصنیف
شجرۃ العارفین (فارسی) حالات خواجگان چشت و دیگر مشائخ	مناقب المحبوبین فارسی
شجرۃ المسلمین تاریخ نوابانِ فتح پور	دیوان نجم فارسی